# جُبّہ مُبارک

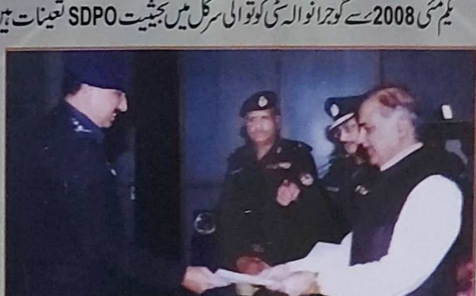
نبی کریم ﷺ کو شب معراج بارگاہ ایزدی سے عطا فرمودہ
جُبّہ مُبارک کا تفصیلی تذکرہ

مؤلف
سید عبدالرؤف چشتی



# مختصر تعارف

- نام مؤلف ........ عبدالرؤف چشتی
- تاریخ پیدائش ........ 1956ء
- جائے پیدائش ........ کماپور چشتیاں ضلع سیالکوٹ
- تعلیم ........ بی اے - ایل ایل بی
- آغاز پولیس سروس ........ 1980
- انسپکٹر کے عہدہ پر ترقی ........ 1990
- ڈی ایس پی کے عہدہ پر ترقی ........ 2005
- پنجاب کے مختلف اضلاع میں ملک وقوم کے لئے خدمات سرانجام دیں
- دوران سروس متعدد سرٹیفکیٹ اور نقد انعامات حاصل کئے
- سال 09-2008 میں وزیر اعلیٰ پنجاب جناب میاں شہباز شریف آئی جی پنجاب جناب شوکت جاوید اور ڈی آئی جی جناب ذوالفقار احمد چیمہ نے اعلیٰ کارکردگی پر نقد انعامات اور سرٹیفکیٹ عطا کئے
- یکم مئی 2008ء سے گوجرانوالہ سٹی کوتوالی سرکل میں بحیثیت SDPO تعینات ہیں



وزیر اعلیٰ پنجاب جناب میاں شہباز شریف مصنف کتاب عبدالرؤف چشتی کو اعلیٰ کارکردگی سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں آئی جی پنجاب جناب شوکت جاوید اور ڈی آئی جی جناب ذوالفقار احمد چیمہ ساتھ کھڑے ہیں



# تاثرات


## صاحبزادہ پیر عثمان فرید چشتی مدظلہ

زیب سجادہ آستانہ عالیہ بابا فرید گنج شکر پاکپتن شریف


میں نے کتاب مستطاب جبہ مبارک کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے جسے ہمارے محترم بھائی عبدالرؤف چشتی نے نہایت محبت ومحنت اور لگن کے ساتھ حسین گلدستہ کی صورت میں پیش کیا ہے جو اپنی نوعیت کی منفرد تالیف ہے جس میں قارئین کے لئے معلومات کا بیش بہا خزانہ جمع کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ تصنیف لطیف دبستان علم وادب کا گوہر نایاب ہے جس کے مندرجات مسائل تصوف پر مبنی ہیں جنہیں کتاب وسنت سے مؤید کیا گیا ہے جس کا انداز تحریر و ترتیب قابل تحسین اور لائق مطالعہ ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولف موصوف (آپ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ العزیز کی اولاد امجاد میں سے ہیں) کو صحت کاملہ اور عمر خضر عطا فرمائے ۔ آمین

إن الدين عند الله الإسلام

الصلوة والسلام عليك يا رحمة للعالمين

عالمی ادارہ تنظیم الاسلام (رجسٹرڈ)

# جبہ مبارک

مؤلف

عبدالرؤف چشتی

جُبّہ مُبارک



بار اول ........ ستمبر 2009 ............ تعداد 1,100

ھدیہ ............... 350 روپے

ناشر

بدر ظہور چشتی ............ اپر مال لاہور
0300-4182050

ملنے کے مراکز

⊙ صابریہ چشتیہ کتب خانہ سنہری گیٹ نزد دربار بابا فرید گنج شکر پاکپتن

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور ⊙ قادری رضوی کتب خانہ لاہور

فرید بک سٹال شبیر برادرز 40 اردو بازار لاہور ⊙ مکتبہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ

زاویہ فاؤنڈیشن 8 سی۔ داتا دربار مارکیٹ لاہور ⊙ المزمل بک کارنر مین بازار پسرور

کرم والا بک شاپ داتا دربار مارکیٹ لاہور ⊙ رضوان کتب خانہ لاہور

⊙ احمد بک کارپوریشن ـــ و ـــ اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

بسم الله الرحمن الرحيم

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا
تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا
رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا
وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ

## رَبَّنَا

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اَللّٰهُمَّ
اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ
یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِهَ اللّٰهُ
سُبْحَانَهٗ قَوْلًا وَّفِعْلًا وَّخَاطِرًا وَّسَامِعًا وَّنَاظِرًا
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

# الاہداء

ارمغان نیاز بحضور ناز

شہسوار عرصۂ تجرید شہباز اوج تفرید

ریاضت کے مرد وحید ولایت کے فرد فرید

شیخ الاسلام والمسلمین خواجۂ خواجگان

حضرت

## بابا فرید الدین مسعود گنج شکر

رحمۃ اللہ علیہ

اگر سیاہ دلم داغِ لالہ زار تو ام
وگر کشادہ جبینم گل بہار تو ام

خاک پائے اولیائے چشت اہل بہشت

عبد الرؤف چشتی

# ابتدائیہ

نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ گم کردہ راہ انسانوں کو اللہ سے ملانے کے لیے ہے۔ دلوں میں معرفت الٰہیہ کے چراغ جلانے کے لیے ہے۔ اللہ کی معرفت اسی وقت ممکن ہے جب دل صاف ہو جائیں، پاکیزہ اور مجلّٰی ہو جائیں، انہیں تطہیر نصیب ہو...... دلوں کو یہ تزکیہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے ملتا ہے اور جب تک تطہیر و تزکیہ کی یہ کیفیت نصیب نہیں ہوتی، کتاب و حکمت کا شعور بھی نصیب نہیں ہوتا۔ ایمان اور اسلام کی تفہیم کے بعد تیسرا اہم سوال یہ ہے کہ ''احسان'' کیا ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ''تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا کہ اسے دیکھ رہے ہو یا (کم از کم) یہ تو ہو اگر تم نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ کچھ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ ''ایمان'' اساس ہے ''اسلام'' ضابطہ ہے اور ''احسان'' ذوق بندگی ہے۔ اس ذوق کو احسان سے تعبیر کیا گیا جو حسن سے ہے۔ اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ اس لیے کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ جب بندہ حسن بندگی کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے تو اس کا محبوب بن جاتا ہے۔ تطہیر و تزکیہ کی یہ روایت جو انسانوں کو ''تلاشِ احسن'' کی بے کنار بے شمار منزلوں کی طرف لے جاتی ہے ''تصوف'' کی صورت میں سامنے آئی۔ اس امت نے اپنے پاکیزہ رسول سے حاصل ہونے والے تمام علوم کو قواعد، ضوابط اور اصطلاحات کی صورت میں منضبط کیا۔ تزکیہ و احسان کو ''تصوف'' کا نام ملا۔ تصوف کا لفظ ہی اسی جانب اشارہ کرتا ہے کہ صوفی ایک کردار کا

نام ہے جو علائق دنیا سے کنارہ کش ہو کر تکلفات سے بالاتر ہو کر ''خلقِ محمدی'' کے سانچے میں ڈھل چکا ہے۔محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کے قالب میں ڈھل جانا اپنے وجود کو حسنِ مجسم بنانے کے مترادف ہے۔یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام جہاں بھی گئے ،محبوب خلائق ٹھہرے۔مخلوق خدا نے ان کی جانب رجوع کیا اور ایمان، اسلام،اخلاص اوراحسان کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔

ہمارے مہربان جناب عبدالروف چشتی نے مختلف منابع سے بڑے قیمتی جواہر پاروں کو یکجا کیا ہےاورایک مجموعہ کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ ملازمت اور پھر وہ بھی پولیس کی ملازمت، بے پناہ مصروفیات اور گونا گوں مجبوریوں کے باوصف یہ ذوق اور دین ودانش اور علم وادب سے یہ وابستگی قابل تحسین بھی ہےاور قابلِ تقلید بھی۔اللہ ان کے ذوق اور جذبے کو سلامت رکھےاور ہم سب کو یہی راستہ اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

زاویہ نشین

محمد رضاءالدین صدیقی

# عرض مصنف

جس کے ناموں کی نہیں ہے انتہاء
ابتداء کرتا ہوں اس کے نام سے

محترم قارئین!

میرا تعلق محکمہ پولیس سے ہے عموماً یہ تصور کیا جاتا ہے کہ محکمہ پولیس سے متعلقہ افراد کو شاعری یا تصوف سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اس محکمہ میں بہت سے دانش وراور اہل قلم حضرات موجود ہیں جن میں سابق آئی جی پنجاب جناب چوہدری سردار محمد......سابق آئی جی جناب اظہر حسن ندیم...... ڈی آئی جی جناب ذوالفقار احمد چیمہ......ڈی آئی جی جناب مرزا شمس الحسن......ڈی آئی جی جناب احمد مبارک احمد......ڈی آئی جی جناب سیّد ظفر عباس بخاری......ایس پی ریٹائرڈ جناب احمد یار خاں......عمران اعظم رضا آفس سپرنٹنڈنٹ آف پولیس گوجرانوالہ اور انسپکٹر غلام عباس قابل ذکر ہیں۔ راقم الحروف کا تعلق کماپور چشتیاں تحصیل پسرور کے اُس سید خاندان سے ہے جس نے دین اسلام کے فروغ اور تصوف کی تعلیم عام کرنے میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ راقم نے ملک وقوم کی خدمت جذبہ کے پیش نظر ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ پولیس میں کمیشن حاصل کر کے اے ایس آئی بھرتی ہوا، اوردوران ملازمت مزید تعلیم پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے اور ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے زیر نظر کتاب تالیف کرنے کی توفیق عنائت

کی۔

راقم الحروف نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین کے لئے درج ذیل کتب جن میں ’’تاج العارفین‘‘ جناب پیر اجمل چشتی آف چشتیاں شریف اور ’’آل عمر فاروقؓ‘‘ جناب محمد اختر چشتی آف کماپور چشتیاں تحصیل پسرور اور شجرہ مبارک، مراۃ الرحمٰن، پنج گنج چشتی حضرت عمرالدین طالب گڑشنکری، رسالہ قشیریہ، سیرت وسوانح اور اسلامی انسائیکلوپیڈیا سے استفادہ کیا۔ اسی طرح دیوان مودود مسعود چشتی (سجادہ نشین) کے صاحبزادے پیر عثمان فرید چشتی نے بھی خانوادئے بابا فریدؒ کے بارے میں مفید معلومات فراہم کیں۔

اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ ترتیب کے لحاظ سے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کا تذکرہ کیا گیا ہے جس ترتیب سے جبہ چشتی بزرگان چشت اہل بہشت کو عطا ہوتا رہا۔ اسی نسبت سے کتاب ہذا کا نام ’’جبہ مبارک‘‘ رکھا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں بزرگان چشت کا تذکرہ جمیل ہے۔

جبکہ حصہ دوئم میں تصوف کی تعلیم وتاریخ اور اس کے فلسفہ پر روشنی ڈالی گئی ہے جو تاریخ کے طالب علم کے لیے انمول خزانہ ہے اور قارئین کے لیے مشعل راہ ہے سماع، بیعت، چلہ کشی، شرک، دعا، ولی اور ولی کے اوصاف جیسے مسائل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کے لئے علم کی روشنی اور روح کی بالیدگی کا ذریعہ بنے گی۔

راقم جانشین ابوالبیان شیخ طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی مدظلہٗ کا انتہائی شکر گزار ہے جنہوں نے کمال شفقت سے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے ناظم اعلیٰ جناب محمد سعید احمد صدیقی، محمد اکرم چوہان ایڈووکیٹ اور شعبہ تحقیق ’’ابوالبیان ریسرچ انسٹی ٹیوٹ‘‘ کے نوجوان علماء

علامہ محمد نوید اقبال مجددی اور علامہ حافظ تنویر حسین مجددی (مدیر ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام) کی اس کتاب پر نقد و نظر کی ڈیوٹی لگائی۔ ان احباب سے مشاورت کے نتیجہ میں بعض اہم اضافہ جات و تراہیم بھی کی گئی ہیں۔ نیز تنظیم الاسلام گرافکس کے جناب محمد ندیم ارشد مجددی اور محمد جاوید احمد مجددی بھی قابل ستائش ہیں جنہوں نے اس کتاب کی ڈیزائننگ اور کمپوزنگ کیلئے انتہائی جانفشانی سے کام کیا۔ جزاھم اللّٰہ احسن الجزاء

زیر نظر کتاب کے مسودہ کی پروف ریڈنگ اور اپنے تاثرات قلمبند کروانے پر میں جناب عصمت اللہ نوشاہی نوشہرہ ورکاں (ایم اے فاضل اردو)......کالم نویس و عالم دین جناب پیر محمد اشرف شاکر...... پروفیسر نرگس جاوید صاحبہ پرنسپل سٹی کالج برائے خواتین گوجرانوالہ...... جناب پروفیسر داؤدالحسن گورنمنٹ کالج آف کامرس نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ...... حکیم ایم نسیم صادق صدر حصول امن پاکستان گوجرانوالہ اور نوجوان صحافی کالم نگار بدر ظہور چشتی جنہوں نے اس کتاب کی تالیف کے لئے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ راقم ان تمام حضرات کے لئے دعا گو ہے۔

عبدالرؤف چشتی
بی اے، ایل ایل بی
ڈی ایس پی پنجاب پولیس
0300-8430750

# فہرست

# حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

تو رحیم بھی ہے تو رحماں بھی اے رب ذوالجلال
تو یہاں بھی ہے تو وہاں بھی اے رب ذوالجلال

تیری شان کیا تیرا احسان کیا اے رب ذوالجلال
تو باطن بھی ہے تو عیاں بھی اے رب ذوالجلال

بے شک وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآء اے خدا میرے
جنت میں عطا کر تو اعلیٰ مکاں بھی اے رب ذوالجلال

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ کچھ شک اس میں نہیں
غم دنیا ہو، نہ غم آخرت ہے یہی آہ و فغاں بھی اے رب ذوالجلال

گداگر ہوں تیرے ہی در کا میں اے خدا
مجھ پہ ہو جا تو مہرباں بھی اے رب ذوالجلال

نتیجہ فکر......عبدالرؤف چشتی

# نعت رسول مقبول ﷺ

تجھ پہ قربان دل و جان مدینے والے
تو میرا مان میری آن مدینے والے

تیری رحمت سے ہے آباد یہ دنیا میری
سب کا تو ہی ہے نگہبان مدینے والے

تیری شفقت تیری الفت تیری رحمت آقا
سب پہ یکساں ہے مہربان مدینے والے

ذرہ ذرہ ہے تیرے نور سے روشن مولا
پتے پتے کی رگ و جان مدینے والے

آئے کتنے ہی نبی اور پیغمبر اعلیٰ
سب سے افضل ہے تیری شان مدینے والے

کر کے پوری یہ تمنا آج چشتی کی
رکھ لو بھرم اور میرا مان مدینے والے

نتیجہ فکر...... عبدالرؤف چشتی

# تعارف جبہ مبارک

جبہ کے معنی ہیں پہننے والا لباس۔ جس جبہ کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے یہ وہ پیراہن ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات پہنایا۔ جس کی مختصر تاریخ اس طرح ہے کہ نزول وحی سے گیارھویں سال ستائیسویں ماہ رجب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوا اور خدائے پاک کے حکم سے بہشتی پیراہن جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو پہنایا۔ اصحاب سیر کے مطابق وہ پیراہن مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا ہوا اور حضرت خواجہ روشن چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ تک دست بدست پہنچا، بعد میں اس کا نام جبہ چشتی رکھا گیا۔

حضور پاک ﷺ نے اس جبہ شریف کو آگے صحابہ کرام کو دینے کا ارادہ کیا جس کی تفصیل سیر الاقطاب میں اس طرح تحریر ہے کہ ایک روز حضرت رسول مکرم ﷺ نے ہر چہار اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کو اپنے روبرو طلب فرمایا اور پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا...... کہ اگر وہ فقر کا جبہ میں آپ کو عطا کروں، آپ اس کا شکریہ کیسے ادا کریں گے؟...... عرض کیا کہ میں صدق، راستی اور حق گوئی کا پیشہ اختیار کروں گا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمان ہوا...... اگر جبہ آپ کو دیا جائے تو آپ کیا کام کریں گے؟...... عرض کیا کہ میں عدل کروں گا، مظلوموں اور مسکینوں کی دادرسی کرتا رہوں گا اور کفار کوان کے کفر کی سزا دوں گا۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اگر جبہ مذکورہ آپ کو مرحمت ہو تو آپ اس کے عوض میں کیا کریں گے؟...... عرض کیا کہ میں زیادہ حیاء، ارادت مندی، عاجزوں پر احسان اور بھوکوں کو طعام دوں گا۔ پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اے ابن ابی طالب اگر یہ فقر کی خلعت آپ کو عطا کی جائے تو آپ کیا کام کریں گے؟...... عرض کیا کہ خلق خدا کی پردہ پوشی کروں گا اور گنہگاروں کے عیب کو چھپاؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرحبا اے علی تیرا شکریہ۔ تیرا جواب میری مرضی کے مطابق اور خدائے پاک جل شانہٗ کے حکم کے موافق ہے۔ اس جبہ فقر کا پہننا آپ کو مبارک ہو۔ آپ چہاردہ (۱۴) طریق صوفیاء کرام کے سردار اور امام الاولیاء ہوئے۔ بعض کتب سیر میں جبہ شریف کے سوا کلاہ یک ترکی و دوترکی و سہ ترکی و چہار ترکی کا ذکر بھی درج ہے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خواجہ حسن بصری کو یہ جبہ شریف عطا کیا۔ تذکرۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ وہ جبہ بہشتی جو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات خدائے پاک کی جناب سے لائے تھے اور آپ نے حضرت امام الاولیاء رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تھا، وہی جبہ خلافت اور منشور اجازت کے وقت حضرت خواجہ کو مرحمت ہوا۔ دست بدست پیران چشت اہل بہشت میں چلا آیا ہے اور بعد میں اس کا نام ''جبہ چشتی'' مقرر ہوا۔

## تبرکات کی برکات

قرآن پاک کی سورت بقرہ اس طرح ذکر ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا جس میں انبیاء اکرام علیہم السلام کے کچھ تبرکات مبارک یعنی حضرت

ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء مبارک اور جبہ شریف تھا۔

بنی اسرائیل پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی یا کبھی جنگ وغیرہ میں فتح و نصرت کی ضرورت پیش آتی تو وہ صندوق سامنے رکھ کر دعا مانگتے ...... یا اللہ اپنے نبی موسیٰ کے عصاء اور ہارون کے عمامہ یعنی دستار مبارک کا صدقہ ہماری نصرت فرما۔ موسیٰ کے جبہ کا واسطہ ہمیں فتح عنایت فرما...... تو اللہ تعالیٰ اس جبہ کے صدقہ میں ان کی مدد فرماتے۔

قوم عمالقہ ایک سخت طاقتور قبیلہ تھا جو فلسطین کے اکثر رقبہ پر قابض تھا۔ ان کے پاس بنی اسرائیل سے چھینا ہوا ایک صندوق تھا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل مصائب و آلام میں مبتلا ہو گئے۔ اس زمانہ میں اللہ کے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام نے ان پر طالوت کو امیر مقرر فرمایا۔ اس تقرری پر قوم نے اعتراض کیا تو حضرت سموئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تقرر اللہ کے حکم پر ہے مگر قوم نے اس تقرر کو منجانب اللہ ہونیکی نشانی مانگ لی۔ تو حضرت سموئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی سلطنت میں تمہارا چھینا ہوا وہ صندوق واپس تمہیں ملے گا...... جس کا ذکر قرآن اس انداز میں بیان کرتا ہے

اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِکَةُ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورۃ بقرہ: ۲۴۸)

یعنی آئے گا تمہارے پاس اک تابوت جس میں (تمہارے لیے) تمہارے رب کی طرف سے سکینہ اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی باقی ماندہ کچھ

چیزیں ہیں جو فرشتے لائیں گے، اگر ایمان والے ہو تو اس میں ضرور تمہارے لئے نشانی ہے۔ پھر جب قوم عمالقہ کے ساتھ مقابلہ ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ فرشتے بیل گاڑی پر اس تابوت کو بحفاظت لا رہے ہیں۔ ان کی تسلی اور تسکین کا سامان جب پہنچا تو انہوں نے اس کو سامنے رکھ کر دعا مانگی ...... یا اللہ ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور موسیٰ علیہ السلام کے جبہ کا صدقہ ہم کو فتح عطا فرما تو اللہ کریم نے ان کو اپنے جلیل القدر پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے جبہ کے طفیل فتح سے ہمکنار فرما دیا۔

قرآن پاک کی سورہ یوسف سے ماخوذ ہے کہ جب برادران حضرت یوسف علیہ السلام کنعان سے مصر غلہ لینے گئے تو بنیامین بھی ساتھ تھے جو حقیقی بھائی تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہچان لیا۔ تعارف کے بعد اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے احوال دریافت کیے تو بنیامین نے بتلایا کہ والد گرامی تمہاری جدائی میں رو رو کر بصارت ختم کر بیٹھے ہیں۔ غم فرقت میں بینائی جاتی رہی ہے۔ اب قرآن فرماتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا (یوسف:۹۳)

یہ میرا جبہ لے جاؤ...... اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈالو گے تو بصارت واپس آ جائے گی۔ بنیامین جب جبہ حضرت یوسف علیہ السلام کا لے کر روانہ ہوئے تو سینکڑوں میل کی مسافت سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے محسوس فرما لیا اور کہا اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنَ بے شک میں آج یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ اگر تم مجھ کو بے وقوف نہ کہو (بے شک میرا بیٹا زندہ ہے)۔ ایک بات کا مزید علم ہوا کہ پیغمبر اللہ کے فضل سے سینکڑوں میل کی دوری کے باوجود غیب کی خبر رکھتا ہے۔ پھر جب یہ جبہ حضرت یعقوب تک پہنچ گیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر جبہ ڈالا گیا تو اس

کی برکت سے حضرت یعقوب کی قوت بصارت یعنی آنکھوں کا (ظاہری) نور واپس آ گیا۔اس کو اللہ قرآن مجید میں اس طرح فرماتے ہیں:

فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا (یوسف:۹۶)

جب پہنچ گیا خوشخبری سنانے والا وہ جبہ چہرہ پر ڈالا گیا تو آپ بینا ہو گئے۔حقیقت ہے کہ چشم بینا ہو تو جبہ کی برکت سے ملنے والی یہ بصارت،تبرکات صالحین کے نافع ہونے کی لاجواب دلیل ہے۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کو تبرکاً اپنی چادر عنایت فرمائی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب فوت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض بطور کفن انہیں پہنا دی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عبداللہ بن انیس کو خود خرقہ عطا فرمایا......جو بعد میں ان کی وصیت کے مطابق قبر میں ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دور مبارک میں ہی حضرت اویس قرنیؒ ولی کامل ہوئے ہیں جو یمن میں رہتے تھے۔مگر کسی حدیث مبارکہ سے حضرت اویس قرنیؒ کی ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اویس قرنیؒ کے بارے میں تمام معلومات تھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ،حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اپنا جبہ مبارک دے کر حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کے پاس یمن بھجوایا اور ساتھ ہی حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کا حلیہ اور ہاتھ کی ہتھیلی پر نشان تک بھی بتا دے اور تلقین کی کہ یہ جبہ مبارک حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کر کے سلام پیش کرنا اور میری امت کی بخشش کیلئے دعا کی درخواست کرنا۔چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق تینوں صحابہ کرام یمن کی طرف چل

دیے اور یمن پہنچ کر حضرت اویس قرنیؒ کے بارے میں دریافت کیا تو چند افراد نے بتایا کہ ایک درویش اور ضعیف شخص جنگل میں رہتا ہے اس کے نام اور اصل مقام کا علم نہ ہے چنانچہ تینوں حضرت خواجہ صاحب کی تلاش میں جنگل کی طرف چل پڑے جہاں کروسے ایک شخص ملا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر حضرت خواجہ صاحب نے اپنا نام عبداللہ بتایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا کہ عبداللہ تو میں بھی ہوں آپ اپنا اصل نام بتائیں تو پھر خواجہؒ نے اپنا نام محمد اویس بتلایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی کو دیکھا تو وہ نشانی جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی موجود تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور اپنی امت کیلئے دعا کی درخواست کی ہے۔ حضرت خواجہ اویس قرنیؒ ''جبہ مبارک'' وصول پا کر بہت خوش ہوئے اور تھوڑے فاصلہ پر ایک طرف بیٹھ گئے اور ''جبہ مبارک'' کو اپنے سامنے رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی بخشش کیلئے دعا مانگنی شروع کردی تو تینوں صحابہ کرام بھی حضرت خواجہ صاحب کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت خواجہؒ نے کہا کہ اگر آپ تھوڑی دیر رُک جاتے تو آج ساری امت کی بخشش ہو جاتی۔

# حصہ اوّل

# انسان کی تخلیق

اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے، یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ انسان کیا ہے؟ اور کس طرح اس کی تخلیق ہوئی؟۔ بعض غیر مسلم مفکرین نے انسان کی ارتقائی منازل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان پہلے بندر کی شکل میں تھا جو بتدریج ارتقائی منازل طے کرتا ہوا موجودہ شکل میں آیا یہ انتہائی غلط و بے بنیاد نظریہ ہے۔ میں ان سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ حدیث قدسی ہے ان اللّٰہ تعالیٰ خلق ادم علی صورتہ کہ بے شک اللہ نے آدم کو اپنی صورت (صفت) پر بنایا ابن آدم انسان ''اشرف المخلوقات'' ہے اس کی تخلیق کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے ''اور ہم نے انسان کو سوکھی ہوئی مٹی سے، سیاہ کیچڑ سے جو متغیر ہو چکا تھا، پیدا کیا اور جنوں کو ہم نے تیز آگ سے پیدا کیا اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں انسان کو سوکھی ہوئی مٹی، سیاہ متغیر کیچڑ سے پیدا کرنے والا ہوں اور جب میں اسے تکمیل کو پہنچاؤں اور اپنی روح اس میں پھونکوں تو تم اس کے لئے سجدہ کرنا...... تو سارے فرشتوں نے فرمانبرداری کی مگر ابلیس نے انکار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

مَا مَنَعَکَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ (الاعراف:۱۲)

اے ابلیس کس نے روکا تم کو آدم کو سجدہ کرنے سے؟

اس نے کہا:

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (الاعراف:۱۲)

اس لئے کہ میں بہتر ہوں اس سے کیونکہ میں پیدا ہوا ہوں آگ سے یہ پیدا ہوا ہے مٹی سے......

کہا!...... فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ o وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (ص:۷۷،۷۸)

تو اس سے نکل جا، کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے اور تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

اس نے کہا! میرے رب تو مجھے اس دن تک مہلت دے، جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔ کہا گیا تجھے مہلت ہے، ایک معلوم وقت تک۔ اس نے کہا۔ میرے رب جس طرح تو نے مجھے گمراہ ٹھہرایا ہے (اسی طرح) میں انہیں زمین میں خوب صورت بن کر دکھاؤں گا اور ان سب کو ناکام رکھوں گا، سوائے تیرے خاص بندوں کے۔ فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے میری طرف کہ میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر وہ جو جاہلوں میں سے ہوں گے جو تیرے پیچھے چلیں، اور یقیناً ان سب کی جگہ دوزخ مقرر ہے۔ جس کے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کے لئے ان میں سے ایک حصہ الگ کر دیا گیا ہے...... جبکہ متقی جنتوں اور چشموں میں رہیں گے اور ان میں سلامتی سے امن کے ساتھ داخل ہو جائینگے اور جو ان کے دلوں میں کچھ کدورت ہو گی ہم اسے نکال دیں گے وہ بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تختوں پر ہوں گے۔ انہیں اس میں کوئی تکلیف نہ ہو گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بخشنے والا رحم کرنے والا ہوں اور یہ کہ میرا عذاب درد ناک ہے۔" (۱۵=۲۶ تا ۵۰)

انسان کی جسمانی پیدائش کے نکات بھی قرآن مجید میں متعدد مقامات پر زیر بحث آئے ہیں۔ارشاد ہوا ہے:

''اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ جی کر اٹھنے میں شک ہے تو (غور کرو) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے، پھر لوتھڑے سے، پھر گوشت کے ٹکڑے سے، جو پورا اور ادھورا بن جاتا ہے تا کہ تمہارے لئے کھول کر بیان کر دیں اور ہم جو چاہتے ہیں رحموں میں ایک مقررہ وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں بچہ بنا کر نکالتے ہیں تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی ایسا ہے جو وفات اور کوئی تم میں سے بڑھاپے کی طرف لوٹایا جاتا ہے تا کہ علم حاصل کرنے کے بعد وہ بے علم ہو جائے......'' (۲۲۔۵)

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ۝ اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی ۝ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۝ فَجَعَلَ مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی ۝ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِیَ الۡمَوۡتٰی ۝ (القیامہ:۳۶ تا ۴۰)

''کیا انسان نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر وہ لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اس کا جسم بنایا اور اس کے اعضاء درست کئے پھر اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ خدا اس پر قادر نہیں کہ مرنے والوں کو پھر سے زندہ کر دے؟''

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام مخلوقات میں اشرف ترین مقام دیا ہے اور اسے اپنی بہترین مخلوق قرار دیا ہے، جسے بہترین صورت و ہیئت میں پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ التین میں ارشاد ہوا ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ (التین:۴) ''یقیناً ہم نے انسان

کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔''

یہ بہترین صورت فرمان خداوندی کے مطابق خدا کی اپنی فطرت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا۔'' یہ صورت اللہ تعالیٰ کی فطری ہے۔ قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے:

''اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کی بنائی ہوئی میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الروم: ۳۰)

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَكَانَ اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ

''ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔''

ان مباحث سے انسان کی تخلیق، زمین پر اس کے منصب، دین اور نظریۂ حیات پر روشنی پڑتی ہے۔ انسان نے کبھی بھی بذات خود یہ کوشش نہیں کی کہ اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھے چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

''ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور تری میں سواریاں دیں اور انہیں پاک چیزوں سے رزق عطا کیا اور بہت سی ان چیزوں پر جو ہم نے پیدا کیں، ان کو ایک طرح کی فضیلت عطا کی ہے۔'' (الاعراف)

انسان اس دنیا میں خدا کے نائب کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا وہ اس کائنات میں تصرف کرنے کا حقدار ہے۔ اس فرض نیابت کو ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خدا کے سوا اور کسی کے آگے نہ جھکے...... دنیا کی اشیاء کو خدا کے احکام کی حدود

میں رہتے ہوئے استعمال کرے ......انہیں امانت سمجھے ......اپنے اعمال خدا کے قانون کے مطابق انجام دے اور قیامت کے روز جواب دہی کو پیش نظر رکھے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس دنیا میں انسان کسی خاص مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے گویا اس کا کوئی اپنا نصب العین ہے، جس کے لئے اسے زندگی بسر کرنا ہے۔ انسان کامل ''مکمل انسان'' تصوف کی ایک اصطلاح ہے جو انسانیت کے اعلیٰ ترین نمونے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔'' وہ انسان جس نے ذات باری سے اپنی بنیادی وحدت کا احساس پورے طور پر کرلیا ہو اور وہ انسان جو بعض اسمائے الٰہیہ سے متصف ہو۔'' حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے غالباً سب سے پہلے اس اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔ عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی کی ایک مشہور تصنیف کا نام ''الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل'' ہے انہوں نے اس نظریے کو بڑے اچھے اور باضابطہ انداز میں بیان کیا ہے ان کے نزدیک'' ذات وہ ہے جس کی طرف اسماء وصفات منسوب کئے جاتے ہیں گویا ذات اور صفات ذات میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ممکن ہے وہ موجود ہوں اور عین ممکن ہے وہ موجود نہ ہوں۔ موجود یا تو وجود محض (خدا) ہے یا وہ جس میں ممکن الوجود بھی شامل ہو۔ آخری درجہ تجلی ذات کا ہے جس سے انسان کامل میں الوہیت کے انداز پیدا ہو جاتے ہیں اور اس درجہ میں پہنچ کر وہ کائنات کا قطب اور اسے قائم و برقرار رکھنے کا وسیلہ بن جاتا ہے اور اس طرح خدائی اور انسانی دونوں صفتوں سے متصف ہو کر وہ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک رابطہ بن جاتا ہے۔ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے عرش کا......اس کی عقل اللہ تعالیٰ کے قلم (کلام) کی ......اس کا نفس لوح محفوظ اور فطرت عناصر کا مترادف بن جاتا ہے اور وہ الحق ہو جاتا ہے۔'' اسی چیز کو علامہ اقبال نے بھی یوں پیش کیا ہے

ع ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُه‘ هَرْوَلَةً

"اگر میرا بندہ ایک بالشت برابر میرے قریب آئے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں...... اگر وہ ایک بازو کے برابر میرے نزدیک آئے تو میں دو بازوؤں کے برابر اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں...... اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں"

اور ایک روایت میں ہے کہ

وہ ایک بار کہتا ہے یا اللہ تو میں ستر بار کہتا ہوں لبیک یاعبدی یاعبدی یاعبدی

آنحضور ﷺ تمام انسانوں میں اکمل ترین انسان ہیں گویا انسان کامل آنحضور ﷺ کا خطاب ہے۔

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشقِ بے ثبات
تو کائناتِ حُسن ہے یا حُسنِ کائنات

# حضرت ابراہیم علیہ السلام تاریخ کے آئینہ میں

حضرت ابراہیمؑ نبی، پیغمبر، ابوالانبیاء، خلیل اللہ، امام الناس ابن تارخ بن ناحور بن ساروغ، بن ارغو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس دوست برگزیدہ اور پیارے نبی کو قرآن مجید میں امتہ (النحل:۱۲۰)، امام الناس (البقرہ،۱۲۴)، حنیف اور مسلم (آل عمران، ٦٧) کے نام سے بار بار یاد کیا ہے۔ اکثر انبیائے کرام انہی کی اولاد سے ہیں۔

ابراہیمؑ کے نام کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بائبل کا بیان ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے

''دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا اور تیرا نام ابرام نہیں بلکہ ابراہام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے قوموں کا باپ بنایا ہے۔ (پیدائش:۱۷۔۵)

اکثر ماہرین کے نزدیک ابراہام یا ابراہیم عجمی لفظ ہے ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ کا نام ابرام ہو اور پھر ابراہام یا ابورہام ہو گیا ہو۔

تورات کی رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ۲۲۰۰ ق۔م میں عراق کے قصبہ عر (ار) میں پیدا ہوئے۔ ناحور اور حاران ان کے بھائی تھے اور حضرت لوط علیہ السلام، حاران کے بیٹے تھے۔ قرآن حکیم اور تورات اس امر پر متفق ہیں کہ آپ کی قوم بت پرست تھی آپ کے والد کا نام تورات میں تارخ لکھا ہے لیکن قرآن حکیم میں آپ کے چچا آزر کو اَبْ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے جو باپ، چچا، دادا، ماموں،

نانا اور دیگر خاندان کی بزرگ ہستیوں کے لئے عام لفظ ہے اور سب پر بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم اس بات پر گواہ ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے وصال سے قبل اپنی اولاد کو جمع کر کے ان سے ملت ابراہیمی پر قائم رہنے کے لئے عہد لیا اور ان سے سوال کیا ماتعبدون من بعدی یعنی تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے فوراً یوں جواب دیا

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (البقرہ:۱۳۳)

ہم آپ کے اور آپ کے آباء حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کے خدائے واحد کی عبادت کریں گے۔

قارئین محترم! حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد کا نام حضرت اسحاقؑ ہے حضرت اسماعیلؑ آپ کے تایا لگتے ہیں جو حضرت اسحاق علیہ السلام سے چودہ سال بڑے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے دادا ہیں۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ یہاں باپ، تایا اور دادا تینوں کے لئے ایک ہی لفظ آباء (اَبْ کی جمع) استعمال کیا گیا ہے ثابت ہوا کہ لفظ اَبْ ایک عام لفظ ہے جو خاندانی تمام بزرگوں کیلئے استعمال ہوسکتا ہے اور اس سے صرف والد حقیقی مراد لینا درست نہیں نہ عقلی طور پر نہ نقلی طور پر۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے حقیقی والد کا نام تارخ ہی ہے جو کہ اللہ رب العزت کی وحدانیت کو ماننے والے اور اس ذات میں شرک سے کوسوں دور تھے چونکہ قرآن میں آزر کے لئے اَبْ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے باپ۔ یہ آپ کا باپ ہے والد نہیں۔ والد وہ ہوتا ہے جس کے مادۂ تولید سے وہ بچہ پیدا ہوا ہو۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بت پرست چچا آذر کے پاس ہی رہتے تھے جس کی بناء پر بعض تاریخ نویسوں کو غلطی لگی اور انہوں نے آپ کے والد کو بت پرست کہہ دیا العیاذ باللّٰہ منہا

نبی ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا ہے نہ اس کی ماں مشرکہ ہوتی ہے نہ باپ۔ قرآن میں جہاں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اَبْ کا ذکر ہے اس سے مراد آپ کا چچا ہے جس کو مجازی طور پر آپ کا باپ کہہ کے پکارا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَاماً اٰلِهَةً (الانعام:۷۴)

ترجمہ: جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) آزر کو کہ کیا پکڑ رکھا ہے تم نے بتوں کو معبود۔

ابراہیم علیہ السلام نے جو بحث کی تو سب جگہ باپ یعنی اَبِـی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر کے اختلاف عقائد کو جس طرح نمایاں کیا گیا ہے اور جس طرح آپ اپنی قوم کے شرک سے متنفر اور متصادم ہوئے اس سے ہم آپ کی عظمت و جلالت کے جلووں کو بھی پا سکتے ہیں اور اپنے لئے شمع ہدایت بھی روشن کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو ''ملت ابراہیمیہ'' ہونے پر فخر ہے۔

قرآن حکیم کی رو سے آپ کو بچپن ہی میں ''رشد'' (الانبیاء:۵۱) اور قلب سلیم (الصفات:۸۴) عطا ہوا اور کائنات کے مشاہدے سے آپ کو یقین کامل حاصل ہوا (الانعام:۷۵) اور حیات بعد الموت کے راز سے آگاہی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے تشفی فرمائی۔ (البقرہ:۲۶۰)

تالمود میں جو یہودیوں کی کتاب ہے، سیرت ابراہیم علیہ السلام کے عراقی دور کا حوالہ ملتا ہے جو قرآن حکیم کے مقابلے میں خلاف واقعہ اور بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ تالمود کی رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کے روز نجومیوں نے آسمان پر ایک علامت دیکھ کر نمرود بادشاہ کو مشورہ دیا کہ تارخ کے ہاں جو بچہ پیدا ہو، اسے قتل کر دے چنانچہ نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوا مگر تارخ نے اپنی بیوی اور بچے کو ایک غار میں چھپا دیا، جہاں وہ دس برس تک رہے۔ گیارہویں سال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیج دیا جہاں وہ انتالیس برس رہے وغیرہ وغیرہ۔ (۱۱۔۲۹،۱۷۔۱۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام شروع ہی سے بت پرستی کے خلاف تھے ان کی قوم کا سب سے بڑا دیوتا سورج تھا آپ نے تبلیغ دین کے سلسلے میں سب سے پہلے اپنے چچا کو سمجھانے کی کوشش کی۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے چچا کا مباحثہ اس طرح سے مذکور ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم:۴۱) ”اور کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر، وہ صدیق نبی تھا۔ جب اس نے اپنے باپ یعنی چچا سے کہا اے میرے بزرگ تو کیوں اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تیرے کچھ کام آسکتا ہے۔ اے میرے چچا مجھے وہ علم ملا ہے، جو تجھے نہیں ملا سو تو میری پیروی کر میں تجھے سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔

اے میرے چچا! شیطان کی عبادت نہ کر، کیونکہ شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔ اے میرے چچا میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمان کی طرف سے کوئی عذاب نہ آ پہنچے اور تو شیطان کا دوست بن جائے۔

اس نے کہا، اے ابراہیم علیہ السلام کیا تو میرے معبودوں سے منہ موڑتا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور تو ایک مدت مجھ سے الگ ہو جا۔

کہا، تجھ پر سلامتی ہو، میں اپنے رب سے تیرے لئے استغفار کروں گا، وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم سے اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، الگ ہوتا ہوں اور میں اپنے رب سے دعا کروں گا، امید ہے میں اپنے رب سے دعا کر کے محروم نہیں رہوں گا۔'' (مریم۔۴۱ تا ۴۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کو کن کن دلائل سے رد کیا اس کی بھی ایک جھلک قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (اَبْ) آزر سے کہا تو بتوں کو معبود بناتا ہے، میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں اور اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھاتے رہے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو''۔

سو جب اس پر رات چھا گئی اس نے ستارہ دیکھا۔ کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ سو جب وہ ڈوب گیا، کہا، میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا کہا، کیا یہ میرا رب ہے؟ سو جب وہ ڈوب گیا، کہا، اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔

فَلَمَّا رَاَی الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَا اَکْبَرُ (الانعام:۷۸)

پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا، کہا، کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکَ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اے میری قوم میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الانعام:۷۹) میں نے یکسو ہو کر اپنا منہ اس کی طرف کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ......اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا کہا، کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو اور اس نے مجھے یقیناً ہدایت کی ہے اور میں اس سے نہیں ڈرتا، جس کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو، ہاں یہ کہ میرا رب کچھ چاہے۔ میرے رب کا علم تمام چیزوں کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟۔

اور میں کس طرح اس سے ڈروں، جس کو تم شریک بناتے ہو اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ اسے شریک بنایا ہے، جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نہیں اتاری پس (بتاؤ) دونوں گروہوں میں سے کون امن کا زیادہ حق دار ہے اگر تم جانتے ہو۔"

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک سے باز رکھنا چاہا اور جب وہ نہ مانے تو ایک بار جب سارے لوگ کسی تہوار پر گئے ہوئے تھے آپ نے تمام بتوں کو توڑ دیا اور کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ اس پر قوم بہت سیخ پا ہوئی اور آپ کے لئے سزا تجویز کرنے لگی۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔

"جب اس نے اپنے اَب اور اپنی قوم سے کہا، یہ مورتیاں کیا ہیں جن کی تعظیم میں تم لگے ہو (یعنی عبادت کرتے ہو) انہوں نے کہا ہم نے اپنے بڑوں کو (اسی طرح) عبادت کرتے ہوئے پایا۔ کہا، تم اور تمہارے بزرگ کھلی گمراہی میں تھے انھوں نے کہا، کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے یا دل لگی کرنے والوں میں سے ہے؟

کہا، (یہ تمہارے خدا نہیں) بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں اور اللہ کی قسم میں تمہارے پیٹھ پیچھے، چلے جانے کے بعد تمہارے بتوں کو تکلیف پہنچاؤں گا۔

تالمود کے بیان کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بھتیجی سارہ سے نکاح کر لیا اور جب ابراہیم علیہ السلام پچاس برس کے تھے، تو آپ حضرت نوح علیہ السلام کا گھر چھوڑ کر اپنے چچا کے گھر آ گئے جہاں بارہ مہینوں سے منسوب بارہ بتوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ آپ نے پہلے تو چچا کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن جب وہ نہ مانا تو آپ نے ان بتوں کو توڑ دیا۔ آزر نے نمرود سے شکایت کی کہ پچاس برس پہلے میرے ہاں جو لڑکا پیدا ہوا تھا، آج اس نے یہ حرکت کی ہے۔ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر باز پرس کی تو آپ نے سخت لہجہ میں جواب دیا۔ نمرود نے آپ کو جیل بھجوا دیا اور معاملہ اپنی کونسل کے سپرد کر دیا۔ کونسل کے ارکان نے مشورہ دیا کہ اس شخص کو آگ میں ڈال دیا جائے چنانچہ آگ کا بڑا الاؤ تیار کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کے بھائی اور خسر حاران کو بھی آگ میں ڈال دیا گیا کیونکہ نمرود نے جب تارخ سے یہ پوچھا کہ تیرے بیٹے کو تو میں نے پیدائش کے روز ہی قتل کرنا چاہا تھا مگر تو نے اسے بچا کر دوسرا بچہ کیوں قتل کروایا تو اس نے کہا کہ میں نے حاران کے کہنے پر یہ حرکت کی تھی اس لئے اسے بھی مستوجبِ سزا گردانا گیا۔

آگ میں گرتے ہی حاران جل مرا اور لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ٹہل رہے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى إِبْرَاهِيمَ (الانبیاء:٦٩)

"ہم نے کہا، اے آگ! ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈک اور سلامتی والی

ہو جا۔!'' (نیز دیکھئے ''آتش نمرود)

اسی دور میں نمرود نے بھی آپ سے مناظرہ کیا تھا اور کہا تھا کہ میرے معبود نے مجھے ملک وسلطنت بخشی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ میرا معبود اور پروردگار تو وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے نمرود نے کہا: اَنَا اُحْیِیْ وَاُمِیْتُ میں بھی (جسے چاہوں) زندہ رہنے دوں اور (جسے چاہوں) مار ڈالوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس کی جہالت دیکھی کہ یہ زندگی موت جانتا ہی نہیں تو دوسرا سوال کر دیا فرمایا میرا رب سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اگر سچا ہے تو فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ اسے مغرب سے نکال اس پر وہ کافر ہکا بکا رہ گیا۔ (البقرہ: ۲۵۸)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے محفوظ رکھا تو آپ اپنے گھرانے سمیت جن میں حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے شام کی طرف ہجرت کر گئے لیکن آپ کے ساتھ آزر نہیں تھا جیسا کہ تالمود کا بیان ہے اس کی رو سے آپ کے والد تارخ کی وفات حاران میں ہوئی اور وہ آپ کے ہمراہ تھا۔

کنعان کے علاقے میں مقیم ہونے کے بعد آپ نے اولاد کے لئے دعا کی

''اے میرے پروردگار! مجھے ایک نیک بیٹا عطا کر۔'' (الصافات: ۱۰۰)

سارہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ خوب صورت تو تھی لیکن بانجھ عورت تھی جب آپ مصر پہنچے تو فرعون مصر نے اس کی خوب صورتی کے پیش نظر اسے اپنے محل میں رکھنا چاہا۔ اس موقعہ پر تورات میں آپ کو کاذب کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنی ستر سالہ بیوی سارہ کو دینی بہن کہہ کر مصریوں کی دسترس سے محفوظ رکھنا چاہا۔ چنانچہ بائبل میں آیا ہے

''سو جب ابراہام مصر پہنچا، مصریوں نے اس کی عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت

خوبصورت ہے اور فرعون کے امیروں نے بھی اسے دیکھا اور فرعون کے حضور اس کی تعریف کی اور اس عورت کو فرعون کے گھر لے گئے اور اس نے اس کے سبب ابراہام پر احسان کیا کہ اس کو بھیڑ بکری یا گائے بیل، گدھے اور غلام لونڈی اور گدھیاں اور اونٹ ملے پھر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان کو ابراہام کی بیوی سری (سارہ) کے سبب بڑی مار دی تب فرعون نے ابراہام کو بلا کر اس سے کہا کہ تو نے مجھ سے کیا کہا؟ کیوں نہ بتایا کہ یہ میری بیوی ہے، تو نے کیوں کہا کہ یہ میری بہن ہے؟ یہاں تک کہ میں نے اسے اپنی جورو بنانے کو لیا۔ دیکھ یہ تیری بیوی حاضر ہے اسے لے اور چلا جا اور فرعون نے اس کے حق میں لوگوں کو حکم دیا تب انہوں نے اسے اور اس کی بیوی کو، اور جو کچھ اس کا تھا دے کر روانہ کیا۔'' (پیدائش:۱۴تا۲۰)

یوسف ظفر اپنی کتاب ''یہودیت'' میں ابن خلدون اور تورات کے دیگر مفسرین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ فرعون نے اپنی بیٹی ہاجرہ بھی آپ کی زوجیت میں دے دی چونکہ دوسری بیوی رسم و رواج کے مطابق پہلی بیوی کی لونڈی بن کر رہتی تھی اس لئے یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت ہاجرہ کو لونڈی کہہ کر بتایا ہے کہ حضرت اسماعیل لونڈی کی اولاد ہونے کی وجہ سے حضرت اسحاق سے کمتر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ علیہا السلام سے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام سا عظیم المرتبت فرزند عطا کیا۔ ہوسکتا ہے کہ اس بات سے سارہ جل اٹھی ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کو گھر سے دور چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہوں۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماں اور بچے کو عرب کے تپتے ریگزاروں میں چھوڑ دیا جہاں اللہ کی قدرت سے چشمہ پیدا ہوا اور آبادی بڑھی (دیکھئے ''آب زمزم'')

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس آئے اور مکہ کی آبادی دیکھ کر انہوں نے وہاں اللہ کا گھر (کعبہ) تعمیر کیا۔ چنانچہ اسی لئے کعبہ کی عظمت مسلمانوں کے دلوں میں ہے کیونکہ یہ سب سے پہلی مسجد تھی، جو خدائے واحد کی عبادت کیلئے بنی تھی۔

اور حکم ہوتا ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیْلُ (البقرہ:۱۲۷)

ترجمہ: اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔

اس واقعہ کے ساتھ ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم آتا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی قَالَ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ (الصافات:۱۰۱)

"جب یہ بچہ بڑا ہوا تو ابراہیم نے کہا، اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا تیری کیا رضا ہے: کہا اے میرے باپ تجھ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ پورا کرو۔ عنقریب اگر اللہ نے چاہا تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔ چنانچہ باپ بیٹا دونوں نے اپنے آپ کو اللہ کی رضا پر چھوڑ دیا اور اس آزمائش میں جب ابراہیم علیہ السلام پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں "امام الناس" کا خطاب دیا (البقرہ:۱۲۴)۔ اور انہیں ایک اور بیٹے اسحاق کی بشارت دی۔ (الصافات:۱۰۱)

قرآن مجید میں آیا ہے جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے مل

کر کعبے کی بنیادوں کو از سر نو تعمیر کرنا شروع کیا تو یہ دعا مانگی

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَه‘ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

’’اور یہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اوراس کے باشندوں میں سے جو اللہ پر اور آخرت کو مانیں انھیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے۔‘‘ (البقرہ: ۱۲۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام دین توحید کے پرستار اور علمبردار تھے ان کے بارے میں یہ تو کہیں وضاحت نہیں ہوئی کہ کیا وحی ان پر نازل ہوئی تھی یا ان کی بعثت محض روحانی تھی؟ البتہ قرآن مجید میں ایک جگہ اس امر کی تصدیق ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام تھا سورۂ بقرہ میں اس واقعے کا ذکر ہے، جب آپ کو حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرایا گیا۔

’’اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا، اے میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تو کس طرح مردے کو زندہ کرتا ہے فرمایا، کیا (اس پر) تیرا ایمان نہیں؟ بولے۔ کیوں نہیں (ایمان تو ہے) لیکن میں اپنے دل کے لئے اطمینان چاہتا ہوں فرمایا! اچھا تو چار پرندے لے، پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے، پھر ان میں سے ہر پہاڑ پر ان کا (گوشت کا) ایک ایک ٹکڑا رکھ۔ پھر انہیں بلا وہ تیری طرف دوڑ کر آئیں گے اور یقین رکھ کہ اللہ بڑی عزت والا اور حکمت والا ہے۔‘‘ (البقرہ: ۲۶۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں قرآن مجید میں کئی جگہ پر ارشاد ہوتا ہے کہ آپ موحد مسلم اور راست رو تھے ارشاد ہوتا ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ حَاجَجْتُمْ

فِیۡمَا لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَاجُّوۡنَ فِیۡ مَا لَیۡسَ لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ ،وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ o مَا کَانَ اِبۡرَاھِیۡمُ یَھُوۡدِیًّا وَّ لَا نَصۡرَانِیًّا وَلٰکِنۡ کَانَ حَنِیۡفًا مُّسۡلِمًا ،وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ o

یعنی اے اہل کتاب! تم کیوں ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ توریت اور انجیل اس کے بعد ہی اتاری گئیں، پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ سنو! تم وہ ہو جو اس میں جھگڑ چکے، جس کا تمہیں علم تھا، پھر اس میں کیوں جھگڑتے ہو، جس کا تمہیں علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی، لیکن وہ راست رو اور فرمانبردار (مسلم اور حنیف) تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ یقیناً ابراہیم علیہ السلام کے بہت نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ جو ایمان لائے اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔" (آل عمران: ۶۵ تا ۶۸)

قرآن مجید کی تقریباً بائیس سورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آتا ہے آپ ہمارے رسول مقبول حضرت محمد ﷺ کے جدامجد ہیں۔ گویا مسلمان نہ صرف امت محمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ ملت ابراہیمیہ سے بھی متعلق ہیں۔ مسلمان حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر بھی درود بھیجتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے وفات پائی تو ان کی عمر ۱۷۵ برس تھی اور وہ حیرون میں مکفیلہ کے غار میں دفن ہوئے۔ اب اس مقام کو (الخلیل) کہتے ہیں جو بیت المقدس کے قریب واقع ہے۔

# نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ

حضرت امام المرسلین و بالمومنین رؤف الرحیم، عقل کل، نور اول، خاتم الانبیاء، فرد اعلیٰ، انسان کامل، باعث خلقت دو جہاں، لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (ترجمہ: اے رسول اکرم! اگر تیری ذات پیدا کرنا مقصود نہ ہوتی تو میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا نہ کرتا) حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ بروئے مرتبہ وحدت، کل موجودات سے اول ہیں۔ آپ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے پہلے شرف نبوت سے مشرف ہو چکے تھے آپ کا وجود بارہ ربیع الاول دوشنبہ کے دن عام فیل کے پہلے سال میں فیض بخش عالم غیب وشہادت ہوا۔ آنحضرت ﷺ عرش پر احمد ﷺ اور زمین میں محمد ﷺ کے اسم مبارک نام سے پکارے جاتے ہیں۔

آپ کا وصف تعین اول، مرتبہ وحدت اور مقام قاب قوسین ہے۔ روح القدس آنحضرت علیہ السلام کا روح اعظم، عقل اول آپ کا قلب مبارک، نفس کل لوح محفوظ زبان مبارک اور جسم کل آپ کے وجود مبارک سے تعبیر کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ یتیم پیدا ہوئے۔ پھر چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ بنت وہب بن عبدالمناف نے جہان فانی سے کوچ کیا اور آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے آپ کی پرورش میں کمر ہمت باندھی۔ جب آپ آٹھ (۸) سال کے ہوئے۔ جد امجد عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے عم، ابی طالب نے پرورش وحفاظت کا بیڑا اٹھایا۔

معارج النبوت کی روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کے بعد چھ ہزار سات سو پچاس سال اور سکندر رومی کے بعد چھ سو بہتر سال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد (تقریباً) چھ سو سال بعد نوشیرواں عادل کی حکومت میں آپ کی ولادت معظم وقوع میں آئی۔ پچیس سال کی عمر میں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح فرمایا۔ بیت اللہ شریف کو جو کافروں نے مسمار کر دیا تھا اہل قریش کے مشورہ اور صلاح سے تیس سال کی عمر میں از سر نو تعمیر فرمایا۔ چالیس سال کی عمر میں جبل نور یعنی غار حرا میں معتکف ہوئے اکتالیس سال کی عمر میں دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی تین تاریخ کو وحی الٰہی نے آپ پر نزول کیا اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ بعضوں کے نزدیک نماز تہجد کا شروع ہے قول صحیح یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل ہیں۔ جو حضرات خواجگان چشت اہل بہشت کے طریقہ میں بیعت کے وقت مرید کو ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور تین روز تک قبل از وتر پڑھنے کا مرید کے واسطے حکم ہے۔

نزول وحی سے گیارھویں سال ستائیسویں ماہ رجب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوا اور خدا پاک کے حکم سے بہشتی پیراہن آپ کو پہنایا۔ (جس کی تفصیل اگلے باب میں آرہی ہے) بعد میں اس کا نام جبہ چشتی رکھا گیا۔ نبوت کے تیرھویں سال ماہ صفر کی ستائیسویں تاریخ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین ﷺ کا وصال مبارک ماہ ربیع الاول دو تاریخ اور دوشنبہ کے دن گیارہ ہجری کو ہوا۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ تسلیما کثیرا کثیرا

ترجمہ: درود و سلام بھیجے اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر اور صحابہ پر، اور پیروی کرنے والوں پر، سلامتی ہو بہت زیادہ۔

آپ ﷺ نے دنیائے فانی میں تریسٹھ سال عمر پائی اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہوئے۔

# آلِ رسول ﷺ

حضرت محمد ﷺ کے نسب سے تعلق رکھنے والے آلِ رسول ہیں، آل ایک وسیع المعانی لفظ ہے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر لفظ آل استعمال ہوا ہے اس کے معنی قوم، اولاد، خاندان اور وارث کے مشہور ہیں جیسا کہ آل ابراہیم، آل یعقوب، آل عمران، آل لوط، آل ہارون اور آل فرعون ہے۔

اگرچہ قرآن حکیم میں آل ابراہیم، آل یعقوب اور آل عمران کی طرح آل رسول ﷺ یا آل محمد ﷺ کے الفاظ کہیں بھی استعمال نہیں ہوئے تاہم تاریخی اور بدیہی ثبوت موجود ہے کہ دنیا میں آل رسول ﷺ کا وجود قائم ہے اور جب تک دنیا آباد رہے گی اس کے وجود مسعود میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا۔ علمائے اسلام نے آل رسول ﷺ کے وجود مسعود کو دو طرح سے بیان کیا ہے ایک جسمانی جس کا تعلق ماضی سے ہے اور دوسرے روحانی جس کا تعلق حال سے ہے مسلمانوں کا وہ گروہ جس کے نزدیک زیر بحث موضوع کا تعلق ماضی سے ہے آل رسول ﷺ کے معنی پیغمبر اسلام، ختمی مرتبت محمد رسول اللہ ﷺ، آپ کی لخت جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کے داماد، (چچازاد بھائی) سیدنا علیؓ ابن ابی طالب اور آپؑ کے دونوں نواسے سیدنا حسنؓ ابن علیؓ، سیدنا حسینؓ ابن علیؓ کی ذات والا صفات کو آپ کی آل قرار دیتا ہے پھر اس کے ساتھ ہی اسی نقطۂ نظر کے حامل ایک اور گروہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے محترم چچا سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلبؓ اور ان کی اولاد اور

سیدنا علی ابن ابی طالب کے دونوں بھائیوں سیدنا عقیل ابن ابی طالب اور سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد بھی آل رسول ﷺ میں شامل ہیں۔اب رہے وہ لوگ جو اس لفظ کے روحانی پہلو کو نگاہوں کے سامنے رکھتے ہیں ان کے نزدیک ان پاکیزہ نفوس کے علاوہ بھی جن کی تعظیم کرنا ہر مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہے آنحضرت ﷺ کی تمام امت یعنی فرزندان توحید، ملت اسلامیہ پر آل رسول ﷺ کا اطلاق ہوتا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبوت ورسالت وہی شے ہے کسی شے نہیں جس سے خون اور جسم کی وراثت چل سکے۔

جب آنحضرت ﷺ نے وصال فرمایا تو اس وقت آپ ﷺ کی صلبی اولاد میں صرف سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے خاندان میں عم محترم سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اور آپ کے داماد (چچازاد بھائی) سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ابن عبدالمطلب اور آپ کی ازواج مطہرات یعنی آنحضرت ﷺ کا کنبہ اور آپ کے قریب ترین رشتے دار بقیدِ حیات تھے۔سب سے بڑھ کر یہ کہ روحانی طور پر آنحضرت ﷺ اپنی امت کے باپ اور جسمانی طور پر کسی مرد کے باپ نہیں جیسا کہ قرآن حکیم کی اس آیت سے واضح ہے کہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:۴۰)

اور آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات، آپ کی امت کی مائیں کہلاتی ہیں۔
مختصر یہ کہ چاہے وہ اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام کا حقیقی بیٹا کنعان ہو یا آنحضرت ﷺ کا چچا ابولہب ابن عبدالمطلب ایمان لانے کی سعادت سے جو بھی محروم رہا وہ آل رسول ﷺ سے خارج ہے اور جو صاحب ایمان ہے اسلام کی نسبت

سے مسلمان ہے وہ آل رسول ﷺ میں داخل ہے۔ علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت جس کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی تمام امت پر آل رسول ﷺ کا اطلاق ہے اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ دلیل بھی پیش کرتی ہے کہ اسلام نے دنیا کی تمام قوموں اور نسلوں کو ایک ہی باپ حضرت آدم ﷺ کی اولاد بیان کیا ہے اور وہ لوگ جو اسلام کے دائرے میں داخل ہیں ایک اللہ کے بندے اور ایک باپ حضرت آدم ﷺ کے بیٹے ہونا ان کی حقیقی قومیت قرار دی ہے وہ چاہے کسی نسل اور کسی ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ جب اپنی تمام امت مسلمہ کے بمنزلہء روحانی باپ ہیں تو تمام ملت اسلامیہ آپ ﷺ کی آل ہے۔

آل رسول ﷺ کے متعلق یہ نظریہ کہ اللہ کے رسول، پیغمبر اسلام حضور محمد عربی قریشی الہاشمی ﷺ کی امت، فرزندان توحید، ملت اسلامیہ ہی آل رسول ﷺ ہیں یہ نظریہ اہل سنت و جماعت کے مکتبۂ فکر کا ہے جبکہ اہل تشیع نے اس لفظ کے معنی اتنے محدود کر دیئے ہیں کہ ان میں صرف اہل بیت آتے ہیں۔

## اولادِ رسول ﷺ

آنحضرت ﷺ کے صلب سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے قاسم، عبداللہ اور چار بیٹیاں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمۃ الزہرا پیدا ہوئیں اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے آنحضرت ﷺ کے بیٹے تو کم سنی ہی میں وفات پا گئے جبکہ آپ ﷺ کی بیٹیاں عالم شباب کو پہنچیں۔ مسلمانوں کے ایک طبقۂ فکر کا خیال ہے کہ سوائے سیدہ فاطمہ بنت رسولؐ کے آپ ﷺ کی کوئی اور بیٹی نہیں تھی۔ لیکن مسلمانوں کا سوادِ اعظم اس خیال کی تردید کرتا ہے آنحضرت

ﷺ کی تین بیٹیاں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم چونکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں اس لئے لوگوں کو تاریخ سے ناواقفیت کے باعث یہ گمان گذرا کہ سوائے سیدۃ فاطمۃ الزہرا کے آنحضرت ﷺ کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔

## سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

✿ پہلی بیٹی سیدہ زینب کی ولادت ظہور اسلام سے دس برس پہلے ہوئی اور آپ کی شادی بھی اعلان نبوت سے پہلے کم سنی ہی میں ان کے حقیقی خالہ زاد بھائی ابوالعاص ابن ربیع ابن عبدالعزی ابن عبدالشمّس بن عبدمناف بن قصی ابن کلاب قریشی سے ہوئی۔

حضرت ابو العاص کے صلب سے سیدہ زینب بی بی بنت رسول ﷺ کے ہاں ایک فرزند ''حضرت علی'' اور ایک دختر ''حضرت امامہ'' پیدا ہوئیں۔ حضرت علیؓ ابن ابوالعاصؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے جوانی کے عالم میں اپنے والد حضرت ابوالعاص کی زندگی میں ہی وفات پائی جبکہ ابن عساکر کی روایت کے مطابق وہ غزوۂ یرموک تک زندہ رہے اور انہوں نے اسی غزوۂ میں جام شہادت نوش کیا۔ حضرت امامہ بنت ابوالعاص یعنی آنحضرت ﷺ کی نواسی کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق سیدنا علی ابن ابی طالبؓ کے نکاح میں آئیں لیکن ان سے کوئی نسل نہیں چلی۔

## سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

✿ دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ اعلان نبوت سے سات برس پہلے پیدا ہوئیں۔ عبداللہ بن محمد بن سلیمان الہاشمی کی روایت کے حوالے سے

ابوالعباس بن محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب سیدہ رقیہ کی ولادت ہوئی تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک تینتیس برس تھی۔

''طبقات'' میں لکھا ہے کہ حضرت رقیہ کا پہلا نکاح آنحضرت ﷺ کے چچا ابولہب ابن عبدالمطلب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلانِ نبوت فرمایا تو اہل قریش جو اپنی محدود نظر کے مطابق اسے ایک ہاشمی ریاست کے قیام کی کوشش خیال کرتے تھے آپ ﷺ کی سخت مخالفت پر اتر آئے حتیٰ کہ انہوں نے ابولہب اور عتبہ دونوں کو مجبور کیا کہ وہ رقیہ بنت محمد (ﷺ) کو طلاق دے دیں۔ ''طبقات'' میں لکھا ہے کہ حضرت رقیہ کا عتبہ ابن ابولہب سے ابھی صرف نکاح ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ عتبہ نے اہل قریش اور اپنے والدین کے اصرار پر حضرت رقیہ کو طلاق دے دی۔

''طبقات'' میں لکھا ہے کہ سیدہ رقیہ کا دوسرا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف قریشی اموی سے ہوا۔ سیدہ رقیہ کے ہاں سیدنا عثمان غنی سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا جو چھ برس کی عمر ہی میں وفات پا گیا۔ ان کے بعد سیدہ رقیہ کے ہاں پھر کوئی اولاد نہ ہوئی اور ہجرت سے ایک سال سات ماہ بعد یعنی رمضان المبارک دو ہجری میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی انتقال کر گئیں۔

## سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

سیدہ ام کلثوم بنت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب، آنحضرت ﷺ کی تیسری بیٹی تھیں اور اعلان نبوت سے چھ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ آپ کا نکاح بھی اعلان نبوت سے پہلے آنحضرت ﷺ کے چچا ابولہب بن عبدالمطلب کے چھوٹے بیٹے عتیبہ سے

ہوا تھا اور عتیبہ نے بھی عتبہ کی طرح اسلام دشمنی کے جذبے سے مغلوب ہو کر حضرت ام کلثوم کو طلاق دے دی۔ ''اسد الغابہ'' میں لکھا ہے کہ ان کی بھی رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ ان کو طلاق ہوگئی۔

سیدہ رقیہ کے انتقال کے بعد سیدہ ام کلثوم کا نکاح بھی تین ہجری میں سیدنا عثمانؓ ابن عفان سے ہوا لیکن آپ سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ نے شادی کے پانچ سال بعد نو ہجری میں انتقال فرمایا۔

## سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

✿ آنحضرت ﷺ کی سب سے چھوٹی اور پیاری صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اعلان نبوت کے پہلے سال بیس جمادی الثانی کو ہوئی آپ کی شادی سیدنا علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب سے غزوہ احد کے بعد دو ہجری میں ہوئی۔ ''استیعاب'' میں لکھا ہے کہ نکاح کے وقت سیدۃ فاطمۃ الزہرا کی عمر مبارک پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی اور سیدنا علی المرتضیٰ کی عمر اکیس برس ساڑھے پانچ ماہ تھی یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں چھ سال بڑے تھے۔

سیدنا علی ابن ابی طالب سے، سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ کے دو بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دو بیٹیاں سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ زینبؓ پیدا ہوئیں ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ زرقانی میں لکھا ہے کہ ایک بیٹے محسن اور ایک بیٹی رقیہ بھی سیدہ فاطمہ ہی کے بطن سے متولد ہوئے جو بچپن ہی میں انتقال فرما گئے۔

جس طرح سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ کی تین بہنیں عالم جوانی میں وفات پا

گئیں اسی طرح آپ بھی عالم جوانی میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد چوبیس سال کی عمر میں تین رمضان المبارک گیارہ ہجری میں انتقال فرما گئیں۔

## اولاد امجاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات مبارکہ میں نو نکاح کیے جن سے آپ کی کثیر نسل چلی۔ تفصیل درج ذیل ہے

۱......سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن اطہر سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ...... حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ......حضرت زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہا......حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا......حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔

۲......ام البنین بنت حرام کے بطن سے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ......حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ......اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۳...... لیلیٰ بنت مسعود کے بطن سے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۴...... اسماء بنت عمیس کے بطن سے حضرت محمد اصغر رضی اللہ عنہ......اور حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۵...... امامہ بنت ابوالعاص کے بطن سے کوئی نسل نہیں چلی۔

۶...... خواجہ بنت جعفر کے بطن سے حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۷...... صہبا بنت ربیعہ کے بطن سے حضرت عمر الاطرار رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

۸......ام سعید بنت عروہ کے بطن سے حضرت ام الحسن......اور حضرت زینت الکبریٰ اور حضرت ام کلثوم صغریٰ پیدا ہوئیں۔

۹...... محیا ی بنت امرأالقیس کے بطن سے صرف ایک بیٹی کی ولادت ہوئی جس کا کم سنی ہی میں انتقال ہو گیا

زینب صغریٰ امامہ......میمونہ......خدیجہ......فاطمہ......ام ہانی......ام الکرام رملہ صغریٰ......ام سلمہ......ام کلثوم صغریٰ......ام جعفر......جمانہ اور نفیسہ سیدنا علی ابن ابی طالب کی مختلف لونڈیوں سے پیدا ہوئیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ کے چودہ بیٹوں میں سے صرف پانچ بیٹوں کی نسل چلی جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ...... حضرت حسین رضی اللہ عنہ...... حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ...... حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ......اور حضرت عمر الاطرار رضی اللہ عنہ۔ ان سب کی اولادِ مسعود آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بیٹے سے جو صلبی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل نہیں چلی، تاہم لغت العرب کے مطابق چچا کے بیٹے بھی تمام قرابتوں پر قیاس کرتے ہوئے اولاد میں شامل ہیں اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تمام بنی ہاشم جو ایمان لائے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقم کی روایت سے ظاہر ہے اور یہی سبب ہے کہ تمام بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے۔

بنی ہاشم جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا ہاشم بن عبد مناف قریشی سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب ابن ہاشم، اسد ابن ہاشم، ابی صفی ابن ہاشم اور نضلہ...... یہ سب ہاشم کی اولاد ہیں۔ ہاشم بن عبد مناف قریشی کی نسل چونکہ صرف

عبدالمطلب ابن ہاشم ہی سے چلی ہے اس لئے دنیا میں اس وقت جتنے ہاشمی سادات ہیں وہ سب کے سب عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے دس بیٹے تھے جن میں عبداللہ کے فرزند محمد رسول اللہ ﷺ ہیں...... عبد مناف المعروف ابو طالب کے فرزند، حضرت عقیل، حضرت جعفر طیار، حضرت علی رضی اللہ عنہ...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ، حضرت عبید اللہ، حضرت قثم، حضرت فضل...... حارث کے فرزند ابوسفیان، مغیرہ، نوفل، ربیعہ، عبدالشمس اور حضرت عبیدہ ہوئے...... آنحضرت ﷺ کے تایا زبیر کی نسل چونکہ اسلام کی تاریخ میں غیر معروف رہی اس لئے مؤرخین نے انہیں بھی لاولد لکھ دیا...... سید الشہداء حضرت حمزہ کی صرف ایک بیٹی تھی...... آنحضرت ﷺ کا دشمن اسلام چچا ابولہب اگرچہ کفر پر مرا تاہم اس کی اولاد مشرف بہ اسلام ہوئی اور اس سے نسل چلی۔

تاریخ سے یوں تو عبدالمطلب ابن ہاشم کی نسل کا ان کے چار بیٹوں حارث، زبیر، ابو طالب اور حضرت عباس کی اولاد سے قائم ہونا ثابت ہے تاہم عبدالمطلب کے جن بیٹوں سے کثرت کے ساتھ اولاد بڑھی یہاں تک کہ افریقہ سے لے کر تمام وسط ایشیا تک دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں اولاد عبدالمطلب (بنی ہاشم) یعنی آل محمد ﷺ پھیل گئی وہ ابو طالب اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ روحانی اور جسمانی دونوں اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آل رسول ﷺ کو جو حقیقت میں آل ابراہیم علیہ السلام ہے، دنیا کے ہر خطے اور ہر ملک میں پھیلا کر اپنا وعدہ پورا کر دیا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) میں تیری آل کو وسعت اور ترقی دوں گا۔

## سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

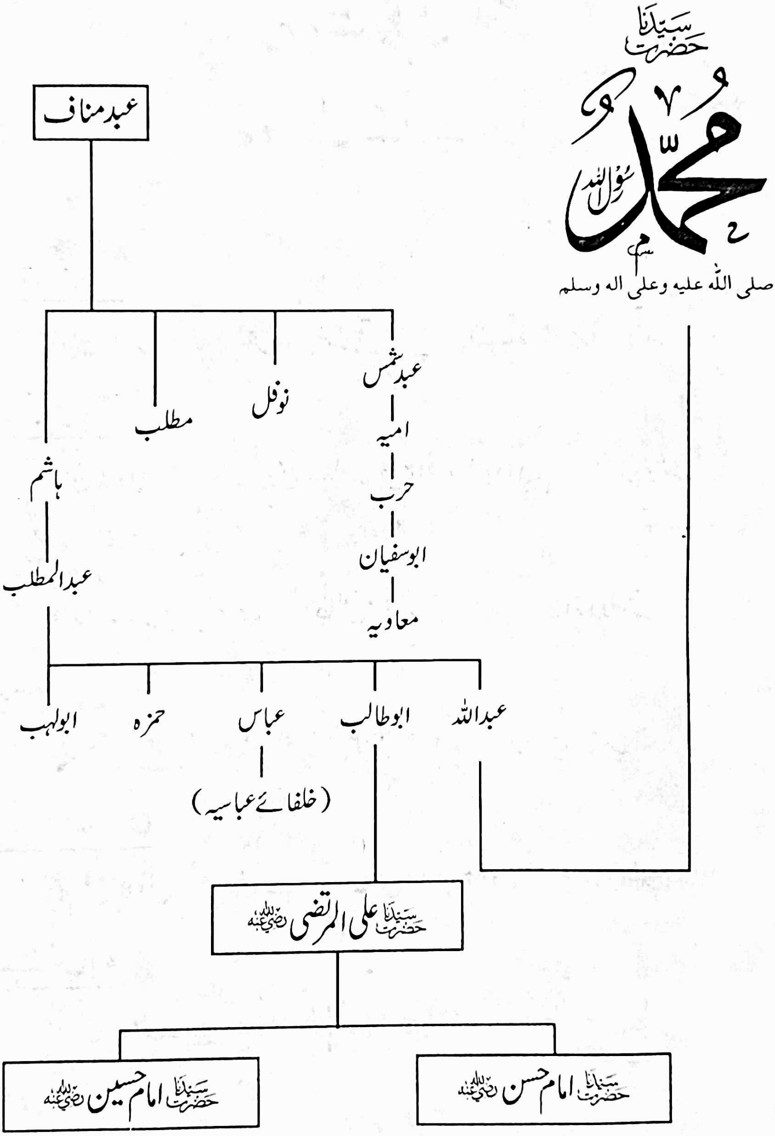
حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بڑی پرہیزگار اور خدا پرست تھیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی زہرہ سے تھا جو عرب کے تمام قبائل میں معزز ترین قبیلہ تھا۔ آپ کے والد وہب بن عبد مناف بن کلاب تھے اور والدہ برہ بنت عبدالعزیٰ بن کلاب تھیں۔ آپ کا نکاح حضرت عبدالمطلب کے پیارے بیٹے عبداللہ سے ہوا اور نکاح کے تھوڑے عرصہ بعد حضرت عبداللہ تجارت کے لئے ملک شام کو روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو بیمار ہو گئے اور بیماری کی حالت میں واپس آ رہے تھے کہ یثرب سے گذرتے ہوئے والد کے ننہال میں ٹھہر گئے اور وہیں وفات پائی پھر بائیس اپریل ۵۷۱ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول بروز پیر صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ کو ایک بیٹا عطا کیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے پوتے کی خوشی میں قربانی کے لیے اونٹ ذبح کئے اور سارے عرب میں غریبوں کو کھانا کھلایا۔ اس موقع پر تمام قبائل کے بڑے بڑے سرداروں نے بھی بچے کو دیکھا اور حضرت عبدالمطلب کو مبارکباد دی اس موقع پر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے بچے کا نام محمد ﷺ (یعنی بہت تعریف کیا گیا) رکھا۔

حضور ﷺ کی تاریخ ولادت کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ یورپ میں ایک مشہور مؤرخ پرسی ول نے ۲۰ اگست ۵۷۰ء لکھی ہے جبکہ سید امیر علی ۲۹ اگست ۵۷۰ء لکھتے ہیں لیکن علامہ شبلی نعمانی مصر کے مشہور ہیئت دان محمود پاشا فلکی کی تحقیقات کی بناء پر صحیح تاریخ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تحریر فرماتے ہیں۔ دور حاضر کے تمام مؤرخین اس سے متفق ہیں۔

حضور ﷺ کی ولادت کے وقت عرب میں یہ رواج تھا کہ پیدائش کے بعد

شرفاٗ اپنے دودھ پیتے بچے کو اچھی تربیت اور پرورش کے لئے صحرا، یا دیہات میں دایہ کے حوالے کر دیتے تھے تاکہ بچے باہر کی کھلی اور صحت بخش اور تازہ ہوا میں پرورش پا سکیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو بھی قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون حضرت مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا گیا حضرت مائی حلیمہ آپ ﷺ کو واپس مکہ حضرت آمنہ کے پاس لائیں مگر شہر میں وبا پھیلی ہوئی تھی اس لئے حضرت آمنہ نے اپنے نور نظر اور لخت جگر کو دوبارہ حضرت مائی حلیمہ کے سپرد کر دیا تاکہ چند دن اور شہر سے باہر کھلی اور صاف ہوا میں پرورش پا سکیں۔ جب مائی حلیمہ آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں واپس لے آئیں۔ تو آپ ﷺ بڑے توانا اور تندرست تھے۔ آپ ﷺ کو صحت مند دیکھ کر آپ کے دادا اور آپ کی والدہ محترمہ بہت خوش ہوئیں، اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کے ہمراہ رہنے لگے۔ حضرت آمنہ کو اپنے پیارے بیٹے کا بڑا خیال تھا وہ آپ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتیں۔ حضور ﷺ کی عمر اس وقت چھ برس کی تھی جب آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کو ساتھ لے کر یثرب (مدینہ) میں گئیں۔ حضرت عبداللہ کے انتقال کے بعد حضرت آمنہ ہر سال ان کی قبر کی زیارت کو مدینہ تشریف لے جاتیں۔ مدینہ میں ایک ماہ کے قیام کے بعد جب واپس تشریف لا رہی تھیں تو مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام ابوا پر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں۔ اگلے صفحات پر حضور ﷺ کا شجرہ مبارک اور سیرت النبی پر تاریخی لحاظ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس کا مطالعہ تاریخ کے طلباء کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

# شجرۂ مبارک سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ



# سیرت نبوی ﷺ

## ماہ وسال کے آئینے میں

### ولادت نبی ﷺ

۱۲ ربیع الاول ۱ عام الفیل ...... مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء ...... بروز دوشنبہ

### بعثت نبوی ﷺ

۹ ربیع الاول ۴۱ ولادت نبویؐ ...... مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء ...... بروز دوشنبہ

### معراج

۲۷ رجب ۱۰ نبوت ...... مطابق ۲۲ مارچ ۶۲۰ء ...... بروز دوشنبہ

### ہجرت

۲۷ صفر ۱۳ نبوت ...... مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء ...... بروز چہار شنبہ

### غار ثور سے روانگی

یکم ربیع الاول ۱۳ نبوت ...... مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء ...... بروز دوشنبہ

### مدینے میں آمد

۱۲ ربیع الاول ۱ھ ...... مطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء ...... بروز جمعہ

### غزوۂ بدر

۱۷ رمضان ۲ھ ...... مطابق ۱۶ مارچ ۶۲۴ء ...... بروز سہ شنبہ

غزوۂ احد

۶ شوال ۳ھ...... مطابق ۲۱ مارچ ۶۲۵ء...... بروز شنبہ

غزوۂ احزاب

۲۸ شوال ۵ ہجری...... مطابق ۲۳ مارچ ۶۲۷ء

صلح حدیبیہ

ذی قعدہ ۶ ہجری...... مطابق مارچ ۶۲۸ء

سلاطین کے نام خطوط

یکم محرم ۷ ہجری...... مطابق ۱۴ مئی ۶۲۸ء...... بروز چہار شنبہ

غزوۂ خیبر

آخر محرم ۷ ہجری...... مطابق جون ۶۲۸ء

عمرۃ القضاء

ذی قعدہ ۷ ہجری...... مطابق اپریل ۶۲۹ء

فتح مکہ

۲۰ رمضان ۸ ہجری...... مطابق ۱۲ جنوری ۶۳۰ء...... بروز پنج شنبہ

غزوۂ حنین

۱۱ شوال ۸ ہجری...... مطابق یکم فروری ۶۳۰ء...... بروز چہار شنبہ

غزوۂ طائف

۱۳ شوال ۸ ہجری...... مطابق ۳ فروری ۶۳۰ء...... بروز جمعہ

## غزوۂ تبوک

رجب تا رمضان ۹ ہجری......مطابق اکتوبر/دسمبر ۶۳۰ء

## حجتہ الوداع

۹ ذی الحجہ ۱۰ ہجری......مطابق ۹ مارچ ۶۳۱ء...... بروز جمعہ

## وفات نبوی ﷺ

۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری، مطابق ۳۰ مئی ۶۳۲ء، بروز دوشنبہ

۞۞۞۞

# حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

حضرت امام الاشجعین کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ آپ کا لقب مرتضیٰ، اسد اللہ، یداللہ، حیدر کرار، صفدر اور وصی ہے۔ آپ کا نام علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف ہے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدالمناف ہے۔

## ولادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت جمعہ کے دن ماہ رجب کی سترہ تاریخ سال فیل کے تیسویں سال اور اعلان نبوت سے گیارہ سال قبل خانہ کعبہ میں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہونے پر بے شمار ٹھوس دلائل موجود ہیں بلکہ ایک زبردست شہرہ آفاق فارسی شعر بھی ہے۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

مزید برآں غیر مقلد علامہ وحید الزمان نے بخاری کی شرح تیسیر الباری میں حضرت حکیم بن حزم رضی اللہ عنہ کو بھی مولود کعبہ لکھا ہے۔ حکیم بن حزم رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔

## قبول اسلام

گیارہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا اور سنہ ہجری کے

چھتیس ہجری میں آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔آپ کی مدت خلافت پانچ سال تین ماہ کی ہے۔

## جبہ مبارک

جبہ فقر کی برکت سے آپ چہاردہ (14) طریق صوفیہ کرام کے سرداراورامام الاولیاء ہوئے ۔بعض کتب سیر میں یوں مرقوم ہے حضور ﷺ نے آپ کو''جبہ مبارک'' کے علاوہ کلاہ یک ترکی ودوترکی وسہ ترکی وچہارترکی بھی عطافرمایا۔

آپ حضرت اسد اللہ کرم اللہ وجہہ' مسجد کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ایک مرد عورت کو جو محلّہ میں باہم جنگ کررہے تھے،طلب فرمایا اور عورت کو گوشہ میں لے جا کرفرمایا کہ تو ابتداء عمر میں اپنے چچازاد بھائی کے عشق میں پر مبتلا تھی اورتم کو اس سے حمل ہوا۔ دردِ زرہ کے وقت تمہاری والدہ رات کو تمہیں شہر سے باہر لے گئی۔ تمہارے بطن سے لڑکا پیدا ہوا،تمہاری والدہ اورتم نے اس کو جنگل میں پھینک دیا ایک کتا جواس کو کھانے آیا تمہاری والدہ نے اس کو پتھر مارااور وہ اتفاقاً لڑکے کے سر پر لگا لڑکا زخمی ہوا۔تمہاری والدہ نے اس کے سر کو پارچہ سے باندھا اوراس کو وہاں چھوڑ آئی۔پھراس کو کوئی سوداگر اٹھا کر لے گیا اوراس کی پرورش کی اب وہ جوان ہو کر شہر کوفہ میں وارد ہوا اور تو نے اس سے نکاح کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟...... عورت نے کہا کہ یا حضرت درست ہے مگر میں کیونکر سمجھوں کہ یہ وہی میرا بیٹا ہے۔ حضرت امام الاولیاء رضی اللہ عنہ نے اس مرد کو بلایا۔جب اس کے سر کو دیکھا تو پتھر کا زخم موجود پایا۔پھر آپ نے فرمایا اس مرد سے جو تم کو نفرت پیدا ہوئی خدائے پاک نے اس کو گناہ کبیرہ سے بچالیا عورت شرمسار ہو کر تائب ہوئی اوراپنے لڑکے کو بازو

سے پکڑ کر اپنے گھر لائی۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ستر دفعہ خود کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فروخت کیا۔ خیبر کی فتح کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ہی کو عطا ہوا اور آپ کے دست مبارک سے ہی خیبر فتح ہوا۔ کئی دفعہ آپ نے اپنے فرزندوں حسنین کریمین کو خدائے پاک کے راستہ میں فی سبیل اللہ فدا اور ایثار کیا۔

جواں مرد گر راست خواہی ولی است
کرم پیشۂ شاہِ مرداں علی است

ترجمہ: اگر جوان آدمی سچائی و انصاف چاہتا ہے تو ولی ہے...... سخاوت شاہِ مرداں حضرت علی کا شیوہ ہے۔

مطلوب الطالبین اور دیگر کتب میں لکھا ہے نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے القول الجمیل میں تحریر کیا ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ مجھ کو وصول الی اللہ کا سہل راستہ تلقین فرمائیں جو سب سے اقرب اور نزدیک ہو۔

بروایت شداد بن عوس قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عَلِيُّ عَلَيْكَ بِمُدَاوَمَةِ الذِّكْرِ فِي الْخَلْوَةِ قَالَ عَلِيٌّ كَيْفَ اَذْكُرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ غُمِّضْ عَيْنَيْكَ وَاسْمَعْ مِنِّي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَعَلِيٌّ يَسْمَعُ فَقَالَ عَلِيٌّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وَسلم يَسْمَعُ ثُمَّ لَقَّنَ هٰذَا الْكَلِمَةَ بِحَسَنَ الْبَصْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ علیحدگی میں ذکر ہمیشہ کیا کر۔ حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیسے ذکر کروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی آنکھوں کو بند کر لو اور مجھ سے سنو نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ لا الہ الا اللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سن رہے تھے......تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور نبی کریم ﷺ سن رہے تھے پھر انہی کلمات کی تلقین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بصری کو کی۔

مولانا علی معظم قادری لکھنوی ثم گڑھ شنکری جو مولانا عبد العلی بحر العلوم کے ہم سبق تھے انہوں نے اپنے مکتوب شریف میں غُمِّضْ عَیْنَیْکَ کے بعد یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں وَصَوِّرْ صُوْرَتِیْ فِیْ قَلْبِکَ یعنی میری صورت (مبارک) کو اپنے قلب میں تصور کرو۔ ایسی عبارت اور کسی کتاب میں نہیں دیکھی گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آنحضرت محمد ﷺ سے علم باطنی کا تلقین پانا اور کلاہ چہار تر کی فقر کا بمعہ خلافت عطا ہونا۔ کتاب عروۃ الوثقیٰ، فتوحات اور لطائف اشرفی میں تصریحاً درج ہے۔ بروایت مسلمہ بن الاکوع آپ کا ہولناک کنوئیں پر معہ چند اصحاب کے تشریف لے جانا اور پانی کے مشکیزوں کو بھر کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لانا اور نظر عنایت سے ممتاز ہونا......اپنی خلافت کے زمانہ میں لڑائی کے موقع پر نامعلوم جگہ سے زمین کو اکھیڑنا......نہایت بھاری پتھر کو اکھاڑنا اور پانی کا چشمہ اس سے ظاہر ہونا اور اصحاب کا سیر ہو کر پینا اور یہ کرامت دیکھ کر یہودیوں کے ایک راہب کا مسلمان ہونا تفصیلاً کتابوں میں درج ہے۔

یاد رہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ امام الاولیا اور ختم الخلفاء ہیں۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ امام الانبیاء و ختم الرسل ہیں اور ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سوم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان حضرات کے جسم اگر چہ چار تھے مگر سب کی روح اور جان ایک تھی۔ ایک دوسرے کا تابع، دوسرا تیسرے کا خیر خواہ اور وفادار، تیسرا چوتھے کا یار وغمگسار تھا۔

این جملہ چہار یار غار اند
در دیدۂ احولاں چہار اند

ترجمہ: یہ چاروں جگری دوست یار غار ہیں
بھینگوں کی نظر میں یہ چار ہیں

## خلفاء عظام

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ خلفاء عظام ہیں۔

اول......حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

دوم......حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

سوم......حضرت کمیل ابن زیاد رضی اللہ عنہ

چہارم......حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

پنجم......حضرت قاضی ابو المقدام رضی اللہ عنہ

ششم......حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے علاوہ تمام سلاسل طریقت انہی خلفاء کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔

## شہادت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تریسٹھ سال کی عمر میں اکیس رمضان المبارک چالیس

ہجری کو عبدالرحمٰن ابن ملجم نے مسجد کوفہ میں شہید کیا آپ کا مزارِ اقدس کوہِ نجف میں ہے جو شہر کوفہ کے دروازے کے متصل تھا۔ رضوان اللّٰه علیه و علی اتباعه اجمعین

## علمی وروحانی کمالات

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ معراج کی رات حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار اسرار کا علم عطا فرمایا، اس میں سے دس ہزار اسرار انہوں نے حضرت علیؓ کو عطا کیے۔ جب حضرت علیؓ اسرارِ یقین سے مالا مال ہوئے تو عالم وجد میں نعرہ لگاتے ہوئے صحرا کی طرف چل نکلے، ایک کنویں میں اپنا سر لٹکایا، آہ، آہ کے، معانی اور اسرار بیان کرتے کہا

لو کشفنا الغطاء ما ازددت یقینا (مناقب العارفین ص: ۳۵۹، ۳۶۰)

اگر ہم پر سے پردہ ہٹا بھی دیا جائے تو بھی ہمارے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔

ان اسرار کی تشریح کرتے ہوئے مولانا رومؒ کا بیان ہے کہ حدیث نبوی: اول ما خلق اللّٰه القلم (خدا نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا) قرآن کی آیت نٓ و القلم و ما یسطرون (سورۃ القلم: ۱۔۲) کی تفسیر ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا رومؒ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے چند اسرار حضرت علیؓ کو خلوت میں بتائے اور وصیت فرمائی کہ یہ اسرار کسی نامحرم سے مت کہنا۔ چالیس روز تک حضرت علیؓ نے صبر و تحمل سے کام لیا لیکن اسرار کے بارے ان کا قرار جاتا رہا، حاملہ عورت کی طرح ان کا پیٹ پھول گیا اور سانس لینا دشوار ہوگیا۔ بالآخر وارفتہ ہو کر صحرا کی طرف جا نکلے اور ایک کنویں میں سر لٹکا کر ایک ایک کر کے وہ اسرار بیان کرنے شروع کیے۔ مستی سے ان کے منہ میں جھاگ پیدا ہوا اور یہ جھاگ کنویں میں

گر کر پانی میں تحلیل ہو گیا چند روز بعد اس کنویں میں ''نَے'' کا ایک درخت پیدا ہوا جو بڑھتے بڑھتے لمبا ہوتا گیا۔ایک چرواہے کو کسی طرح اس معاملہ کا پتہ چل گیا اس نے نَے کا درخت کاٹ ڈالا۔ اس میں چند سوراخ کر کے اس کی بانسریں بنائی۔ چرواہا دیوانہ وار بانسری بجا بجا کر مویشی چراتا رہا۔قبائل عرب میں اس کی نے نوازی مشہور ہے۔اونٹ اور بھیڑ گھاس چرنے کے بجائے اس چرواہے کے گرد حلقہ بنا بنا کر بیٹھتے۔ یہ بات دور دور تک پھیل گئی۔ مشرق و مغرب سے اہل عرب اس کی نَے نوازی سننے کے لئے آنے لگے۔ مسحور کن آواز کا یہ عالم تھا کہ سننے والے رو پڑتے۔ جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو انہوں نے چرواہے کو حاضر کرنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا اور تعمیل ارشاد میں بانسری بجانا شروع کی تو تمام صحابہ عالم وجد میں بے خود ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان اسرار کی شرح ہے جو ہم نے حضرت علیؓ سے خلوت میں بیان کیے تھے۔ (مناقب العارفین ص:۲۸۹)

حضرت علی کو تصوف میں محرم اسرار کی حیثیت حاصل ہے ان اسرار و رموز کی بناء پر وہ بعض کیفیتوں میں خلفائے ثلاثہ سے منفرد تصور کئے جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ چار یہودی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے پیغمبر دنیا سے انتقال کر گئے ہیں، ہم آپ سے چند سوال پوچھیں گے اگر آپ نے صحیح جواب دیے تو آپ کا دین برحق وگرنہ باطل۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں جو بھی سوال کرنا ہیں پوچھو۔آپ سے سوال ہوا کہ دوزخ کے دروازہ کا قفل کیا ہے اس کی کنجی کیا ہے؟ جنت کے دروازہ کا قفل کیا ہے اور اس کی کلید کیا ہے؟ کون زندہ مقبور تھا جسے اس کی قبر زمین میں لیے پھرتی رہی؟ آدم کے علاوہ کون مولود ہے جو ماں باپ کے بغیر پیدا ہوا؟ گھوڑا صہیل میں بھیڑ اور اونٹ رغا میں، کوا نعیق میں اور گدھا نحیق

میں کیا کیا کہتے ہیں؟ علاوہ ازیں آپ سے دیگر سوال بھی پوچھے گئے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر چہ عمرؓ کو چند باتیں معلوم نہیں ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ یہودی ہنسے اور تمسخر اڑانے لگے۔ حضرت امیہ موقع پر موجود تھے انہوں نے تمسخر اور مذاق دیکھا تو ہائے اسلام، ہائے اسلام کہتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑ کر آئے اور انہیں سارا ماجرا سنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا جبہ زیب تن کیا اور رسول اللہ ﷺ کی دستار سر پر رکھی، دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت علی نے فرمایا: مجھ سے پوچھو کیا پوچھنا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر علم کے ہزار دروازے کھول دیئے ہیں اور ہر دروازہ سے مجھ پر دوسرے ہزار دروازے کھلے ہیں؟''

یہودی نے سوال کیا کہ دوزخ کے دروازہ کا قفل کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کلمہ ''**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**'' دوزخ کے دروازہ کا قفل ہے۔

یہودی نے سوال کیا کہ اس قفل کی کنجی کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: **الاشراک باللہ** (خدا کا شریک ٹھہرانا) اس قفل کی کنجی ہے۔

یہودی نے سوال کیا کہ جنت کے دورازہ کا قفل کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب کیا: ''**الاشراک باللہ**''

یہودی نے سوال کیا کہ اس قفل کی کنجی کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کلمہ ''**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**'' اس کی کنجی ہے۔

یہودی نے سوال کیا کہ کون مقبور تھا جسے اس کی قبر لئے پھرتی تھی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ حضرت یونس علیہ السلام تھے جو مچھلی کے پیٹ میں تھے اور مچھلی دریا میں چلتی پھرتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ایک ایک سوال کا جواب دیتے گئے۔ تین یہودی جواب سن کر مسلمان ہو گئے مگر چوتھے یہودی نے کہا کہ اگر آپ میرے آباء واجداد کے نام، میرے وطن کے بادشاہ اور میرے شہر کے حالات بتائیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس یہودی اس کے تمام باتیں درست بتادیں، تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ (جوامع الکلم ص:۲۵۴،۲۵۵)

ہر دور میں صوفیاء کرام اس بات کا برملا اظہار کرتے رہے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔ حضرت جنید بغدادی کہتے ہیں:

**شیخنا فی الاصول والبلاء علی المرتضٰی** (کشف المحجوب ص:۶۰)

اصول و آزمائش میں ہمارے شیخ حضرت علی مرتضٰی ہیں۔

یہ بھی آپ ہی کا قول گرامی ہے کہ اگر حضرت علیؓ جنگوں میں مشغول نہ ہوتے تو ہمارے علم میں گراں قدر مزید اضافہ فرماتے۔ (اللمع ص:۱۷۹)

شیخ ابونصر سراج طوسی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

**ذاک امرو اعطی علم اللدنی و العلم اللدنی ھو العلم الذی خص بہ الخضر علیہ السلام** (اللمع ص:۱۷۰)

یہ وہ شخص ہیں جنہیں علم لدنی عطا کیا گیا ہے اور علم لدنی وہ علم ہے جو خاص طور سے حضرت خضر علیہ السلام کو ملا تھا۔

شیخ ہجویری کہتے ہیں:

پس اہل ایں طریقت اقتدا بدو کنید درحقائق عبارات ودقایق اشارات وتجرید ازمعلوم دنیا وآخرت ونظارہ اندر تقدیر حق (کشف المحجوب ص:۶۱)

پس اس طریقت پر چلنے والے حقائق عبارات، دقائق اشارات اور دنیا و آخرت کے معلوم سے علیحدہ ہونے اور تقدیر حق کے دائرہ میں مشاہدہ کرنے میں انہیں کی اقتدا کرتے ہیں۔

صوفیاء کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

**ان ھھنا لعلوماً جمة لو وجدت لها حملة** (احیاء علوم الدین ۱/۶۳، اللمع ص:۸)

یہاں علوم کا گنجینہ ہے کاش اس بار علم کا اٹھانے والا مل جاتا۔

شیخ ابونصر سراج طوسی کی بیان کی ہوئی ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ آں حضرت ﷺ نے مجھے ستر ایسے علوم سکھائے ہیں جو میرے علاوہ کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہیں۔ (اللمع ص:۴۵۶) نیز ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ایمان چار ستونوں پر قائم ہے صبر، یقین، عدل اور جہاد۔ اس کے بعد انہوں نے ان چاروں میں سے ایک کے دس دس مقامات بیان کئے۔ شیخ ابونصر سراج طوسی کا بیان ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو حضرت علیؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے احوال ومقامات پر گفتگو کی۔ (اللمع ص:۱۸۰) شاہ ولی اللہ دہلوی کہتے ہیں کہ وہ یعنی حضرت علی اس امت کے پہلے صوفی ہیں، پہلے عارف ہیں۔ (شاہ ولی اللہ دہلوی، فیوض الحرمین، مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۸ھ ص:۵۱)

چنانچہ صوفیہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت باطنی کے حامل ہیں اور ان کی اس خلافت پر امت میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز

کہتے ہیں:

خلافت بر دو نوع است، خلافت کبریٰ وخلافت صغریٰ ، خلافت کبریٰ خلافت باطنی است وخلافت صغریٰ خلافت ظاہریست ، خلافت کبریٰ مخصوص به امیر المومنین علی بودجه اجراع است ، وخلافت صغریٰ میان است مختلف فیه است (جوامع الکلم ص:۹۸،۹۹،مراۃ الاسرار:۱/۱۷)

خلافت دوقسم کی ہے، خلافت کبریٰ وخلافت صغریٰ ، خلافت کبریٰ باطنی خلافت ہے اور خلافت صغریٰ ظاہری، خلافت کبریٰ بہ اجماع امت حضرت علی کے لئے مخصوص ہے اور خلافت صغریٰ امت کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

اسی مخصوص علم کی بناء پر حضرت علی کو صحابہ میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے (جوامع الکلم ص:۹۸،۹۹،مراۃ الاسرار:۱/۱۷) یہاں تک کہ جب صحابہ کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ (اللمع ص:۱۷۹،۱۷۶ ۴۵

شیخ عمر ابن الفارض ،مصر کے مشہور صوفی شاعر، سلطان العاشقین کے لقب سے معروف ہیں: الاعلام ۵/ ۲۱۵، ۲۱۷، میزان الاعتدال ۲/ ۲۶۶، لسان المیزان ۴/ ۳۱۷، سفینۃ الاولیاء بذیل تذکرہ ص:۱۷۸، الدکتور محمد مصطفےٰ حلمی ، ابن الفارض سلطان العاشقین ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی مصر قاہرہ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء)

✿✿✿✿

# حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

آپ امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ ومرید ہیں۔
حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضور ﷺ کی زوجہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قریبی عزیزوں میں سے ہیں

## ام المومنین کی گود میں

حضرت ام المومنین ام سلمہ جب آپ کو شیرخوارگی میں محبت سے اپنے سینۂ مبارک پر لٹاتیں تو ان کے سینہ مبارک سے دودھ جاری ہو جاتا جو آپ خواجہ حسن بصری کو پلاتیں اور دعا مانگا کرتیں کہ

یا اللہ تجھے تیری شانِ غفور الرحیمی کا واسطہ اس لڑکے کو قبول فرما اور گروہ اولیائے محمدی کا امام بنا۔ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بصرہ میں تشریف لے گئے اس وقت حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ منبر پر وعظ کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان سے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں یا متعلم۔ آپ نے عرض کیا کہ حضرت میں کچھ نہیں ہوں میں تو صرف حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ لوگوں تک پہنچاتا ہوں یہ جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو آپ نے ان کے قدم پکڑ لئے اور عرض کی یا خلیفۃ الرسول مجھے وضو کا طریقہ سکھایئے۔ حضرت علی نے طشت

منگوا کر آپ کو وضو سکھایا۔ اس روز سے اس جگہ کا نام باب الطشت مشہور ہوا۔
حضرت خواجہ حسن بصری نے ایک سو بتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور آپ نے ہر ایک سے فیض پایا۔

سیر الاقطاب اور تذکرۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ آپ کا شجرہ نسب حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے جو اس طرح ہے خواجہ حسن بصری بن موسیٰ راعی بن خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور آپ کا نسب نامہ مادری مائی ام ہانی پر ختم ہوتا ہے۔
جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد محترم حضرت موسیٰ راعی آپ کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سَمُّوْهُ حَسَنًا فَاِنَّهٗ اَحْسَنُ الْوُجُوْه

ترجمہ: اس کا نام حسن رضی اللہ عنہ رکھو یہ نہایت خوش شکل لڑکا ہے۔

اوائل عمری میں حضرت خواجہ جواہرات کی سوداگری کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کا نام حسنؓ لؤلؤ فروش مشہور ہوا۔ لؤلؤ کا ذکر سورۃ الرحمان میں ہے کہ

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَان (الرحمان:۲۲)

ترجمہ: ان دونوں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں۔

آپ تجارت کے سلسلہ میں روم کے سفر پر تھے کہ محبت الٰہیہ کی تجلی آپ کے قلب پر پڑی تو آپ اپنا سارا مال و اسباب غرباء و مساکین میں تقسیم کر کے حضرت امام الاولیاء علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

## خلافت و جبہ مبارک

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے آپ کو خلافت اور منشور اجازت کے ہمراہ

وہ جبۂ بہشتی بھی آپ کو عطا فرمادیا جو انہیں حضور ﷺ نے عطا فرمایا تھا یہ وہی جبہ مبارک تھا جو حضور ﷺ کو معراج کی رات اللہ رب العزت نے عطا فرمایا تھا۔ جو مختلف واسطوں سے ہوتا ہوا پیران چشت اہل بہشت میں منتقل ہوا اور بعد میں اس کا نام ''جبہ چشتی'' مشہور ہوا۔

## وصال

حضرت خواجہ حسن بصری کا وصال ۴ محرم ۱۱۰ ہجری میں ہوا اور شہر بصرہ سے ایک کوس کے فاصلے پر مدفون ہوئے حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید، حضرت خواجہ حبیب عجمی، حضرت ابن زرین، شیخ عتبہ بن غلام اور حضرت شیخ محمد واسع بالترتیب آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔

## چند سوالات

حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ سے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی ارادت اور خرقہ خلافت کے ملنے کا ثبوت بطور سوال و جواب درج کیا جاتا ہے۔

سوال...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں کہ اسماء الرجال کی روایت سے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ سے ثابت نہیں؟

جواب...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی کتاب القول الجمیل پایا جاتا ہے کیونکہ اسی کتاب میں شداد بن عوس کی روایت میں لفظ ثُمَّ لَقَّنَ بِحَسَنِ الْبَصَرِیِّ (ترجمہ: پھر آپ نے حسن بصری کو تلقین کی) تحریر فرمایا ہے۔ نیز حمیات میں لکھتے ہیں اگرچہ اسماء الرجال سے آپ کی ملاقات کا ثبوت نہیں مگر مجھ کو جو چودہ

سلاسل سے نیاز اور فیضان حاصل ہوا ہے، میں مانتا ہوں کہ آپ کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضرور ہوئی ہے حضرت مولانا محمد فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ہمعصر ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''فخر الحسن'' میں صحابہ کرام کے آثار و محدثین کی روایات اور حضرات صوفیاء کی تحریرات سے مفصلاً حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت کی ہے۔

مَنۡ یَّشَاءُ فَلۡیَنۡظُرۡ اِلَیۡهِ ...... جو چاہے اس کو دیکھے۔

سوال...... حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کم سن تھے۔ ایام طفولیّت میں آپ خلافت کے لائق کیوں کر ہو سکتے ہیں؟

جواب...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر حضور ﷺ کے وصال کے وقت صرف تیرہ سال تھی۔ وہ حدیث میں مستند، معتبر اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی عمر بائیس سال تھی اگر تیرہ سال کی عمر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مستند اور معتبر ہیں، تو حضرت خواجہ حسن بصریؒ پر اعتراض کیا معنی رکھتا ہے۔ جبکہ کم سن ہونے کا یہ الزام تو دوازدہ امام میں سے بعض پر بھی عائد ہو سکتا ہے۔ بزرگی بفضل است نہ کہ بسال

سوال...... اسماء الرجال کے مؤلف نے حضرت خواجہ کی ملاقات کا کیوں انکار کیا ہے؟

جواب...... حضرت خواجہ رضی اللہ عنہ نے اگرچہ ایک سو بتیس صحابہ کرام سے ملاقات کی مگر آپ نے ان حضرات سے کسی آثار یا حدیث کی روایت نہیں فرمائی اور جملہ اصحاب راویان حدیث اور مصحح حدیث نے صحت کمال میں اپنی عمر صرف کی۔ حضرت خواجہ نے قال سے درگزر کر کے صحت حال میں اپنی گراں بہا عمر کو صرف فرمایا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی کی کتاب الحدود میں جو پہلی حدیث

مبارکہ بیان کی ہے وہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ہے۔

سوال...... حضرت خواجہ حسن بصری بارہ ہزار سوار کے منصب دار تھے۔ جس وقت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کربلا کے جنگل میں یزیدیوں کے نرغے میں تھے، حضرت خواجہ نے اپنے پیرومرشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی امداد کیوں نہ کی؟ اگر آپ حضرت علیؓ کے مرید اور خلیفہ ہوتے تو آپ حضرت امام حسینؓ کی ضرور مدد فرماتے۔

جواب...... آثار صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ خدا پاک نے حضرت امام الشہداء کی شہادت کو لوگوں کی نگاہوں اور دلوں سے ایسا پنہاں اور مخفی کیا کہ حامیان حسین رضی اللہ عنہ جو کوفہ میں موجود تھے ان کو بھی آپ کی شہادت کی اطلاع نہیں ہوئی۔ شہادت کے بعد یہ خبر مدینہ شریف اور کوفہ وغیرہ میں شائع ہوئی ہے۔ دوسری کہاوت ہے کہ دروغ گورا حافظہ نیست ۔ جب حضرت خواجہؒ نے اپنا سارا مال واسباب غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔ اس حالت فقیرانہ میں حضرت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرید ہو کر خلافت پائی اور باقی عمر تبلیغِ دین میں بسر کی۔ لہٰذا کسی بادشاہ کی ملازمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال...... زمانہ حال کے بعض دانشمند سلاسل کے چودہ طریق کو بے اصول مانتے ہیں؟

جواب...... جو طریقہ قرون ثلاثہ میں شروع نہیں ہوا اس پر تو گفتگو ہو سکتی ہے مگر سیرت کی بے شمار کتابوں اور علمائے حدیث کی رائے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اولین تابعین میں سے ہیں۔

# حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ نے خرقۂ خلافت حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی حاصل کیا ہے اور بیعت کے بعد چالیس سال زہد و ریاضت اور عبادت میں مشغول رہے۔ اپنا تمام مال و اسباب دنیوی فقراء و مساکین میں تقسیم کیا اور جب کسی سائل کو دام و درہم عطا کرتے تو اپنے ہاتھ کو پانی سے پاک کیا کرتے تھے۔

## خلافت و جبہ مبارک

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کے تارک الدنیا ہونے کا حال سیر الاقطاب میں اس طرح لکھا ہے کہ آپ کے ایک غلام نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو رات کے وقت رخصت مل جایا کرے، تو میں اس کا بدلہ ایک مہر آپ کو ادا کیا کروں گا۔ آپ نے منظور فرمایا۔ صبح کے وقت غلام خدمت میں حاضر ہو کر ایک مہر جس پر سورۃ اخلاص کا سکہ لگا ہوتا تھا۔ آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتا، جب اسی طرح کچھ عرصہ گذرا تو آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ ہر روز مہر کہاں سے لاتا ہے؟۔ ایک رات غلام کے پیچھے روانہ ہوئے۔ آپ نے مشاہدہ کیا کہ غلام ایک قبرستان پہنچ کر کپڑے اتار کر پلاسی لباس پہنتا ہے اور صبح تک نماز میں مصروف رہتا ہے۔ جب صبح کا وقت ہوا

تو غلام نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، کہ یارب العالمین میری رخصت کا عوض بھیج دے کہ میں اپنے آقا سے کیا گیا وعدہ پورا کر سکوں۔ اسی وقت ایک مہر جس پر سورۃ اخلاص کا سکہ تھا، غلام کے پاس آ پڑی۔ اس نے اٹھا کر اپنے مالک حضرت عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کو دے دی۔ آپ نے فرمایا کہ اے غلام میں نے تجھ کو آزاد کیا۔ غلام نے دعائے خیر دی اور سنگ ریزوں کی ایک مٹھی آپ کو دے کر کہا کہ میں آزاد کرنے کے شکریہ میں آپ کو یہ دیتا ہوں۔ جب آپ نے اپنے گھر کی دہلیز پر پہنچ کر دیکھا تو وہ سب جواہرات خالص تھے۔ آپ سب مال و اسباب فقراء اور مساکین میں تقسیم کر کے تارک الدنیا ہو گئے اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہوئے اور خلافت کا خرقہ اور کلاہ فقر و ''جبہ مبارک'' حاصل کیا۔

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ فقراء کے ایک گروہ نے جو بھوکے اور پیاسے تھے، آپ کی خدمت میں حلوہ کھانے کا سوال کیا۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا۔ آپ نے دعا مانگی تو آسمان سے (طلائی) مہریں برسنے لگیں۔ درویشوں کو فرمایا کہ زیادہ طمع مت کرو اپنے ضروری خرچ کے لئے اٹھا کر لے جاؤ۔ درویشوں نے چند مہریں اٹھائیں اور حلوہ خرید کر سیر ہو کر کھایا۔

## وصال

آخری عمر میں آپ فالج کی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ایک روز نماز کا وقت تھا اور غلام موجود نہ تھا۔ دعا مانگی کہ یا الٰہی مجھے اس قدر ہمت عطا فرما کہ میں اپنے ہاتھوں سے وضو کر کے نماز پڑھ سکوں۔ اللہ نے آپ کو ہمت عطا فرمائی اور آپ نے خود اٹھ کر نماز پڑھی اس کے بعد ویسے ہی بیمار ہو گئے۔ سیر الاقطاب کے مطابق آپ کا وصال ستائیس صفر ۱۷۷ ہجری میں ہوا۔

# حضرت خواجہ فضیل الدین فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

صاحب کرامت خواجہ فضیل الدّین فضیل بن عیاضؒ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کو حضرت عیاض بن منصور بن معمر سلمی کوفی سے بھی خرقہ خلافت عطا ہوا اور آپ کا شجرہ اجازت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

## توبہ کا سبب

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ فضیلؒ اوائل عمر میں رہزنی کیا کرتے تھے اور قافلوں کو مار کر ان کا مال واسباب لوٹ لیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ کے ملازم مختلف قافلوں کا مال لوٹ رہے تھے کہ کسی شخص نے یہ آیت پڑھی

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ (الحدید:۱۶)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کا دل خدا کے نام سے خوف کھا جائے۔

اس آیت مبارکہ کا آپ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ قافلے والوں کو جانے دیا اور ان کو لوٹا ہوا مال واسباب انہیں واپس کر دیا سچے دل سے گناہوں سے تائب ہو گئے۔ ایک یہودی کا لوٹا ہوا مال آپ کے پاس موجود نہ تھا آپ نے اسے فرمایا کہ مجھے یہ مال بخش دے یا اتنے عرصے تک مجھے اپنا ملازم بنا کر رکھ لو جب تک تمہارا

نقصان پورا نہ ہو جائے۔ یہودی نے کہا اگر تم تمام عمر بھی میرے ملازم بن کے رہو۔ تب بھی میرے لوٹے ہوئے مال کی قیمت پوری نہیں ہوسکتی اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ تم سے تمام لوٹا ہوا مال ہر صورت واپس لوں گا۔ اپنی قسم سے بری الذمہ ہونے کی ایک ہی صورت ہے کہ میں تمہیں سونے سے بھری ہوئی بوری دیتا ہوں پھر تم وہی مجھے واپس کر دو۔

آپ نے سونے سے بھری بوری یہودی سے لی اور پھر اسے ہی واپس کر دی۔ یہودی نے کہا کہ تمہاری توبہ قبول ہوگئی۔ آپ نے پوچھا وہ کس طرح؟ اس نے کہا کہ یہ مٹی کی بوری تھی تمہارے ہاتھ لگانے سے سونا بن گئی۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر یہودی نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

## خلافت و جبہ مبارک

اولاً آپ نے کوفہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علوم ظاہری حاصل کئے۔ پھر وہاں سے بصرہ تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ عبدالواحدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بعد تلقین اذکار و اشغال باطنی منشور اجازت اور ''جبہ مبارک'' سے سرفراز ہو کر پیرومرشد برحق کی ہدایت سے مکہ معظمہ میں معتکف ہوئے۔

شیخ ابوعلی رازی لکھتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تیس برس حاضر رہا ہوں۔ میں نے انہیں ہمیشہ غمگین اور اندوہگین پایا۔ آپ کے صاحبزادے ''علی'' جو ولی کامل تھے، قرآن پاک کی ایک آیت مبارک سنتے ہوئے جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ جب آپ نے اپنے بیٹے کے انتقال کی خبر سنی تو تبسم فرمایا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت یہ تبسم کا کونسا موقع ہے؟ تو آپ نے

فرمایا کہ جس امر پر خدا کی ذات پاک خوش ہو، اس پر بندہ عاجز کو بھی خوش ہونا چاہئے۔

ایک دفعہ حج کے موقعہ پر خلیفہ ہارون رشید اپنے وزیر فضل کو ساتھ لے کر تارک الدنیا مردان خدا کی زیارت کر رہا تھا۔ پہلے شیخ عبدالرزاق کے حجرہ میں آیا۔ وزیر کو کہا کہ اس مرد خدا کی زیارت کر کے میرا دل سیر نہیں ہوا اور پھر شیخ سفیان بن عتبہ کی زیارت کی۔ خلیفہ نے کہا کہ میری حاجت پوری نہیں ہوئی۔ پھر وزیر خلیفہ کو لے کر حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ میں لے گیا۔ آپ چراغ جلا کر قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ دو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے۔ جب وزیر نے حجرہ کی زنجیر ہلائی تو آپ نے فرمایا کون ہے؟۔ وزیر نے عرض کیا کہ خلیفہ ہارون الرشید آپ کی زیارت کو آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے خلیفہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی اولاد ہے۔ ایسا نیک عمل کر کہ قیامت کے روز شرمسار نہ ہو۔ یہ بات سن کر خلیفہ زار وقطار رونے لگا۔ آپ نے چراغ بجا کر حجرہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور خلیفہ سے مصافحہ کیا اور فرمایا کہ تمہارے ہاتھ بہت نرم ہیں، ان کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ خلیفہ پھر زار وزار رویا اور عرض کیا کہ یا شیخ مجھ کو کچھ اور ہدایت فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ عدل کر، غریبوں اور مسکینوں کی پرورش کیا کر اور سادات آلِ رسول ﷺ کی خدمت میں حق بجالا۔ یہ فرمودات سن کر خلیفہ گریہ وزاری سے بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آ کر درخواست کی کہ یا شیخ کچھ اور فرمائیں آپ نے فرمایا کہ پھر دوبارہ مجھے ملاقات کی زحمت نہ دینا اس نے پوچھا کیا آپ نے کچھ قرض دینا ہے؟۔ فرمایا کہ خدا کا قرض دینا ہے۔ خلیفہ نے ہزار دینار کا تھیلا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے خلیفہ میری نصیحت پر تم نے اچھا عمل کیا ہے کہ میں تجھے دوزخ کی آگ سے بچاتا ہوں اور تم مجھ

ہی کو دوزخ میں ڈالتے ہو۔ دنیا کے اس مردار کو اٹھا لو اور اہل حاجات پر خرچ کرو۔
خلیفہ قدم بوس ہو کر چلا گیا۔

## وصال

آپ کا وصال مبارک تین ربیع الاول ۱۸۷ ہجری میں ہوا اور مکہ معظمہ جنت المعلیٰ میں حضرت ام المومنین بی بی خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے روضہ مبارک کے قریب مدفون ہوئے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اِتِّبَاعِهٖ
عظیم محدث شیخ وکیع نے آپ کے وصال پر یہ کہا:

مَاتَ فُضَيْلٌ ذَهَبَ الْحُزْنُ مِنَ الْاَرْضِ

ترجمہ: فضیل فوت ہوا تو زمین سے حزن وملال جاتا رہا۔

## خلفاء عظام

سیر الاقطاب اور تذکرۃ الاولیاء میں مرقوم ہے کہ آپ کے پانچ خلفائے عظام ا......سلطان ابراہیم بن ادھم ۲......شیخ محمد شیرازی ۳......خواجہ بشر حافی ۴......شیخ ابو رجا عطاری ۵......خواجہ عبداللہ سیاری کو مقامات وکرامات رفیع حاصل ہوئے۔

## فرمودات

آپ کا کلام فیض مقام بزبان عربی ہے چند فرمودات بزبان اردو پیش خدمت ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا

1...... بندے کا ایمان کامل نہیں ہوتا، جب تک اپنے رب کے فرض کئے ہوئے امر کو

پورا نہ کرے۔ خدائے پاک کے کئے ہوئے حرام سے نہ ڈرے اور خدا پاک نے جو بندے کی قسمت میں لکھا ہے اس پر راضی اور خوش نہ ہو۔

2...... جس بندے کو خدا پاک دوست رکھے، وہ ہمیشہ غمگین رہتا ہے اور جس بندے پر خدا تعالیٰ ناراض ہو اس کو دنیا کی نعمت بہت دیتا ہے۔

3...... اگر خدائے پاک مجھ کو دریا کے پانی کی طرح دنیا کی نعمت عطا فرمائے اور مجھ کو فرمائے کہ میں اس کا تجھ سے حساب نہیں لوں گا۔ تو بھی مجھ کو دنیا کی نعمت سے ایسی نفرت ہو گی جیسی کسی کو مردار کی بد بو سے ہوتی ہے۔

4......ریا کاری کے خوف سے نیک عمل کو ترک کرنا ایسا ہے، جیسا کہ خلقت کو دکھانے کیلئے نیک عمل کرنا اور یہی شرکِ خفی ہے۔

# حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ابراہیم بن ادھم بلخیؒ حضرت فضیل الدین فضیل بن عیاضؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے اور آپ کا شجرہ نسب حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن خلیفہ ثانی امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ کو حضرت عمران بن موسیٰ بن زید بن خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے بھی تبرکاً خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا بادشاہ بلخ کی دختر کو اپنے نکاح میں لانا...... شاہ بلخ کی جگہ تخت نشین ہونا...... ایک مدت کے بعد تخت و سلطنت کو خیر باد کہنا...... اور تارک الدنیا ہو کر ابو قیس پہاڑ پر معتکف ہونا...... زبان زد عام ہے۔

## خلافت و جبہ مبارک

آپؒ بیعت کے بعد چند سال حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں حاضر رہ کر علوم تصوف میں کمال حاصل کر کے مقامات عالیہ پر فائز ہوئے اور آپ کو خرقۂ خلافت، منشور اجازت اور ''جبہ مبارک'' عطا ہوا۔ آپؒ چند ماہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی صحبت میں بھی رہے۔ امام اعظمؒ آپ کو سیدنا ابراہیم بن ادھمؒ کے لقب سے پکارا کرتے تھے اور حضرت سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادیؒ آپؒ کو مفاتیح العلوم کہا کرتے تھے۔ حضرت سدید الدین حذیفہ مرعشیؒ اور حضرت شفیق بلخیؒ، آپ کے صاحبِ کرامت اور با کمال خلفاء میں سے ہیں۔

# کرامات

سیر الاقطاب و دیگر کتب سیر میں تحریر ہے کہ آپؒ جس زمانہ میں ابو قبیس پہاڑ پر معتکف تھے، ان دنوں بلخ کے زعماء و عمائدین سلطنت نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ دوبارہ بلخ کی بادشاہت قبول فرمالیجئے اور شاہی حکومت کا مزہ اٹھائیں۔ اس وقت آپ اپنی گودڑی کی مرمت کر رہے تھے۔ سوئی کو دریا میں پھینک کر فرمایا کہ تم لوگ حکومت کے زور سے میری سوئی کو نکال دو۔ سب امراء و زعماء لاجواب ہو گئے۔ پھر آپؒ نے دریا کو حکم دیا کہ اے دریا میری کپڑے سلائی کرنے والی سوئی نکال دو۔ دریا میں جس قدر مچھلیاں تھیں چاندی کی سوئیاں منہ میں لے کر سطح آب پر آ گئیں۔ آپؒ نے اپنی سوئی پہچان کر لے لی اور مچھلیوں کو حکم دیا کہ دریا میں واپس چلی جاؤ۔ پھر امراء و زعماء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب مجھ کو خدائے پاک نے ایسی سلطنت اور حکومت عطا فرمائی ہے کہ جیسی کسی دنیادار بادشاہ کو حاصل نہیں تو پھر میں ناقص حکومت اور دنیوی بادشاہت کو کس طرح پسند کروں؟۔

ایک روز حضرت خضر علیہ السلام نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے ساتھ رہوں۔ آپ نے جواب دیا جب اللہ کی ذات حافظ و ناصر ہے تو کسی دوسرے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک روز لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر فروخت کر رہے تھے کہ بلخ کے ایک باشندے نے آپ کو پہچان کر طنزاً کہا کہ حضرتؒ آپ بلخ کی حکومت چھوڑ کر کس مشقت میں گرفتار ہیں؟۔ آپ نے لکڑیوں کے گٹھے کی طرف بہ نظر فیض اثر دیکھا تو سب لکڑیاں سونے کی بن گئیں...... اور طنز کرنے والے سے کہا کہ اٹھا لو تمہارے کام

آئیں گی۔

سیر الاولیاء میں تحریر ہے کہ ایک روز حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اہلِ صفہ ابوقیس پہاڑ پر آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ فرمایا کہ مقبولان خدا اگر پہاڑ کو طلب کریں تو وہ بھی چلا آتا ہے۔ اسی وقت پہاڑ نے جنبش کی۔ آپ نے اس پر قدم مار کر کہا کہ میں تمہیں نہیں بلاتا۔

ایک روز حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ تنہا ویرانہ میں جا رہے تھے کہ آپ نے ستر خرقہ پوش فقیر دیکھے وہ سب کے سب شہید ہوئے پڑے تھے اور ان کے جسموں سے خون رواں تھا۔ جبکہ ایک فقیر خرقہ پوش نیم بسمل سر پٹک رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟۔ شاید رہزنوں نے تم کو شہید کیا ہے۔ نیم بسمل فقیر نے کہا کہ جناب یہ بات نہیں۔ ہم سب اللہ کی بارگاہ میں مقرب ہیں۔ ہم نے حضرت صمدیت سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ ایک دم بھی غیر خدا سے موافقت نہ کریں گے۔ ہم کعبہ شریف کے حج کو جا رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ہمارا استقبال کیا۔ ہم بہت خوش ہوئے کہ ہمارا حج قبول ہوا۔ خوشی سے ہم نے ملاقات کی۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ اے مدعیان محبت تم اپنے وعدہ سے منحرف ہوئے کیونکہ غیر کی طرف مشغول ہوئے ہو۔ مجھے اپنی عزت کی قسم کہ جب تک تم کو حق کی تلوار سے شہید نہ کروں گا۔ تم پر راضی نہ ہوں گا۔ ذات صمدیت نے ہم سب کو شہید کر ڈالا اور میں سب میں نیم پختہ تھا۔ اس لئے نیم بسمل ہو کر سر پٹک رہا ہوں۔

آپؒ نے کہا کہ اے مرد درویش مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ درویش نے کہا کہ خدا سے زیادہ دُور نہ ہونا کہ اس کی محبت سے دور ہو گا اور ہماری طرح اس قدر قریب نہ ہونا کہ تیغ حق تمہارے نصیب میں ہو...... یہ کہہ کر اس درویش کی روح قفس عنصری

پرواز کر گئی۔

## وصال

مخبرالواصلین کی روایت کے مطابق آپؒ نے ایک سو دو برس کی عمر میں ۲۸ جمادی الاول بروز جمعرات ۲۵۶ ہجری میں وصال فرمایا۔ وقت وصال عالم غیب سے ایک ندا آئی۔

اَلْاٰنَ اِمَامَ الْاَرْضِ قَدْمَاتَ

ترجمہ: تحقیق روئے زمین کا امام فوت ہوا۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ آپ کا مزار مبارک بغداد میں ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ ملک شام میں حضرت لوط علیہ السلام کے روضۂ مبارک کے قریب مدفون ہوئے۔ بعض مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ وصال کے بعد آپ جسمانی طور پر غائب ہو گئے۔ آپ کے مزار شریف کے متعلق مکمل پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

## ملفوظات قدسیہ

آپ کے چند اقوال درج ذیل ہیں

1...... تصوف کے معنی تکریم وتسلیم، ترک وفرق اور غربا و مساکین سے لطف اور محبت سے پیش آنا ہے۔

2...... اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا دوست بنانا اور مخلوق سے کنارہ کش ہونا تصوف ہے۔

3...... باطل چیز کی طرف دل لگانا اللہ کی معرفت کو دل سے لے جاتا ہے۔ طمع وحرص ترک کرنے سے پرہیز گاری اور صدق ملتا ہے اور طمع کی زیادتی باعث غم ہے۔

4...... ہم اپنے اعمال سے کنارہ کش ہو کر حصول معرفت کے دعوے دار ہیں اور توبہ

چھوڑ کر اس کی دوستی پر راضی ہیں۔عیشِ باقی کو بھلا کر عیشِ فانی کو پسند کرتے ہیں۔

آپؒ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے...... یا اللہ مجھے گناہ کے سایہ سے نکال کر اپنی بندگی کی طرف لگا دے اور یہی میری منزل مقرر فرما۔

۞۞۞۞

# حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ

## خلافت و جبہ مبارک

حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب علوم نقلیہ و عقلیہ سے فارغ ہوئے تو ذات الٰہی کی محبت کے جذبات سے سرشار ہو کر اپنا مال و اسباب چھوڑ کر حضرت سلطان التارکین خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ کے دست اقدس پر بیعت ہو کر عرصہ دراز تک مرشد کی خدمت بجالاتے رہے۔ مرشد کامل سے آپ نے خرقہ خلافت اور منشور اجازت پایا اور ساتھ ہی ''جبہ مبارک'' حاصل کیا۔

تذکرۃ العاشقین میں تحریر ہے کہ ایک روز آپؒ زار و قطار رو رہے تھے۔ ایک منکر آدمی نے کہا اے درویش تو کیوں روتا ہے؟۔ کیا اللہ کو غفور الرحیم نہیں جانتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا (التوبہ:۸۲)

ترجمہ: سو اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ۔

میں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ سے ہوں۔ منکر نے کہا جب تو یہ نہیں جانتا تو لوگوں کو مرید کس لئے کرتا ہے؟ یہ سننا تھا کہ آپ روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ عالم غیب سے ندا آئی کہ

اے حذیفہ ہم نے تمہیں قبول کیا اور بہشتیوں کے گروہ کا سردار بنایا۔

اس نداء کے وقت مختلف مذاہب کے لوگ بھی وہاں کثیر تعداد میں موجود تھے۔

جنہوں نے یہ آواز سنی۔ تین سو افراد کفر سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔

ایک دفعہ ملحدوں کا ایک گروہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بدزبانی شروع کردی اور کہنے لگا کہ اگر تو اللہ کا ولی ہے تو ہمارے لئے بددعا کر۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا کیا بگڑتا ہے؟۔ آپؒ نے زوردار آہ بھری۔ آپ کے دہن مبارک سے آگ ایک شعلہ نکلا...... آپ کی آہ کی آگ سے تمام ملحد جل کر راکھ ہو گئے۔

## وصال

آپ کا وصال ۲۴ شوال ۲۷۶ ہجری میں ہوا۔

# حضرت خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ، صاحب عالی مقام اور علوم ظاہری میں فاضل اجل تھے۔آپ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔سترہ سال کی عمر میں علوم نقلیہ وعقلیہ سے فارغ ہوکر دستار فضیلت حاصل کی۔ اپنوں اور بیگانوں سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی محبت میں یگانہ ہوئے۔ایک روز اللہ کی محبت میں گریہ وزاری کررہے تھے۔کہ عالم غیب سے ندا آئی کہ

اے ہبیرہ ہم نے تمہیں بخش دیا۔مزید حصول علوم باطنی وظاہری کے لئے حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کرو۔

## خلافت وجبہ مبارک

آپ بامر الٰہی حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر چالیس برس کی عمر میں مرید ہوئے۔ایک ہفتہ میں وصل کے مقام تک پہنچے اور سال کے بعد خرقہ خلافت ،منشور اجازت اور ''جبہ مبارک'' سے سرفراز ہوئے ۔ چہارم گروہ جو ہبیریوں کے نام سے مشہور ہے۔اس خاندان کی بناء آپ کے نام نامی پر ہے آپ روزانہ دومرتبہ قرآن مجید ختم فرماتے۔اپنی حیات ظاہری میں کسی دنیادار کا منہ دیکھنے کے روادار نہ ہوئے۔آپ نے ۷شوال ۲۸۷ ہجری میں وصال فرمایا۔

# حضرت خواجہ ممشا دعلو دینوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ ہبیرۃ البصریؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے اپنے پیرومرشد کے علاوہ دیگر مشائخ سے بھی فیض اور خلافت حاصل کی۔ آپ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ ابتدا میں آپ کے پاس مال و دولت اور سیم و زر بہت تھا۔ مگر جب عشق الٰہی نے آپ کو اپنی طرف کھینچا تو دنیا کا سب مال و اسباب لٹا کر دینور سے مکہ شریف تشریف لے گئے اور تیس سال کی عمر میں حضرت خواجہ ہبیرۃ البصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔

## خلافت و جبہ مبارک

انہوں نے آپ کو خرقہ خلافت و اجازت اور ''جبہ مبارک'' عطا فرمایا۔ ایک روز حضرت ہبیرہؒ نے اللہ کی بارگاہ میں سوال کیا یا الٰہی علو دینوری کو مرتبہ عالی، قرب اور وصل معنوی میں قبول فرما۔ ہاتف غیب سے قبولیت کی ندا آئی جسے سن کر حضرت علو دینوری بیہوش ہو گئے...... یہاں تک کہ چالیس دفعہ ہوش میں آ کر بیہوش ہوتے رہے۔ آخر حضرت ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ ہوش میں آ کر اپنے پیرومرشد کے قدموں پر گر ے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے دینوری پہلے تیس سال جو تو نے عبادت و ریاضت میں بہت کوشش کی تو تمہیں کیا ملا تھا؟۔ عرض کیا کہ آپ کی نگاہ کرم سے قرب ذاتی کے مقام کو پہنچا اور آپ ہی کے فیض کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔

ایک دفعہ آپ کو پیغمبر خداﷺ کا حضور حاصل ہوا۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ مجھے سرود سننے کا بڑا شوق ہے، میرے لئے کیا ارشاد ہے؟۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ سرود سننے کی ابتدا اور انتہا میں قرآن پاک کی آیت پڑھا کرو۔ اس روز سے اہل اللہ کی محفل میں سرود سننے کا یہ سلسلہ جاری چلا آرہا ہے۔

آپ کو مشائخ کرخی سے بھی صحبت حاصل رہی۔ انہوں نے آپ کو خرقہ اجازت وخلافت بھی عطا فرمایا۔ حضرت خواجہ علو دینوریؒ، حضرت شیخ عبداللہؒ بن خفیف کے خلیفہ ہیں جبکہ حضرت شیخ عبداللہؒ حضرت شیخ محمد رویمؒ سے اور شیخ محمد رویمؒ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ اور حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ حضرت سری سقطیؒ سے اور حضرت سری سقطیؒ حضرت معروف کرخیؒ سے خرقۂ اجازت سے ممتاز ہوئے۔ آپ کو سہروردی سلسلہ میں بھی اجازت وخرقہ خلافت عنایت ہوا۔ سلاسل چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ کے اکثر مشائخ کا سلسلہ آپ تک پہنچتا ہے۔ مندرجہ بالا سلاسل طریقت کے شجروں میں آپ کا اسم گرامی درج ہے۔

## وصال

مطلوب الطالبین اور تذکرۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ جب آپ پر نزع کا وقت طاری ہوا، تو آپ کے ایک مرید نے رو کر دعا مانگی کہ اے پروردگار میرے پیرومرشد کو بہشت عطا فرما۔ آپؒ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تیس سال گزر گئے ہیں، وہ مجھے بہشت دیتے ہیں اور میں قبول نہیں کرتا۔ یہ تم نے میری بہتری کے لئے کون سی دعا مانگی ہے؟۔ آپؒ ہمیشہ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ یہاں تک کہ شیر خوارگی کی حالت میں بھی دن کے وقت اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ آپ نے ۲۹۸ ہجری میں وصال فرمایا۔

# حضرت خواجہ شرف الدین ابواسحاق شامی
## رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شرف الدین ابو اسحاق شامیؒ حضرت خواجہ ممشاد علو دنیوریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اوائل عمری میں آپ حفظ قرآن کے بعد تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ آپ کا خیال تھا کہ عالم غیب سے مشائخ زمانہ حال میں سے جس مرد خدا کی طرف ارشاد ہوگا، ان کے پاس جا کر بیعت کروں گا۔ اس سلسلہ میں آپ نے چالیس دفعہ استخارہ کیا تو ارشاد ہوا کہ حضرت ممشاد علو دنیوری رحمۃ اللہ علیہ کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔ بہت جلد قرب اور محبت ذاتی کی منزل میں پہنچ جاؤ گے۔

حضرت خواجہ ابواسحاقؒ شام کے رہنے والے تھے اپنے وطن سے چل کر بغداد آئے اور حضرت خواجہ ممشاد علو دنیوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ خواجہ دنیوریؒ (المتوفی ۲۹۸ھ ۹۱۰ء) اپنے زمانے کے ممتاز بزرگ تھے دور دور سے عقیدت مندان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اس بات کا ذکر خواجہ فرید الدین عطارؒ نے تذکرۃ الاولیاء، مولانا عبدالرحمان جامیؒ نے نفحات الانس میں کیا ہے خواجہ عطارؒ کا بیان ہے کہ وہ اپنی خانقاہ کا دروازہ عموماً بند رکھتے جب کوئی آتا تو پوچھتے کہ مسافر ہو یا مقیم، اگر مقیم ہو تو خانقاہ میں آجاؤ۔ اگر مسافر ہو تو یہ خانقاہ تمہاری جگہ نہیں ہے چونکہ جب تم چند روز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے انس ہو جائے گا اور پھر تم

جانا چاہو گے تو مجھے اس کی تکلیف ہوگی اور مجھ میں فراق کی طاقت نہیں۔

جب خواجہ اسحاقؒ ان کی خانقاہ میں حاضر ہوئے تو پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟

عرض کیا: ابواسحاق۔ فرمایا

از امروز اابواسحاق چشتیؒ خوانند که خلائق چشت ودیار آں از تو ہدایت یابند۔ وہر که سلسله ارادت تودرآید آنہارانیز تاقیام چشتی خوانند

آج سے لوگ تجھے ابواسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے۔ چشت اور اس کے نواح کے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلہ ارادت میں داخل ہوگا اس کو قیامت تک چشتی کہہ کر پکاریں گے۔

## جبہ مبارک سے جبہ چشتی تک

آپ حضرت خواجہ دینوریؒ کی خدمت میں سات سال تک رہے خرقہ خلافت واجازت اور ''جبہ مبارک'' حاصل کیا جو آپ کے پاس پہنچا کر ''جبہ چشتی'' کے نام سے مشہور ہوا۔

اس کے بعد خواجہ دینوریؒ نے آپ کو تذکیر وارشاد حق کیلئے چشت روانہ کردیا جہاں آپ کی پرخلوص جدوجہد سے ایک عظیم الشان سلسلہ کی داغ بیل پڑی اور چشت بہت جلد ایک عظیم الشان روحانی نظام کا مرکز بن کر چمک اٹھا۔ ایک بزرگ نے ان کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں

وبیه اقتدری من اهل چشت شیوخهم

کل ولی الله فی میلاده

منهم ابواسحاق اکبر شیخهم
طود سمامن اشخ اطواده
اضحی هداة الدین یتبعونه
لا یعدلون النهج فی معتاده

(یعنی اہل چشت کے مشائخ میں سے تمام اولیاء اللہ نے ان کے میلا دمیں اقتداء کی اوران میں سب سے بڑے اور ذی وجاہت شیخ ابواسحاق ہیں جو مشائخ میں ایسے ہیں جیسے پہاڑوں میں ایک بلنداوراونچا پہاڑ)۔

حضرت خواجہ ابواسحاق چشتیؒ فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے اوراس پر فخر کرتے تھے ایک دن اپنے مرید خواجہ ابواحمد چشتیؒ سے فرمانے لگے

اے ابواحمد درویشی بالاترست از بادشاہی عرب وعجم واللہ ! اگر ابواسحاق راملك سلیمان دہند ، ہم قبول نکند

اے ابواحمد درویشی عرب وعجم کی بادشاہی سے بھی بڑھ کر ہے اگر ابواسحاق کو ملک سلیمان بھی دیں تو خدا کی قسم وہ قبول نہیں کرے گا۔

آپ کے پیرومرشد کا فرمان تھا کہ ابواسحاق لاکھوں لوگ تیرے سایہ فیضان و سعادت کے نیچے آ کر مقرب اور واصل باللہ ہوں گے، چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ پانچ حضرات کا قبہ مبارک جو بنام پنج خواجگان چشت اہل بہشت مشہور ہیں، حضرت خواجہ ابواسحاق شامیؒ کے سلسلہ میں موجود ہیں۔ اول خواجہ ابواحمد ابدال چشتیؒ...... دوم خواجہ ابومحمد چشتیؒ ......سوم خواجہ ناصرالدین ابو یوسف چشتیؒ ...... چہارم خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ اور پنجم خواجہ احمد شریف چشتیؒ۔ان کے روضہ مبارک قصبہ چشت میں موجود ہیں اور فیض بخش عالم ہیں۔

حضرت خواجہ ابواسحاق چشتیؒ کو سماع سننے کا بہت شوق تھا۔ جو بھی شخص آپ کی مجلس سماع میں آتا، خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا مسلمان ہو جاتا۔ گناہگار لوگ گناہوں سے تائب ہوتے تھے اور سنگ دلوں کے دل موم ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ بارش نہیں برستی تھی۔ علماء اور سلطان وقت آپ کی خدمت میں بارش کی التجاء لے کر گئے۔ حسب الارشاد سماع کی محفل تیار کی گئی۔ جب آپ پر وجد طاری ہوا تو چاروں طرف سے ابر رحمت برسنے لگا۔ بارش جب حد سے زیادہ ہوئی تو لوگوں نے آپ سے بارش کے بند ہونے کی التجاء کی۔ حضرت نے دعا فرمائی تو بارش بند ہوگئی۔

## وصال

آپ کا وصال ۱۴ ربیع الثانی ۳۲۹ ہجری میں ہوا۔ شہر مکہ میں مدفون ہوئے۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے مزار مبارک پر عالم غیب سے چراغ روشن ہو کر صبح تک جلتا رہتا ہے جو ہوائے تند، بارش اور آندھی سے بھی گل نہیں ہوتا۔

✿✿✿✿

# حضرت قدوۃ الدین
# خواجہ سید ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قدوۃ الدین خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ حضرت ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

## ولادت

تذکرۃ العاشقین اور سیر الاقطاب میں تحریر ہے کہ آپ کے والد بزرگوار سلطان فرسنافہ حسینی سادات میں سے تھے اور آپ کے آباؤ اجداد قصبہ چشت میں مقیم رہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۶ رمضان المبارک ۲۶۰ ہجری میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو آپ نے اپنے والد کے تمام شراب خانوں کو توڑ ڈالا۔ آپ کے والد سلطان فرسنافہ کسی بلند مکان پر کھڑے ملاحظہ کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک بھاری پتھر اوپر سے حضرت خواجہ ابو احمد ابدال رحمۃ اللہ علیہ کی طرف پھینکا۔ وہ پتھر آپ کے قریب جا کر ہوا میں معلق ہو گیا۔ آپ کے یہ معاملہ دیکھ کر شراب خوری سے توبہ کی۔

## حسن و جمال

آپ کا جمال باکمال اس طرح چمکتا تھا کہ جس تاریک مکان میں آپ بیٹھتے،

وہ مکان آپ کے حسن کی روشنی سے منور ہو جاتا۔ یہاں تک کہ قرآن پاک کے حُروف اور اعراب اس روشنی میں بخوبی پڑھے جاتے تھے۔ ایک روز اپنے والد بزرگوار کے ساتھ شکار کو تشریف لے گئے اور شکار کھیلتے ہوئے لشکر سے علیحدہ ہو کر راستہ بھول گئے۔ لشکریوں نے بہت تلاش کی مگر کوئی سراغ نہ مل سکا ناامید ہو کر واپس آئے۔ حضرت خواجہ ابو احمدؒ نے ایک پہاڑ کے نیچے چالیس آدمی رجال الغیب یعنی ابدالانِ ملک کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی قدس سرہ' بھی ان میں موجود تھے۔ حضرت خواجہ ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ نے گھوڑے سے اتر کر حضرت خواجہ شامیؒ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور آپ کے مرید ہو گئے۔

## خلافت وجبہ چشتی

آٹھ سال اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ کی خدمت میں کسب کمال حاصل کر کے اور وصول الی اللہ سے مستفید ہو کر خرقہ خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے اور خرقہ خلافت میں ''جبہ چشتی'' حاصل کیا۔ ابدالوں کی مصاحبت کے باعث آپ کا نام خواجہ ابو احمد ابدالؒ مشہور ہوا۔

تاریخ درانی کا مؤرخ لکھتا ہے کہ میں نے قصبہ متبرکہ چشت میں پہنچ کر مزارات عالیہ خواجگان چشتؒ کی زیارت کی ہے۔ جب میں سادات کے ہمراہ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کے حجرہ مبارک کی زیارت کو گیا تو راستے میں ایک پہاڑ کا بڑا ٹکڑا میں نے ہوا میں معلق دیکھا۔ میں نے سید محمد امیر سے جو اپنی قوم کے سادات تھے۔ پوچھا کہ یہ پہاڑ کا بڑا ٹکڑا ہوا میں کیوں معلق ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ اپنے پیر و مرشد سے خلافت حاصل کر کے اپنے وطن قصبہ

چشت میں تشریف لائے تو اس بڑے کوہ کے نیچے عصر کی نماز پڑھ کر حسب معمول مراقب ہوئے۔ کافر جو آپ کے والد سے شدید عداوت رکھتے تھے، موقعہ پا کر اس پہاڑ کی چوٹی سے ایک بڑا بھاری پتھر جو سطح زمین سے تین کوس بلند تھا، آپ کے سر پر گرایا۔ جب آدھے کوس کا فاصلہ آپ پر گرنے میں رہ گیا تو آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اے پہاڑ تو کہاں آتا ہے ٹھہر جا نیچے سے آپ نے دست مبارک سے سہارا دیا۔ اس روز سے یہ پہاڑ آج تک ہوا میں معلق ہے۔ حضرت کی یہ کرامت عالی دیکھ کر بہت سے غیر مسلم مسلمان ہوئے۔ جب آپ متبرکہ قصبہ چشت میں تشریف لائے تو آپ کے والد بزرگوار نے آپ کے صحیح سلامت واپس پہنچنے پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور خوشی میں آپ کے سر اور آنکھوں پر بوسہ دے کر سینے سے لگایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

## وصال

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ کا وصال مبارک یکم جمادی الثانی ۳۵۵ ہجری کو ہوا اور قصبہ چشت میں مدفون ہوئے۔

✿✿✿✿

# حضرت خواجہ ناصح الدین ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ایام حمل میں آپ کی والدہ محترمہ دن رات اپنے شکم مبارک سے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی آواز سنا کرتی تھیں۔ ایک روز حضرت خواجہ ابو احمد ابدالؒ نے اپنی زوجہ محترمہ کے روبرو بیٹھ کر کہا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا وَلِیَ اللّٰہِ

ترجمہ: اے اللہ کے ولی آپ پر سلامتی ہو۔

## ولادت

آپ عاشورہ کی پہلی رات ۳۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی سات مرتبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہا۔ جب دو سال چھ ماہ کے ہوئے تو گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے۔

منتخب السلوک، تذکرۃ العاشقین اور خزینۃ الاصفیاء میں تحریر ہے کہ جب آپ چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو بسم اللہ شروع کرنے کے لئے تختی آپ کو دی گئی۔ غیب کی قلم سے تختی پر درج ذیل عبارت لکھی گئی۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ

ترجمہ: رحمان نے قرآن سکھایا۔ اے رب آسانی کر، تنگی نہ کر۔

## خلافت و جبہ چشتی

آپ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری سے فارغ ہو کر اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ ابو احمدؒ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے عبادت و ریاضت سے وصول الی اللہ کی منزل کو پہنچ کر خرقہ خلافت میں ''جبہ چشتی'' حاصل کیا۔ آپ مستجاب الدعوات تھے جو دعا مانگتے ویسا ہی ظہور میں آ جاتا۔ ایسے صائم الدہر تھے کہ یکم عاشورہ کو تولد ہو کر اپنی والدہ کا دودھ تک نہ پیا۔ ہمیشہ سات دن کے بعد تین لقموں سے روزہ افطار کیا کرتے۔

کتاب خزینہ میں تحریر ہے کہ آپ کو سماع کی طرف نہایت رغبت اور شوق تھا۔ ایک روز آپ سماع سن رہے تھے۔ کہ حالت وجد میں سات روز تک بے خود پڑے رہیں۔ نماز کے وقت ہوش میں آ کر نماز ادا کر کے پھر بیہوش ہو جاتے۔ آٹھویں روز آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ ابو احمد ابدالؒ نے قوالوں کو سرود سے منع فرما کر آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر جذب تاثیر فرمائی۔ آپ ہوش میں آئے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا قولوا قولوا (کہو کہو)۔ آسمان کی طرف سے نہایت خوش الحانی سے سرود شروع ہو گیا کہ دنیا میں کسی نے ایسی نرم اور حزین الحان سرود نہیں سنا تھا۔ آپ کو دوبارہ وجد طاری ہوا اور تین دن بیہوش رہے۔ جب آپ کی عمر چوبیس سال تک ہوئی تو آپ کے والد اور مرشد حضرت خواجہ ابو احمد ابدالؒ نے ۳۵۵ ہجری میں وفات پائی اور حضرت خواجہ ابو محمدؒ خواجگان چشت کی مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

ایک روز حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ دریا کے کنارے پر بیٹھ کر اپنی گودڑی کو ادھیڑ رہے تھے۔ بادشاہ وقت نے حاضر ہو کر ہزار دینار کی تھیلی پیش کی مگر آپ نے اسے

قبول نہ فرمایا۔ سلطان وقت نے بہت منت اور زاری کی کہ حضرت میرا نذرانہ قبول فرمایئے اور آپ نے فرمایا پیران چشت اہل بہشت نے اگر دنیا داروں کی فتوح اور نیاز منظور فرمائی ہوتی تو میں بھی قبول کر لیتا۔ پھر آپ نے نگاہ فیض اٹھا کر دریا کی طرف دیکھا تو ہزاروں مچھلیاں دینار طلائی منہ میں لے کر کنارے پر آ گئیں۔ آپ نے بادشاہ کو ارشاد فرمایا کہ جس کا دست مراد عالم غیب الغیوب کے خزانوں تک پہنچ جائیں۔ بادشاہی خزانہ اس کی نظر میں ہیچ ہے۔ آپ کے خلفاء عظام جو کسب کمال حاصل کر کے سیر فی اللہ کی منزل کو پہنچے وہ درج ذیل ہیں۔ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ، حضرت خواجہ مردان چشتیؒ اور حضرت خواجہ محمد کاکو چشتیؒ۔

## وصال

سیر الاقطاب کی روایت کے مطابق آپ کا وصال ۱۴ ربیع الاول ۴۱۱ ہجری میں ہوا اور اپنے والد محترم کے پہلو میں قصبہ متبرکہ چشت میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ اتباعہ اجمعین

# حضرت خواجہ
# ناصر الدین ابو یوسف حسنی الحسینی
## رحمۃ اللہ علیہ

سید الثقلین، حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی ؒ اپنے ماموں حضرت خواجہ ناصح الدین ابو محمد چشتی ؒ کے خلیفہ ہیں۔

## ولادت

حضرت خواجہ ابو یوسف کی پیدائش کے متعلق منتخب السلوک اور اسرار العارفین میں یوں مرقوم ہے کہ حضرت خواجہ ابو محمد کی ہمشیرہ مسمات عفیفہ رابعہ ثانیہ جونہایت ذاکرہ اور پرہیز گارتھیں۔ حضرت خواجہ ابو محمدؒ نے اپنی ہمشیرہ کی مناکحت کیلئے التجاء کی مگر بی بی صاحبہ نے منظور نہ کیا۔ ایک روز خواب میں بی بی صاحبہ نے اپنے والد بزرگوار کو دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں" اے میری نور چشم تیرے بطن سے ایک مادرزاد ولی پیدا ہوگا۔ سلسلہ چشتیہ کو اس سے روشنی انوار وتجلیات اور وصول الی اللہ حاصل ہو گا۔ حضرت خواجہ ابو محمدؒ کو دوران مراقبہ حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ہمشیرہ کا کسی صحیح النسب سید سے نکاح کردو کیونکہ اس کے بطن سے ایک ایسا فرزند متولد ہوگا جس سے میری سنت کا احیاء اور خاندان فقر کی روشنی ظہور

میں آئے گی۔ انہوں نے یہ تمام واقعہ اپنی ہمشیرہ سے بیان کیا۔تو وہ شادی کے لئے رضامند ہوئیں اس وقت بی بی صاحبہ کی عمر چالیس برس تھیں۔آپ کا نکاح صحیح النسب سید حضرت محمد سمعان حسینی سے انجام پایا اور آپ کے ہاں فرزند ارجمند صاحب جمال مادرزاد ولی پیدا ہوا۔جس کا نام ابو یوسف رکھا گیا جو ناصر الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔

## خلافت و جبہ چشتی

خواجہ نصر الدین ابو یوسفؒ نے شیر خوارگی سے جوانی تک اپنے ماموں حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے ہاں تربیت پائی۔علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کر کے اپنے ماموں حضرت ابو محمد چشتیؒ کے مرید ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں خرقہ خلافت، منشور اجازت اور ''جبہ چشتی'' حاصل کیا۔ جب آپ کی عمر چھتیس سال کی ہوئی۔تو آپ کے ماموں حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ نے وصال فرمایا اور خانقاہ چشت اہل بہشت میں حضرت ابو یوسف نے اپنے خواہرزادہ کو سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ ہرات کی طرف تشریف لے گئے اور موضع کنک میں ایک فقیر صاحب نسبت کے پاس شب باش ہوئے۔ اس مرد درویش کی دختر کو جو حسن اور خوبی اور عفت و عصمت میں رابعہ ثانی تھی، عالم مراقبہ میں مشاہدہ ہوا کہ آسمان سے چاند ٹوٹ کر میرے دامن میں آگرا ہے اور وہ چاند کہتا ہے کہ میں تیرا شوہر ہوں، مجھ سے مناکحت کرو۔اس دختر نیک اختر نے یہ واقعہ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا۔ اس مرد درویش نے حضرت خواجہ ابو یوسف سے خواب کی تعبیر پوچھی۔آپ نے اس کے بیان کرنے سے پہلے ہی فرمایا کہ وہ

چاند میں ہوں۔ اپنی دختر کا عقد مجھ سے کر دو۔ وہ مرد درویش خوش ہوا اور اپنی پاک دامن دختر کا نکاح آپ سے کر دیا۔ آپ اپنی زوجہ کے ہمراہ قصبہ چشت میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کے ہاں دو فرزند حضرت خواجہ قطب الدین مودودؒ اور حضرت خواجہ تاج الدینؒ پیدا ہوئے۔

## کرامات

ایک مرتبہ آپؒ چند درویشوں کے ہمراہ کوہستان کی سیر کو تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہی پیاس کی شدت سے بے قرار ہوئے۔ ان کا حال دیکھ کر خواجہ ابو یوسف چشتیؒ نے اپنا عصا ایک پتھر پر مارا۔ وہاں سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہوا۔ پہلے اس چشمے سے آپؒ نے خود پانی پیا، پھر تمام درویشوں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ وہ چشمہ اب تک چشت کے پہاڑوں میں موجود ہے۔ گرمی کے موسم میں اس کا پانی سرد اور سردی کے موسم میں اس کا پانی گرم ہوتا ہے۔

اسی جنگل میں ایک مسجد تیار ہو رہی تھی۔ آپ کا اس مسجد کی طرف گزر ہوا۔ مسجد کی دیواریں تیار ہو کر جب ان پر شہتیر رکھنے لگے تو وہ ایک گز مقدار میں کم نکلا۔ آپ نے اس شہتیر کو اپنے دست مبارک سے کھینچ کر مسجد پر چڑھا دیا۔ وہ شہتیر دیواروں پر پورا آ کر گز بھر کی مقدار دونوں طرف سے بڑھ گیا۔

حضرت امیر خرد خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء چشتی دہلویؒ اپنی کتاب سیر الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ میرے عم حقیقی حضرت سید مبارک چشتی قصبہ متبرکہ چشت میں زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے وہ مسجد اور چشمہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

آپ جس پتھر کے چبوترہ پر نماز پڑھا کرتے تھے، جب نماز پڑھ کر آپ قصبہ کی طرف تشریف لے گئے تو وہ پتھر کا چبوترہ آپ کی جدائی میں بیقرار ہو کر آپ کے پیچھے چل پڑا۔ قصبہ کے لوگ یہ واقعہ دیکھ کر حیران رہ گئے آپ نے اس پتھر کے چبوترہ کو حکم دیا

قِفْ عَلٰی مَکَانِکَ ...... اپنی جگہ پر ٹھہر جا۔ تو وہ پتھر وہاں ہی ٹھہر گیا۔

جب حضرت خضر علیہ السلام آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لاتے تو اس پتھر پر نشست فرمایا کرتے۔ بعض اوقات رات کی تاریکی میں اس پتھر سے ایسی روشنی نمودار ہوتی کہ قصبہ متبرکہ چشت میں ہر طرف روشنی پھیل جاتی۔

## وصال

جب آپ کی عمر ۸۴ سال کو پہنچی تو پیغام وصال ابدی آن پہنچا۔ ۳ رجب ۴۵۹ ہجری میں آپ جہان فانی سے رخصت ہوئے اور قصبہ متبرکہ چشت میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ وعلی اتباعہ اجمعین

حضرت خواجہ

# قطب الدین مودود چشتی

رحمۃ اللہ علیہ

غوث زماں حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ اپنے والد محترم حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کی ولادت ۴۳۵ ہجری میں ہوئی۔

## خلافت و جبہ چشتی

آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور پندرہ سال کی عمر میں علوم نقلیہ وعقلیہ سے فارغ ہو کر اپنے والد کے دست اقدس پر بیعت کی اور بیس سال کی عمر میں خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے اور ''جبہ چشتی'' حاصل کیا۔ جب آپ کی عمر چوبیس سال کی ہوئی تو آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے بعد ازاں حضرت مودود چشتیؒ پیران چشت اہل بہشت کی مسند پر متمکن ہوئے۔ آپ کی کرامت اور فیضان کا شہرہ اتنی تیزی سے پھیلا کہ بیت المقدس، تبت، غزنی وغیرہ سے لاکھوں طالبانِ خدا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور دو ہزار خلفاء آپ کی صحبت میں رہ کر درجہ کمال کو پہنچے۔

## قوتِ پرواز

آپ منہاج السالکین اور خلاصۃ الشریعت ہر دو کتب کے مصنف ہیں۔ آپ کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا بدرجہ کمال شوق تھا۔ جب آپ کے دل میں بیت اللہ شریف جانے کا ارادہ ہوتا تو یک دم پرواز کر کے مکہ شریف جاتے اور بیت اللہ کی زیارت کر کے قصبہ چشت واپس تشریف لے آتے اگر کسی مرید کو کچھ مشکل پیش آ جاتی تو ایک پرواز میں وہاں پہنچ کر اس کی مشکل حل کر دیتے۔

مکتوبات مودودؒ میں لکھا ہے کہ حضرت احمد جام زندہ فیلؒ اپنے شہر جام سے حضرت مودود چشتیؒ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ دشمنوں اور حاسدوں نے یہ بات مشہور کر دی کہ حضرت احمد جام آپؒ سے پیران چشت کی سجادگی لینے آئے ہیں۔ کیونکہ یہ لڑکا کم سن ہے اور سجادگی کے لائق نہیں مسندِ چشت سے اس کو اتار دیا جائے۔ جب اس بات کا علم آپ کو ہوا تو آپ مراقب ہوئے اور تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ حضرت احمد جامؒ تو مجھ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ آپ ایک دیوار پر سوار ہو کر ان کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت چار ہزار مرید اور خلفائے نامدار آپؒ کے ہم رکاب تھے۔ جب دریائے فوتک کے کنارے پہنچے۔ حضرت احمد جام شیر پر سوار تھے۔ دونوں مشائخ کی دریا کے کنارے پر ملاقات ہوئی۔ بات چیت کے بعد حضرت احمد جامؒ نے فرمایا کہ اے سید نامدار قطب روزگار پیران چشت اہل بہشت کی مسند آپ کو مبارک ہو۔ یہ کہہ کر حضرت احمد جامؒ اپنے شہر جام واپس تشریف لے گئے۔

# کرامات

حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کو سماع کی طرف بدرجہ غایت قلبی لگاؤ تھا۔ جس بناء پر علماء کے دل میں آپ کے بارے میں نفاق پیدا ہوا۔ ایک مرتبہ آپ شہر بلخ میں تشریف فرما تھے دو ہزار علماء آپ کے پاس آئے اور سماع اور سرود کے جواز پر گفتگو شروع کردی۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ میں اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بلخیؒ کی پیروی میں سماع سنتا ہوں۔ علماء بیک آواز بولے کہ حضرت سلطان ابراہیم بلخی وجد کے موقع پر پرواز کیا کرتے تھے۔ ایسے مرد خدا کا سماع سننا جائز اور درست ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق محفل سماع تیار کی گئی۔ دوران سماع جب آپ پر وجد طاری ہوا تو آپ پرواز کر کے خلقت کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور چند ساعت کے بعد پرواز کرتے ہوئے محفل میں آ موجود ہوئے۔ اس عظیم کرامت کو دیکھ کر دو ہزار آدمی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

علماء نے کہا کہ یہ کیا کرامت ہے؟۔ ہندو جوگی بھی اپنے استدراج کی وجہ سے پرواز کرتے ہیں۔ وہ بھاری پتھر جو میدان میں موجود ہے اگر آپ کے پاس حاضر ہو کر آپ کی ولایت کی شہادت دے تو ہم مان لیں گے۔ آپ نے پتھر کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ پتھر لوٹتا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا اور آپ کی ولایت کبریٰ کی شہادت دی۔ یہ کرامت دیکھ کر سب علماء دم بخود رہ گئے اور آپ کے قدموں پر گر کر حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

تاریخ درانی کا مؤرخ لکھتا ہے جب میں قصبہ چشت میں جو شہر ہرات سے چالیس کوس دور واقع ہے پہنچا۔ تو آپ کی عظیم کرامات کے نشانات میں نے بچشمِ خود دیکھے۔ اوّل یہ کہ آپ کی مسجد کے قریب جمعرات کے روز ایک پہاڑ سے خون اور

کف جاری ہوتا ہے۔لوگ پرانے پارچات اور روئی اس کف وخون سے تر کر کے لے جاتے ہیں۔ میں نے سادات مودود سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ مودود چشتیؒ ایک سرخ پتھر پر بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے۔ایک بہت بڑا اژدہا منہ کھولے پہاڑوں سے نکل کر آپ کی طرف چلا آ رہا تھا۔ جب آپ کی نظر مبارک اس اژدہا پر پڑی تو آپ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا اے سانپ تو کہاں چلا آتا ہے، ٹھہر جا۔ دو پہاڑوں نے اردگرد سے بھاگ کر اژدہا کو بیچ لے لیا۔اژدہا نے پکار کر کہا کہ حضرت مجھے بچالو۔آپ نے فرمایا کہ پہلے تجھ سے لوگوں کو اذّیت پہنچتی تھی۔اب قیامت تک لوگوں کو تجھ سے فائدہ ملے گا۔آٹھویں روز وہ اژدہا زور لگا کے پہاڑوں سے نکلنا چاہتا ہے مگر ان کی آڑ سے نکل نہیں سکتا۔کف اور خون اس کے بدن سے جاری ہو جاتا ہے۔لوگ پارچات بھگو کر لے جاتے ہیں۔ ناسور، زخم اور ہر قسم کے پھوڑے پر اس کو لگاتے ہیں اور حضرت خواجہ کی دعا سے شفا پاتے ہیں۔

دوم ...... میں نے ایک درخت دیکھا جو ہر سال سات دفعہ بہار لاتا ہے اور فندق (ایک میوہ جو نہایت سرخ اور جھاڑی کے بیر جتنا ہوتا ہے) کی مانند اس کو پھل لگتا ہے۔لوگ اس کا پھل توڑ کر لے جاتے ہیں۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو حضرت سید محمد میر سجادہ نشین نے فرمایا کہ حضرت خواجہ مودود نے اپنی مسواک یہاں پر گاڑ دی تھی تو وہ سبز ہو کر درخت بن گئی۔لوگ اس کا پھل توڑ کر بچوں کے گلے میں بطور تعویذ ڈالتے ہیں۔ چندری، اٹھراہ اور چیچک وغیرہ کے امراض سے بچوں کو امن ملتا ہے۔

سوئم ...... حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کے چلہ شریف کا مقام جو آبادی سے چار

کوس کے فاصلے پر واقع ہے دیکھنے لگا۔ایک پہاڑی جو آپ کے چلہ کی جگہ کے قریب ہے اس سے دو نہریں نکلتی ہیں ایک کا پانی ہمیشہ سرد اور دوسری کا ہمیشہ گرم رہتا ہے۔وہ حضرت کے چلہ شریف کے مقام کے دروازہ کے پاس سے نکل کر حضرت خواجگان چشت اہل بہشت کے مزارات عالیہ کے قریب سے گزرتی ہوئیں پھر اسی پہاڑی میں جا گرتی ہیں۔میں نے اس کا سبب پوچھا تو سادات عظام نے بتایا کیا کہ حضرت کے چلہ کی جگہ کے قریب پانی موجود نہ تھا۔آپ نے خدا پاک کی جناب میں درخواست کی تو حضرت کی دعا کی برکت سے وضو اور غسل کے آرام کے لئے خدا پاک نے یہ دونوں نہریں پہاڑ سے جاری کر دیں۔اس کے علاوہ پیران چشت اہل بہشت کے کئی طرح کے آثار اور علامات میرے دیکھنے میں آئے۔جن کا ذکر طوالت کے باعث میں نے اپنی تاریخ (کتاب) میں نہیں کیا۔

## وصال

سیرۃ اولیاء اور فوائد الفواد میں منقول ہے کہ جب حضرت خواجہؒ کے وصال کا دن قریب آن پہنچا تو ایک مرد خوش وضع نے آپ کی خدمت میں السلام علیکم کہہ کر پارچہ حریر پر کچھ لکھا ہوا آپؒ کو دکھایا اور وہ مرد خدا واپس چلا گیا۔آپؒ اس تحریر کو اپنی پیشانی پر رکھ کر واصل بخدا ہوئے۔

نہ پنداری کہ جاں را رائیگاں داد
بآخر روئے جاناں دید و جاں داد
ترجمہ: یہ نہ سمجھ کہ تو نے جاں مفت دی
آخر محبوب کا چہرہ دیکھ کر تو نے جاں دی

آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ شریف احمد کو عالم

غیب سے ندا آئی کہ ہم اپنے دوست کے غسل اور تکفین سے فارغ ہونا چاہتے ہیں کوئی غسل دینے والا نظرنہیں آتا۔ عالم غیب سے آپ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا اور آپ کا جنازہ مبارک خود بخود مدفن کے مقام پر پہنچ گیا اور سب خلفائے نامدار معہ حضرت خواجہ احمد شریف و معتقدین جو تقریباً دو ہزار سے کم نہ تھے۔ مکان مدفن پر پہنچے اور پھر عالم غیب میں آپ کی نماز جنازہ کی تکبیروں کی ندا حاضرین کے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ دوبارہ عالم غیب سے ندا ہوئی کہ ہم اپنے محبوب کے کاموں سے فارغ ہوئے۔ حاضرین لوگ اپنی محبت و عقیدت سے جس طرح چاہتے ہیں دفن کریں۔

آپ کا وصال مبارک یکم رجب ۵۲۷ ہجری میں ہوا۔

✪✪✪✪✪

# حضرت خواجہ
# نیر الدین حاجی شریف زندنی چشتی
## رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی چشتیؒ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ اعظم تھے۔ آپ نے چودہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا علوم نقلیہ وعقلیہ سے فارغ ہو کر حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست اقدس پر بیعت کی۔

## خلافت وجبہ چشتی

آپ چند سال اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں رہے مجاہدات وریاضات کے بعد خرقہ خلافت اور اجازت سے مامور ہو کر خرقہ میں ''جبہ چشتی'' حاصل کیا۔ مرشد کے ارشاد سے شہر زندن میں مقیم ہوئے، آپ ویرانے اور جنگل میں رہا کرتے تھے۔ جو لوگ آپ کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوتے، آپؒ کے درویش ان کو یہ ہدایت کرتے کہ آپؒ کی خدمت میں دنیا کا ذکر نہ کرنا، کیونکہ آپ گھبرائیں گے اور تم لوگ سعادت دیدار سے محروم رہو گے۔

آپ ہمیشہ طے کا روزہ رکھا کرتے تھے اور برگِ تر بے نمک سے افطار کیا کرتے تھے۔ جس شخص کو آپ کا پس خوردہ نصیب ہوتا وہ دنیا کے لذیذ طعام سے

بے رغبت ہو جاتا۔ آپ کو سماع کا شوق بدرجہ کمال تھا۔ اس قدر روتے تھے کہ آپ کے آنسوؤں سے تمام جسم تر ہو جاتا جو شخص آپ کی محفل سماع میں موجود ہوتا دنیا کی محبت سے تارک ہو جاتا۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک دولتمند نے آپ کی خدمت میں ایک ہزار دینار پیش کئے۔ آپ نے فرمایا اے فقیروں کے دشمن اس کو جلد اٹھا لے۔ مجھ کو دنیا کے سیم وزر سے بالکل محبت نہیں، جنگل کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ۔ جب اس دولتمند نے دیکھا تو آپ کے حجرہ مبارک کے قریب جواہرات کا دریا چل رہا تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جس کے پاس اس قدر خزانہ موجود ہو تمہارے جیسے دولتمند کے چاندی سونے کی اسے کیا پرواہ ہے؟۔

تذکرۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ ایک سوالی بے سروسامان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں عیالدار بے نوا ہوں اور میری دو لڑکیاں جوان ہیں اور بے سروسامانی کے باعث میں ان کے نکاح وشادی سے سرخرو نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ کل آنا کوئی تجویز مل جائے گی ......سائل واپس ہوا۔ راستہ میں ایک یہودی نے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اس نے سارا ماجرا بیان کر دیا تو یہودی نے کہا کہ اس بھوکے بے نوا درویش کے پاس کیا تھا جو تم کو دیتا۔ اگر حضرت خواجہ حاجی سات سال غلام بن کر میری خدمت میں رہیں تو میں سات ہزار دینار دوں گا۔ سائل نے واپس آ کر یہودی کا ماجرا عرض کیا۔ حضرت خواجہ اسی طرح سائل کے ہمراہ ہوئے اور سات سال یہودی کی خدمت میں حاضر رہنے کا وعدہ کر لیا۔ یہودی نے سات ہزار دینار دے دیئے۔ جب یہ حال سلطان سنجر نے سنا تو سات ہزار دینار حضرت خواجہ کی خدمت میں ارسال کر کے عرض کیا، کہ یہودی کو دے کر آپ اپنا

دامن اس سے چھڑا لیں۔ آپ نے وہ دینار فقرا و مساکین کو بانٹ دیئے اور فرمایا میں نے سات سال تک یہودی کی خدمت میں رہنے کا عہد کیا ہے اب میں اپنا وعدہ ایفا کروں گا۔ جب یہودی کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ کو اپنی خدمت سے آزاد کر دیا اور آپ کے پاؤں مبارک پر سر رکھ کر مسلمان ہو گیا اور آپ کے درویشوں اور مریدوں میں داخل ہو کر واصل بخدا ہوا۔

## وصال

آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں ۱۰ رجب ۶۱۲ ہجری میں وصال فرمایا رحمة اللّٰه علیه و علی اتباعه اجمعین۔

✿✿✿✿✿

## خواجہ خواجگان

# حضرت عثمان ہارونی چشتی

## رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عثمان ذی النور ہارونی چشتیؒ حضرت حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔قصبہ ہارون میں جو مضافات نیشا پور میں ہے وہاں آپ ۵۰۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔

## خلافت وجبہ چشتی

سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔چودہ سال کی عمر میں علوم نقلیہ و عقلیہ سے فارغ ہوئے اور بیس سال کی عمر میں حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے۔تھوڑے عرصہ میں علوم باطنی و روحانی سے مالا مال ہوکر خرقہ خلافت واجازت سے مشرف وممتاز فرمائے گئے اور ''جبہ چشتی'' حاصل کیا۔تیس سال کی عمر میں قصبہ ہارون کو واپس تشریف لائے۔

## کرامات

مونس الارواح میں تحریر ہے کہ آپ نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے بہت سیروسیاحت کی۔ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے آتش پرستوں کے مقام پر پہنچے آپ

نے اپنے خادم فخر الدین کو آگ لینے کے لئے بھیجا کہ کھانا پکایا جائے بستی والوں نے آگ دینے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ ہمارا معبود ہے۔ خادم نے واپس آ کر تمام حال عرض کیا تو آپ بذات خود وہاں تشریف لے گئے اور آتش پرستوں کو اس فعل ناشائستہ سے منع فرمایا اور نصیحت کی کہ آگ بذات خود ایک عنصر اور مخلوق ہے خالق نہیں۔ اگر تم دوزخ کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو معبودِ حقیقی کی عبادت کرو۔ آتش پرستوں نے کہا آپ تو معبود حقیقی کی پرستش کرتے ہیں تو پھر اس آگ میں ہاتھ ڈال کر دکھاؤ۔ اگر آپ کے ہاتھ کو یہ آگ نہ جلائے گی تو ہمیں یقین ہو گا کہ دوزخ کی آگ بھی آپ پر اثر نہیں کرتی۔ اور یہ کہ آپ کا معبود سچا ہے ان مجوسیوں کا ایک چھ سال کا لڑکا وہاں موجود تھا آپ اس کو گود میں لے کر یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرَاهِیْم (الانبیاء:٦٩) (اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی ابراہیم علیہ السلام پر)۔ پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہوئے یہاں تک کہ ان مجوسیوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ آتش پرستوں نے شور کیا کہ یہ فقیر خود تو جلا ہی تھا، ہمارے پیارے بچے کو بھی اس نے جلا دیا۔

چند منٹوں کے بعد آپ آیت مذکورہ پڑھتے ہوئے آگ سے بسلامت باہر آئے تو مجوسیوں نے دیکھا کہ آپ اور بچے کے بدن کے بالوں پر بھی آگ کا اثر نہ پہنچا تھا۔ تمام آتش پرست معہ اپنے راہب مہیسا نامی کے حضرت خواجہ کے پاؤں مبارک پر گر کر مسلمان ہوئے۔ مہیسا کا نام عبداللہ اور اس کے چھ سالہ بچے کا نام ابراہیم رکھا گیا۔

خزینۃ الاصفیاء میں تحریر ہے کہ آپ کو سماع سننے کا بہت شوق تھا۔ علمائے کرام نے سلطان وقت کے دربار میں شکایت کی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ آج کے بعد

جو کوئی سماع سُنے گا اور سنائے گا، دونوں واجب القتل ہوں گے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ہمارے خواجگان چشت اہل بہشت کی سنت ہے لہٰذا میں سماع کو ترک نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ علمائے دین سے سماع کی بابت مذاکرہ کرلیں بعد میں دیکھا جائے گا۔ تمام ملک کے علمائے دین جمع کئے گئے اور حضرت خواجہ صاحب بھی تشریف لائے تو آپ نے سب کی طرف نظرِ صمدیّت اثر ڈال کر علمائے دین کے علم کو سلب کر دیا یہاں تک کہ حروف تہجی بھی بھول گئے۔

سلطان وقت نے علمائے دین کو کہا کہ مذاکرہ شروع کرو۔ تمام علماء نے بیک زبان کہا کہ ہمارے سینوں سے سب ہر طرح کے علوم مٹ گئے ہیں۔ ہم سب حضرت کے روبرو اُمّی اور ناخواندہ بیٹھے ہیں۔ پھر عالموں نے منت ساجت کی اور عرض کیا کہ حضرت آپ کریم ابن کریم ہیں۔ ہم اپنی تمام عمر کا علمی سرمایہ ایک دم کھو بیٹھے ہیں۔ ہم پر نظر فیض اثر فرما کر ہماری تمام عمر کے سرمایہ کو واپس عنایت فرمائیں...... آپ نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور ان کا سلب کیا ہوا علمی سرمایہ ان کو واپس دے دیا۔ تمام علمائے دین آپ کے قدموں میں گرے اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ بادشاہ اپنی غلطی پر پریشان ہوا اور آپ سے معذرت طلب کر کے آپ کو عزت و عظمت سے رخصت کیا۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا لڑکا چند سال سے گم ہے میں بہت جستجو کے بعد نا امید ہو کر بیٹھ گیا ہوں میرے حال پر شفقت فرمائیں۔ حضرت خواجہ نے تھوڑے سے تامل کے بعد ارشاد فرمایا کہ تمہارا بیٹا اپنے گھر میں پہنچ گیا ہے جا کر اس سے ملو۔ اس شخص نے گھر پہنچ کر اپنے گم شدہ لڑکے کو موجود پایا اور سینے سے لگا کر اسے آپ کی خدمت میں لایا۔ پوچھا گیا کہ اے لڑکے تم

کہاں تھے۔لڑکے نے کہا کہ میں جزیرہ دربند میں جنوں کی قید میں تھا، حضرت خواجہ وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے جوان میں تم کو لینے آیا ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو اور اپنے پاؤں کو میرے پاؤں پر رکھ کر مجھ کو مضبوطی سے پکڑلو۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو گھر میں دیکھا۔ دونوں باپ بیٹا حضرت کے قدم بوس ہو کر چلے گئے۔

مطلوب الطالبین میں حضرت نائب رسول الثقلین خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نقل ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص میرا پڑوسی حضرت پیر دستگیر خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے فوت ہو گیا اور میں اس کے جنازہ کے ہمراہ چلا گیا۔ جب اس کو لحد میں رکھ کر سب لوگ واپس آئے تو میں اس مردہ کی قبر سے تھوڑی دور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں نکیرین آئے اور مُردہ سے سوال کیا۔ یہ احوال دیکھ کر میرا رنگ زرد ہو گیا۔ میں اپنے خیال میں کہہ رہا تھا اگر چہ یہ شخص دنیا دار عام لوگوں میں سے تھا مگر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید کہلاتا تھا اس کو کچھ رعائت ملنی چاہیے تھی۔ میں اسی خیال میں تھا کہ اس کی قبر میں یکا یک روشنی ہوگئی۔ میرے حضرت پیر دستگیر خواجہ عثمان چشتیؒ نے تشریف لا کر نکیرین کو قبر میں سے نکال دیا اور فرمایا کہ میں اپنے خاص وجود اور دیگر اپنے تمام مریدوں کے سوالات کا جواب دے چکا ہوں۔ امتحان پورا ہو گیا ہے تم کس لئے دوبارہ تکلیف دیتے ہو۔ فرشتوں نے اللہ کی بارگاہ میں جا کر عرض کیا یا رب العالمین ایک مرد خدا نے ہم کو بازوؤں سے پکڑ کر نکال دیا اور اس کے روبرو ہماری ملکی طاقت نے کچھ کام نہیں کیا...... تو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اس مرد خدا سے پوچھو کہ یہ تمہارا مرید ہے اور اس نے تمہارے کہنے پر عمل کیا ہے یا نہیں؟۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اگر چہ اس

شخص نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا مگر یہ میرا دامن پکڑ چکا ہے۔

غیب سے ندا ہوئی کہ ہم نے خواجہ عثمان کی برکت اس شخص کو بخش دیا اور معاف کیا۔

گو وہ شخص معافی کے قابل نہ تھا۔ مگر یہ احوال دیکھ کر مجھ کو کامل یقین ہو گیا کہ اپنے پیر دستگیر حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی برکت سے ہر حال میں اللہ مجھ کو بخش دیں گے۔

## وصال

آپ کا وصال ابدی ۵ شوال ۶۷۰ ہجری میں ہوا، اور آپ مکہ معظّمہ میں مدفون ہوئے رحمتہ اللہ علیہ و علی اتباعہ اجمعین

# حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیریؒ

حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیریؒ حضرت خواجہ ذی النور عثمان ہارونی چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔آپ کی ولادت ۵۳۷ ہجری شہر سیستان میں ہوئی جس کو نیمروز بھی کہتے ہیں۔آپ حسینی النسب سید ہیں آپ کا شجرہ نسب درج ذیل ہے۔

حضرت خواجہ معین الحق والدین بن سید غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید امام علی رضا بن سید موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن سید الکونین حضرت امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

آپ کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین حسنؒ ایک متمول تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد و زاہد بھی تھے۔انہوں نے جب عراق میں وفات پائی اس وقت حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی عمر ایک روایت کے مطابق گیارہ سال اور دوسری روایت کے مطابق پندرہ سال تھی۔آپ تین بھائی تھے۔جائیداد جدی جو تقسیم ہوئی تو آپ کے حصہ میں ایک باغ کا قطعہ آیا۔آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مبارک خاص الملکہ تھا جو اصفہان میں پیدا ہوئیں اور شہر خراسان میں پرورش پائی۔

سیر الاولیاء میں تحریر ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے باغ میں تشریف فرماتے کہ ایک مجذوب ابراہیم نامی باغ میں تشریف لائے۔آپؒ نے انہیں

انگور کے دو تین خوشے پیش کئے انہوں نے خوشوں کی طرف توجہ نہ فرمائی اور اپنی بغل سے کنجدہ (سوکھی ہوئی روٹی) کا ٹکڑا نکال کر کھانے لگے اور اس میں سے تھوڑا سا ٹکڑا آپ کو بھی عطا کیا۔ وہ کھاتے ہی آپ کا دل انوار الٰہی سے روشن ہو گیا علائق دنیا کو چھوڑ کر طلب خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا تمام مال واساب حقداروں اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور سمرقند میں پہنچے۔

## خلافت و جبہ چشتی

حفظ قرآن کی سعادت وعلوم ظاہر کی تعلیم مکمل کی۔ سمرقند سے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ قصبہ ہارون میں حضرت شیخ عثمان ہارونیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا۔ پچیس سال اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں سفر اور حضر میں حاضر رہے۔ کمالات ظاہری و باطنی سے فیض یاب ہو کر خرقہ خلافت اور ''جبہ چشتی'' حضرت خواجہ عثمانی ہارونی چشتیؒ سے حاصل کیا پھر رخصت ہو کر بغداد کی طرف روانہ ہوئے تو قصبہ سنجان پہنچ کر شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے ملاقات کی۔ پھر وہاں سے چل کر جیپال ایک قول کے مطابق جودھیا پہاڑ پر اڑھائی سال تک حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے شرف نیاز حاصل کیا۔

جبکہ مونس الارواح میں تحریر ہے کہ قصبہ جیپال میں جو بغداد شریف سے سات منزل کے فاصلہ پر ہے حضرت سید محی الدین محبوب سبحانی عبدالقادر گیلانیؒ سے ملاقات ہوئی اور ستاون روز اسی مقام پر حضرت غوث الاعظمؒ کی صحبت میں رہے پھر ان کی معیت میں بغداد آئے وہاں حضرت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں رہے۔ پھر شیخ اوحد الدین کرمانیؒ سے فیض یاب ہو کر ان سے بھی خرقہ

خلافت پایا۔ بغداد سے ہمدان آئے اور غوث صمدانی حضرت شیخ یوسف ہمدانیؒ سے استفادہ فرمایا۔ ہمدان سے تبریز پہنچے اور تبریز میں خواجہ ابوسعید تبریزیؒ کی زیارت کی اوران کی صحبت سے متمتع ہوئے۔ وہاں سے اصفہان آئے اور شیخ محمود اصفہانیؒ سے کسب فیض کیا۔ اس کے بعد مہمند میں خواجہ ابوسعید مہمندی اور استر آباد میں خواجہ ناصر الدین استر آبادی رحمۃ اللہ علیہما کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ (خواجہ ناصرالدین حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامیؒ کی اولاد میں سے تھے ان کی عمر ایک سو ستائیس سال کی تھی)۔ استر آباد سے ہوتے ہوئے سبزوار پہنچے وہاں سے حصار میں رونق روز ہوئے۔ حصار سے بلخ آئے شیخ احمد خضروی کی خانقاہ میں مقیم رہے وہاں سے خواجہ غریب نوازؒ غزنی کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ عبدالواحد غزنویؒ کی صحبت میں رہے۔ المختصر صدہا اولیاء اللہ کی صحبت ومعیت میں رہنے کے بعد حکم خداوندی سے ہندوستان تشریف لائے۔

مونس الارواح، مطلوب الطالبین اور سیر الاولیاء میں مرقوم ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ روز دومرتبہ قرآن مجید ختم فرمایا کرتے۔ ساتویں روز کے بعد تین لقمہ سے آپ کا افطار تھا۔ اپنے پیر دستگیر کی زیارت کے لئے بغداد پہنچے جہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتیؒ معتکف تھے۔ حضرت ہندالولیؒ ۲۸ روز آپ کی خدمت میں رہے پھر وہاں سے باَجازت شیخ مکہ معظّمہ میں مقیم ہوئے۔ ایک روز حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو عالم غیب سے ندا آئی

اے معین الدین! ہم تم سے خوش ہوئے اور ہم نے تمہیں بخش دیا۔ آپ نے عرض کی یارب العالمین میں اکیلا نہیں ہوں۔ دوبارہ غیب سے ارشاد ہوا کہ تمہیں اور تمہارے فرزندوں کو بھی بخش دیا۔ آپ نے پھر عرض کی میرے فرزندوں میں کون

لوگ شمار کیئے گئے ہیں تو تیسری مرتبہ ندا آئی جو تمہارا شجرہ طریقت رکھتے ہیں، قیامت تک وہ تمہارے فرزندوں میں شمار کیئے گئے ہیں۔ یہ بشارت سن کر حضرت خواجہ غریب نوازؒ سجدہ شکر بجالائے۔

وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حضرت رسول الثقلین ﷺ کے روضہ مبارک کے دروازہ پر مؤدب دست بستہ عرض کیا!

**السلام علیکم یا خاتم النبیین یا رحمت العالمین صلی اللہ علیک وآلک وسلم**

تو آپ ﷺ کے مزار مبارک سے جواب آیا

**وعلیک السلام یا معین الدین ابنی وولدی**

آپ وہاں مراقب ہوئے تو حالت مراقبہ میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ہند کی ولایت عطا فرمائی ہے لہٰذا اجمیر کی طرف چلے جاؤ۔ آپ نے عرض کیا کہ وہ ملک کفر سے بھرا ہوا ہے مجھ کو ایذا ہو گی۔ ارشاد ہوا کہ تو فرزندِ رسول ہے کرامات سے کفار کو مسلمان کرو۔ آپ نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا اجمیر کس طرف ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نبوت کی طاقت سے ملک ہند کو اپنے دست مبارک پر اٹھا کر کہا کہ یہ شہر اجمیر ہے اور یہ اس کا راستہ ہے۔ اس طرف کو چلے جاؤ۔ عرض کیا کہ میں آپ کی بارگاہ میں مقیم ہو کر جاروب کشی اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ جہاں تم ہو گے میں تمہارے پاس ہی ہوں گا۔ تم سے جدا نہیں ہوں گا۔

بحکم نبوی آپ نے مدینہ منورہ سے اجمیر کا عزم فرمایا آپ کے ساتھ چالیس افراد اجمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اصفہان پہنچے جہاں شاہ محمد یادگار حاکم تھا اور شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس کا دستور تھا کہ اس کے ملک میں گزرنے والوں میں سے

اگر کوئی شخص اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا نام لیتا اس کو قتل کر ڈالتا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے احباب سمیت اس کے باغ میں فروکش ہوئے۔ حاکم کو خبر ہوئی وہ بھی وہاں پہنچ گیا اور ایک اجنبی کو دیکھ کر چیں بجبیں ہوا آپ نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو مغلوب الحال ہو گیا اور اس پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی جب ہوش آیا تو حضرت خواجہ کے قدموں میں سر رکھ کر معافی کا طلب گار ہوا اور آپ کا مرید ہو گیا۔

خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ غریب نوازؒ شہر اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تھے تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ بیعت کے ارادے سے شیخ محمود اصفہانیؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی زیارت کر کے ان کا میلان طبع محبت نے آپ کی طرف اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ دونوں حضرات ہرات میں بالاتفاق بدیگر اس باغ میں موجود تھے کہ جہاں محمد یادگار نے مرید ہو کر تمام اپنا زر نقد اور ملک حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سامان تیری ملکیت نہیں۔ تم نے رعایا پر ظلم و ستم سے کیا ہے ان کو واپس کر دو۔ ہرات کے حاکم نے آپ کے ارشاد کے مطابق تمام اسباب و سامان حق داروں کو واپس کیا اور تارک الدنیا ہوا۔ تعلیم اور تلقین کے بعد اجازت اور خلافت سے سرفراز ہوا۔ آپ نے عراق کی ولایت محمد یادگار کو مرحمت فرمائی۔ حضرت غریب نوازؒ شہر لاہور پہنچ کر حضرت شیخ داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی مزار پر دو ماہ تک مقیم رہے۔ وہاں ایک حجرہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے نام پر اب تک موجود ہے۔

حضرت عمر الدین طالب گڑھ شنکری نے اپنی کتاب شجرہ مبارکہ میں لکھتے ہیں

کہ حضرت شیخ علی ہجویریؒ نے اپنی وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ میری کتاب کشف المحجوب میرے سینے پر رکھ کر مجھے دفن کر دینا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اس کتاب کو افادہ کے لئے دنیا میں رہنے دیں تا کہ شائقین اور معتقدین اس سے فیض حاصل کر سکیں۔ فرمایا جب اس کتاب کا شائق یہاں پہنچے گا تو وہ خود ہی اس کتاب کو نکال لے گا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کیا گیا۔

جب حضرت خواجہ غریب نوازؒ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر پہنچے۔ فرمایا

السلام علیکم یا شیخ علی ھجویری رحمة اللّٰہ علیک

جواب آیا

وعلیکم السلام یا خواجہ معین الدین ھند الولی عطاء الرسول۔

اس وقت حضرت علی ہجویریؒ کا مزار مبارک شق ہوا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے دست مبارک سے کشف المحجوب آپ کی قبر انور باہر نکال لی۔

## اجمیر میں آمد

مونس الارواح اور فردوسیہ میں تحریر ہے کہ جب آپ نے اپنا قدم مبارک خطہ اجمیر میں رکھا۔ ''شادی جن'' جس کو راجہ رائے پتھورا اپنا دیوتا مانتا تھا آپ کے قدموں پر گر کر مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ جن مذکور کا استھان اب تک ''اناساگر'' تالاب کے کنارے پر پرستش گاہ اہل ہنود ہے۔ آپ اپنے چالیس احباب کے ہمراہ ''اناساگر'' کے کنارے پر مقیم ہوئے۔ آپ کا حجرہ شریف معتقدین کی زیارت گاہ کے لئے اب تک وہیں موجود ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایک

مرد درویش نے حجرہ شریف کے مقابل مسجد بنوادی ہے۔

آپ کے درویشوں نے ''اناساگر'' کے کنارے پر ایک گائے ذبح کر کے کباب بنائے۔ رائے پتھورا نے یہ خبر پا کر سواروں کا ایک دستہ درویشوں کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجا۔ درویشوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ سواروں کا ایک دستہ ہمیں گرفتار کرنے کے لئے چلا آرہا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گرد حصار قائم کرلو۔ درویشوں نے فوجی سواروں اور اپنے درمیان ایک لکیر لگادی۔ جب سوار اس لکیر پر پہنچے تو سب کے سب اسی لکیر میں گم ہو گئے رائے پتھورا نے انتظار کے بعد سواروں کا دوسرا دستہ بھیجا مگر وہ بھی اسی لکیر میں غم ہوگا۔ عمائدین سلطنت نے رائے پتھورا کو کہا کہ تم کیوں بے فائدہ اپنی فوج کو قتل کراتے ہو۔ ان ترکوں کو حیلے بہانے سے یہاں سے اٹھایا جائے۔

رائے پتھورا نے اپنا ایک معتبر مصاحب بھیج کر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں پیغام بھجوایا کہ معلوم ہوتا ہے تم ترک مسلمان ملک عرب کی طرف سے آئے ہو اور ہم ہندو مذہب ہیں۔ ہمارے مذہب میں گاؤ کشی کا فعل ممنوع ہے۔ ہمارے تالاب کا پانی خراب نہ کرو یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک درویش کو فرمایا کہ میرا کوزہ ''اناساگر'' سے پُر کرو۔ ''اناساگر'' کا تمام پانی اور اجمیر کے تمام کنوؤں کا پانی حتی کہ گھروں اور مشکیزوں میں جو پانی موجود تھا سب آپ کے کوزے میں آ گیا۔ یہاں تک کہ انسان اور حیوان مادوں کے پستانوں کا دودھ بھی خشک ہو گیا۔ اس صورت حال سے شہر اجمیر اور گرد و نواح میں شور مچ گیا ابتری پڑ گئی فریاد اور واویلا شروع ہو گیا۔

رائے پتھورا یہ حالت دیکھ کر نہایت پریشان ہوا اور عرض بھیجی کہ حضرت آپ

کی جہاں مرضی مبارک ہو وہیں قیام فرمائیں۔ مگر ہمارا پانی ہمیں واپس فرمادے اگر ایسا نہ ہوا تو انسان اور حیوان ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر مر جائیں گے......آپ کے حکم پر کوزے کا پانی تالاب میں گرایا گیا تو نہ صرف تالاب پانی سے بھر گیا بلکہ گھروں اور مشکیزوں میں بھی پانی واپس آ گیا۔

چند سال کے بعد عبداللہ (شادی جن) نے عرض کی حضور خواجہ غریب نوازؒ میرے مکانات جو نہایت فراخ اور عالی شان ہیں وہاں تشریف لے چلیں اور اپنے درویشوں کے ساتھ وہاں قیام فرمایا۔ آپ نے اس کی درخواست منظور فرمالی درویشوں نے عرض کیا کہ حضور اس طرف کی پہاڑی میں پانی موجود نہیں وہاں آپ کے غلاموں کو تکلیف ہو گی یہ سن کر آپ نے پہاڑ کی طرف اشارہ فرمایا پہاڑ پھٹ گیا اور اس میں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ آپ نے درویشوں سے فرمایا کے یہ لو پانی کا انتظام ہو گیا ہے اب یہی پانی استعمال کرو۔ پانی کا وہ چشمہ اب بھی حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے دربار کے متّصل جنوب کی طرف موجود ہے۔ جسے خواجہ صاحبؒ کا جھالرا کہتے ہیں۔

مونس الارواح اور فردوسیہ میں مرقوم ہے کہ جب راجہ رائے پتھورا کی تمام حیلہ سازی اور منصوبے ناکام ہو گئے تو اس نے اپنے گرو جے پال کو آمادہ کے حضرت خواجہ سے مقابلہ کرے۔ جے پال نے پہلے جادو کے ذریعے آپ کے درویشوں پر اولے برسائے۔ جب یہ وار کارگر نہ ہوا تو پھر آگ برسائی۔ اس کا یہ وار بھی ناکام ہوا۔ پھر اس نے اپنے ایک سو ساٹھ چیلوں کو کہا کہ جادو کے زور سے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے درویشوں کی طرف آہنی چکر چھوڑیں۔ حضرت خواجہؒ کے درویشوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دم کیا۔ چکر واپس ہو گئے اور جے پال کے تمام

چیلوں کو قتل کر ڈالا۔ پھر جے پال اکیلا رہ گیا اور زمین میں غرق ہونے لگا تو اپنی جوتے چھوڑ کر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ حضرت خواجہؒ نے اس جوتوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اڑ گئیں اور جے پال کو مار مار کر نیچے لائیں چنانچہ یوں ہی ہوا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ آپ کے قدموں میں گرا، توبہ کی، کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

عرض کی حضور غریب نوازؒ مجھ کو اپنے غلاموں میں قبول فرمائیں اور میری درخواست ہے کہ قیامت تک میں اسی وجود کے ساتھ زندہ رہوں۔ آپ نے دعا فرمائی آپ کی اُسی دعا کی برکت سے وہ اب تک زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا اے جے پال تمہیں اللہ کی طرف سے عمر خضر عطا ہوئی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح تم بھی لوگوں کی نظر سے غائب رہو گے۔ آج سے تم ہمارے طریقہ چشتی کے خضر ہو۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ جے پال تم کس کلام کی طاقت سے اڑ جاتے ہو۔ عرض کیا کہ ہمارے جوگ شاستر میں سات سمادھی (تصور جمانا، اختلاف رفع کرنا، وعدہ، عہد، جزا وغیرہ) کا بیان ہے۔ جس کے عمل کی طاقت سے ہم جوگی لوگ اڑتے ہیں۔ وہ سمادھیاں جے پال نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا مفید ہیں۔ طریقہ عالیہ چشتیہ میں یہ سمادھیاں رائج کی جائیں۔

سیر الاولیاء میں تحریر ہے کہ راجہ پتھورا نے ایک روز آپ کی خدمت اقدس میں پیغام بھیجا کہ آپ اجمیر کو چھوڑ دیں۔ آپ کے درویشوں کے لئے کسی اور شہر میں خانقاہ تعمیر کرائی جائے گی۔ حضرت خواجہ غریبؒ نے ارشاد فرمایا کہ تین روز کے بعد ہم دونوں میں سے ایک یہاں سے چلا جائے گا۔

دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا راجہ پتھورا زندہ ہی مسلمانوں کے

ہاتھ میں دیا جائے گا۔آپ کے فرمان کے مطابق سلطان محمد غوری نے غزنی سے ہندوستان پر چڑھائی کی۔ پہلی ہی لڑائی میں رائے پتھورا گرفتار ہوا۔ سلطان محمد غوری نے رائے پتھورا سے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو ملک ہندتم کو واپس دیا جائے گا۔راجہ نے مسلمان ہونے سے انکار کیا تو محمد غوری اسے قید کر کے ساتھ لے گیا اور راستہ میں قتل کر ڈالا۔

سیَر اور تواریخ میں تحریر ہے کہ آپؒ کی پہلی ہی صحبت میں ہر مذہب کا آدمی خود بخود مسلمان ہو جاتا تھا اور دوسری صحبت میں اولیاء اللہ کے گروہ میں داخل کیا جاتا تھا۔

سیر الاولیاء اور خزینۃ الاصفیاء میں تحریر ہے کہ ملک ہندوستان میں اسلام کا چراغ سب سے پہلے آپ ہی نے روشن کیا۔ ہزاروں ہندو، حکما، فلسفی اور آتش پرست آپؒ کی توجہ سے مسلمان ہوئے۔

ایک فلسفی حکیم ضیاءالدین نامی اپنے چند متعلقین کے ساتھ ہرات سے آپؒ کا مقابلہ کرنے اجمیر آیا......لیکن آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہی قدموں پر گرا۔اپنے تمام متعلقین سمیت شرف بیعت سے مشرف ہوا، اور فلسفہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

## اولاد امجاد

سیر الاولیاء، اخبار الاخیار اور خزینۃ الاصفیاء میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے باطنی اشارے پر سید وجیہہ الدین کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں آئیں۔ان سے تین بیٹے خواجہ ابوسعید، خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدین

پیدا ہوئے۔

بی بی امتہ اللہ جو ایک ہندو راجہ کی بیٹی تھیں وہ بھی حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے نکاح میں آئیں ان سے دو بیٹے متولد ہوئے اور عالم شیر خوارگی میں فوت ہو گئے جبکہ ایک صاحبزادی بی بی حافظہ جمال بھی تھیں جنہوں نے مقامات فقر اور سلوک میں مرتبہ کمال حاصل کیا وہ اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کر کے کمالات روحانی میں رابعہ ثانی ہوئی۔ بی بی حافظہ جمال تاج المستورات کی تلقین اور برکت سے ہزاروں خواتین فیض یاب ہو کر درجات کمال کو پہنچیں۔ آپ کا روضہ مبارک حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے قبہ مبارک کی مشرقی دیوار سے متصل مرجع خلائق ہے۔ بعض کم علم حضرت بی بی حافظہ جمال کو راجہ پتھورا کی بیٹی کہتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے اور خلاف حقائق ہے۔

## وصال

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ جس رات آپؒ کا وصال شریف ہوا، چند مردانِ خدا نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ حضرت پیغمبر خدا ﷺ خلفائے راشدین کے ہمراہ سفر کی تیاری فرما رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم معین الدین کو لینے جا رہے ہیں۔ صبح کے وقت جب حجرہ شریف کا دروازہ کھولا گیا تو آپؒ کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کی پیشانی مبارک پر برنگ سبز اور بقولے برنگ طلاء خالص جلی قلم سے لکھا ہوا تھا

حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ

ترجمہ: اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں فوت ہوا۔

سیر الاقطاب کے مطابق حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا وصال ۶ رجب ۶۳۳ ہجری میں سلطان شمس الدین کے عہد میں ہوا۔ آپ اپنے حجرہ خاص میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار مبارک کے تعویذ کے بلند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے وصال کے تیسرے روز آپ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تشریف لائے اور آپ کے مزار مبارک پر لکڑی کے خول کا تعویذ بنا کر چڑھایا اور بعد ازاں سلاطین ہند نے سنگ مرمر کا تعویذ بنا کر اس لکڑی کے تعویذ پر چڑھایا۔ آپ کے مزار مبارک کی سب سے پہلی تعمیر حضرت خواجہ حسن ناگوریؒ (ابن حضرت خواجہ حمید الدین ناگوریؒ) نے کرائی۔

اس کے بعد سلاطین ہند اپنے ذوق اور محبت کے مطابق مزار مبارک کی نئی تعمیر کراتے رہے۔ مغلیہ بادشاہ شاہ جہاں نے اپنے دور میں آپ کے مزار مبارک سے متصل جامع مسجد عمدہ سنگ مرمر سے تیار کرائی۔ جو مسجد مزار مبارک کے شمال کی طرف ہے وہ اورنگ زیب عالمگیر نے تعمیر کرائی۔ بڑی مسجد جو درگاہ عالی کے متصل ہے اکبر بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے تین سال کے عرصہ سے بڑا محفل خانہ روضہ مبارک کے مغرب اور جمعہ مسجد کے شمال کی جانب تین لاکھ روپیہ کی مالیت سے نواب حیدر آباد نے تیار کرایا ہے۔ نواب حیدر علی خاں والی ریاست رام پور کے جد امجد نے روضہ مبارک کے درمیان شروع بنیاد سے بمعہ گنبد اور شرقی دروازہ اور سہ دری کو ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ لاگت سے زر خالص سے چمکدار اور زریں کرایا۔ گنبد مبارک اور مزار مبارک کے گرد و نواح میں گھڑیوں پر سنہری عکس نواب حیدر علی خاں صاحب نے لگوائی ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی وصال کے بعد آپ کے مزار مبارک سے ہزارہا

کرامات وتصرفات ظاہر ہوئے ہیں۔ان کی تفصیلات احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

اغیار کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارا تو زمین پر نہیں گرتا
بڑے شوق سے گرتے ہیں سمندر میں دریا
کبھی کوئی سمندر دریا میں نہیں گرتا

## حضرت خواجہ
# قطب الدین بختیار کاکی اوشی حسینی رحمۃ اللہ علیہ

وجود انوار رحمانی، حضرت کردگار خواجہ قطب الدین بختیارؒ، نائب رسول الثقلین، حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ حسینی سید ہیں اور آپ کا جائے ولادت شہر اوش ہے جو ماوراء النہر کے مضافات میں ہے۔ فردوسیہ میں مرقوم ہے کہ ایک مرد خدا صاحب کمال نے چند رجال الغیب کو دیکھا کہ آسمان کی طرف سے نور کے طشت بھر کے لاتے ہیں اور تھوڑی سی مٹی میں اس کو ملاتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ آپ اس کام کو کیوں اور کب سے کر رہے ہیں؟۔ انہوں نے جواب کہ جس روز سے ہم پیدا ہوئے ہیں، رب العالمین کے حکم کے مطابق اسی کام میں مصروف ہیں اور ہمارے واسطے یہی حکم ہے کہ اس مٹی میں نور ربانی ملاتے رہو کہ ایک ولی اللہ جس کا نام قطب الدین بختیارؒ ہے، اس مٹی سے بنایا جائے گا۔

آپ کا شجرہ چند واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جاملتا ہے آپ کا شجرہ نسب یوں ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ بن سید احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحاق بن سید احسن بن سید معروف بن سید احمد حسینی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن امام جعفر صادق۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

خزینۃ الاصفیاء میں تحریر ہے کہ جب حضرت قطب الدین بختیار کا کیؒ کی عمر ایک سال اور چھ ماہ ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نے وفات پائی اور آپ کی والدہ ماجدہ عفیفہ نے حضرت کی پرورش میں کمال کوشش فرمائی۔ جب آپ کی عمر پانچ سال تک پہنچی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک صالح نامی شخص جو آپ کا ہمسایہ تھا اس کو حضرت قطبؒ کے ہمراہ مکتب بھیجا تو راستہ میں ایک پیر روشن ضمیر ملے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سید زادہ مادر زاد ولی اور مستجاب الدعوات ہے اس کو میں خود مکتب لے کر جاتا ہوں۔ شیخ ابوالحفص کے پاس جا کر اس نے کہا اس مادر زاد ولی، سید زادہ کی تعلیم ظاہری کا بوجھ اٹھالو۔ شیخ ابوالحفص نے بسر و چشم قبول کیا اور کہا اے سید زادے تو نہایت بختیار ہے کہ خضر علیہ السلام نے ظاہری تربیت کے لئے تمہیں میرے سپرد کیا ہے آپ چار یوم میں قاعدہ سے فارغ ہو کر حفظ قرآن میں مصروف ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو مزید درد طلب پیدا ہوا۔

## خلافت و جبہ چشتی

جاذب حقیقی نے حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کو سیر فی الحق بالحق کے مقام کی طرف کشش فرمائی۔ آپ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے اور سترہ برس کی عمر میں خرقہ خلافت، منشور اجازت اور ''جبہ چشتی'' سے سرفراز ہو کر قطب دہلی بنائے گئے اور دہلی میں پہنچ کر خلق خدا کی ہدایت اور رہنمائی میں مشغول ہوئے۔

حضرت خواجہ قطب الاسلام قدس سرہٗ کی بیعت کا حال سیر اولیاء میں اس طرح پر درج ہے کہ حضرت خواجہ نائب رسول الثقلین اجمیری چشتیؒ بغداد میں مقیم

تھے۔ شیخ محمد عمر شہاب الدین سہروردی، شیخ واحد کرمانی، شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں موجود تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ نے کمال محبت اور ارادت سے شہر اوش سے حاضر ہو کر حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے بیعت کی اور اقامت و سفر میں اپنے حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر رہے۔

## کرامات

فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ ایک بڑھیا کے بیٹے کو بادشاہ وقت نے پھانسی دے دی اور وہ مر گیا۔ وہ عورت حضرت خواجہ قطب الاسلام بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ کر چلائی اور رو کر عرض کیا کہ بادشاہ نے میرے بیٹے کو ناحق پھانسی دے دیا۔ میں دادرسی کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئی ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تیرے بیٹے کو پھانسی مل چکی ہے تو اب کیا ہوسکتا ہے۔ بڑھیا نے عرض کی کہ حضرت میرے بیٹے کے جنازے کے نزدیک تشریف لے چلیں یا اس کو زندہ کر دیں یا مجھے بھی اس کے ساتھ مار ڈالیں۔

آپؒ کو بڑھیا کی آہ وزاری پر رحم آیا۔ بڑھیا کے ساتھ تشریف لے گئے۔ بہت سے ہندو مسلمان آزمائش کے لئے آپ کے ساتھ ہو لئے کہ دیکھئے حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ وہاں پہنچ کر کیا کرتے۔ حضرت نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ بیشک یہ لڑکا سہواً پھانسی چڑھا ہے اس کے ذمہ کوئی گناہ ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ نے اس لڑکے کی میت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ...... اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔

وہ لڑکا کلمہ شہادت پڑھتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آپؒ کی یہ عظمت اور کرامت دیکھ کر سب ہندوؤں نے زُنار توڑ ڈالے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے اور جو وہاں حاضر نہیں تھے انہوں نے سن کر اسلام قبول کیا۔

اس روز دو ہزار ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے تو دہلی کے ہندوؤں میں تہلکہ مچ گیا آپؒ کے کمالات اور کرامات کا چار دانگ عالم شہرہ ہو گیا۔ سلطان شمس الدین التمش اور ہزار ہا لوگ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو دوسرے مشائخ کرام وعلمائے عظام کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ سیر الاولیاء میں تحریر ہے کہ اسی زمانے میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے مکان پر رونق افروز ہوئے جیسا کہ لائق تھا وہ تواضع اور تکریم سے حاضر نہ ہوا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ اے شیخ تیرے دل میں کیا ملال ہے؟۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے کہا کہ حضرت میں آپ کا تابعدار ہوں مگر حضرت کے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیارؒ نے ہم لوگوں کی عزت اور ناموس کو خاک میں ملا دیا ہے۔ بادشاہ دہلی اپنے اراکین دولت اور مصاحبوں کے ساتھ اور دوسرے ہندو مسلمان لوگ سب ان کا کلمہ پڑھتے ہیں اور ہماری کوئی بابت بھی نہیں پوچھتا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ تم لوگ رنج اور ملال نہ کرو۔ میں خواجہ قطب الدینؒ کو اپنے ہمراہ اجمیر کو لے جاتا ہوں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ، خواجہ قطب الاسلامؒ کے مکان پر تشریف لائے تو حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ آپ کے پاؤں مبارک پر بوسہ دیکر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ اس وقت فرد عالم حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ سلسلہ ارادت میں آ کر حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کی خدمت میں موجود تھے

تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ بابا بختیار بڑا شہباز تمہارے جال میں پھنسا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جال توڑ کر اڑ جائے۔ آپؒ نے عرض کیا کہ جب آپ جیسے شیخ کامل کا دست مبارک خاکسار کے سر پر ہے...... پھر ایک شہباز تو کیا ایسے ہزاروں شہباز اگر میرے جال میں پھنسیں تو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ بابا بختیار دہلی کے لوگوں کے دل میں تمہاری نسبت کینہ اور بغض بھرے ہوئے ہیں۔ تم میرے ساتھ اجمیر چلو۔ آپؒ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ اجمیر کو چل پڑے۔ جب ساکنان شہر دہلی اور بادشاہ شمس الدین التمش شاہ نے یہ خبر سنی تو سب کے سب ان دونوں حضرات کے پیچھے بھاگے۔ جہاں دونوں حضرات کے پاؤں کا نقش زمین پر لگتا تھا وہاں تعظیم کرتے اور روتے چلاتے جاتے تھے۔ سب نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ خواجہ قطب الاسلامؒ کو دہلی کی طرف واپس فرما دیں ورنہ ہم لوگ اپنی ہلاکت پر آمادہ ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کو ان کے ہمراہ دہلی کو واپس کیا۔

فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش نے خلعت اور فتوح گراں بہا اور گیارہ گاؤں کی سند حضرت کی خانقاہ کے ساتھ ملک اختیار الدین کے ہاتھ بھیجی اور عرض کیا کہ یہ غلام بھی حاضر خدمت ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خاکسار اور چند درویش اہل صفہ خدمت مبارک میں حاضر تھے کہ حضرت خواجہ قطب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمارے پیران چشت اہل بہشت نے فتوح اور خلعت اور جاگیر کسی کی دی ہوئی منظور فرمائی ہے یا نہیں؟۔ سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ حضرات عظام نے قبول

نہیں فرمائی۔ حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ نے ملک اختیار الدین کوفرمایا کہ سند جاگیر اور فتوح کو واپس لے جاؤ۔ جب میرے پیران چشت اہل بہشت نے منظور نہیں کی، تو مجھے بھی اس کے قبول کرنے کا شوق نہیں۔ حضرت نے اپنا مصلیٰ اٹھایا اور فرمایا کہ دیکھو کیا ہے؟......سب نے دیکھا کہ مصلیٰ کے نیچے جواہرات اور سونے کی ایک ندی موج مار رہی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو اس قدر غیب کے خزانہ پر دسترس ہو اس کو دنیا داروں کے دام و درھم کی کیا پرواہ ہے؟۔

## لقب ''کاکی'' کی وجہ تسمیہ

حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کا لقب مبارک ''کاکی'' ہونے کی نسبت سیر اولیاء میں اس طرح لکھا ہے کہ آپ تین سوٹکہ تک بقال سے قرض لیا کرتے تھے۔ جب کچھ ذات پاک بھیج دیا کرتی تھی تو بقال کا قرض ادا کر دیا جاتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد خیال فرمایا کہ قرض لینا بھی توکل سے بعید ہے۔ آپ نے قرض لینا چھوڑ دیا۔ آپ کے خرقہ مبارک سے ایک بڑی کاک ہر روز نکلا کرتی تھی جو تمام گھر کے اہل و عیال کی خواہش کے واسطے کافی ہوتی تھی۔ بقال کو وہم پڑا کہ شاید حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ ناراض ہو گئے ہیں جو مجھ سے قرض نہیں لیتے۔ اس نے اپنی عورت کو حضرت خواجہ کی حرم محترم کے پاس قرض نہ لینے کا باعث دریافت کرنے کے واسطے بھیجا۔ حضرت کی حرم محترم نے فرمایا کہ حضرت خواجہ کے خرقہ مبارک سے ہر روز ایک کاک نکلتی ہے جو سب کی خوراک کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اسی روز سے حضرت کا اسم مبارک کاکی مشہور ہوا اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ حضرت قطب الاسلامؒ کو محبت سے بختیار کاکیؒ کہا کرتے تھے۔ اس واسطے حضرت خواجہ کو بختیار کاکی کہتے ہیں۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ ایک روز حوض شمسی کے کنارہ پر مجلس سماع موجود تھی اور درویشان اہل حال حضرت خواجہ سے بالاتفاق سماع سن رہے تھے۔ جب مجلس ختم ہوئی کل حاضرین نے عرض کیا کہ بھوک لگ رہی ہے۔ اس وقت کاک اور گرم حلوہ کھانے کو دل چاہتا ہے۔ حضرت خواجہ قطب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک درویش کو فرمایا کہ حوض میں جا کر کاک اور گرم حلوہ پانی میں سے نکال کر حاضرین کو کھلاؤ۔ ارشاد کے مطابق کاک اور گرم حلوہ اس قدر نکالا گیا کہ سب حاضرین نے سیر ہو کر کھایا۔ اس روز سے حضرت کا لقب کاکی مشہور ہوا۔

## خانہ کعبہ کا ورود

فوائد السالکین میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ گنج شکر چشتیؒ سے نقل ہے کہ ایک روز یہ درویش اور چند حضرات اہل صفہ کے حج مبارک کا ذکر فرما رہے تھے کہ یکا یک سب حضرات حیرت سے کھڑے ہو گئے۔ دیکھا کہ بیت اللہ شریف وہاں موجود ہو گیا۔ حضرت قطب الاسلامؒ نے فرمایا کہ سب حاضرین کعبہ شریف کا طواف کرو۔ تسبیح، تہلیل، لبیک کی ندا بلند ہوئی طواف کرتے ہوئے حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کے بدن مبارک سے جو عرق کے قطرات زمین پر گرتے تھے اس سے اللہ اکبر کا لفظ لکھا جاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب حضرات طواف کر کے اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے۔

سیر الاولیاء اور خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتیؒ کے عرس شریف کا دن تھا۔ حضرت خواجہ قطب الاسلام اور حضرت قاضی حمید الدین ناگوری قدس اسرارہما نے ارشاد فرمایا کہ کل ہمارے دادا پیشوا حضرت خواجہ عثمان

چشتی" کے عرس شریف کا دن ہے، سب معتقدین، مرید اور درویش مجلس سماع میں موجود ہوں۔ قاضی صادق اور قاضی عماد صدر جہان نے یہ سن کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ قلعہ کے دونوں دروازوں پر ایسی مضبوطی سے نگہبانی کریں کہ درویش اور معتقدین عرس میں شرکت کے لئے قلعہ کے اندر نہ جاسکیں اور عرس بے رونق ہو جائے۔ سپاہی نہایت مضبوطی سے قلعہ کے دونوں دروازوں پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ نے ارشاد فرمایا کہ سپاہیوں کے روکنے سے کوئی درویش خوف نہ کرے۔ انشاء اللہ نگہبان لوگ آنے والوں کو نہیں دیکھیں گے۔ جب قلعہ کے اندر ہزارہا آدمی جمع ہو گئے تو صلاح الدین و نصیر الدین قوال اشعار پڑھنے لگے۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی" اور حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ اس مجلس سماع میں تشریف فرما تھے۔ جب قوال نے اشعار پڑھے اور حق ھو اور گریہ زاری کا شور بلند ہوا تو قاضی صادق و عماد دونوں نے طیش میں آکر دروازہ کے نگہبانوں کو سخت سست کہا کہ تم لوگوں نے انہیں کیوں نہیں روکا۔ سپاہیوں نے کہا جناب ہمیں کوئی آدمی قلعہ کے اندر جاتا ہوا نظر نہیں آیا۔ معلوم نہیں کہ یہ آدمی کہاں سے چلے آئے ہیں۔ دونوں قاضی جوش کھا کر مجلس سماع کی طرف چلے گئے تاکہ مباحثہ شروع کر کے سماع سے روک دیں۔ اس وقت حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ پر وجد اور حال طاری تھا اور حضرت قاضی حمید الدینؒ، حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ، حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ اور جملہ حاضرین ادب سے دست بستہ ایستادہ تھے۔ حضرت قاضی حمید الدینؒ نے قاضی صادق اور عماد کو فرمایا کہ تم درویشوں کے حال کے منکر ہو، ہماری مجلس سماع سے باہر کھڑے رہو۔ آپ کے فرمانے سے ان دونوں منکرین کے پاؤں زمین نے پکڑ لئے اور حیران ہو کر مجلس سے باہر کھڑے رہے جب حضرت خواجہ

قطب الاسلامؒ کا وجد فرو ہوا تو آپ بیٹھ گئے اور دونوں قاضیوں کو بلایا فرمایا کہ محفل کے درمیان آؤ اور میرے ساتھ ملاقات کرو۔ سفر آخرت کی تیاری کا تمہارا موقعہ آ گیا ہے۔ کچھ تھوڑا سا سماع بھی سن لو، تاکہ تم کو پچھتاوا نہ رہے۔ ارشاد کے مطابق دونوں قاضی سماع سنتے ہی بیہوش ہو گئے اور افاقہ کے بعد حضرت خواجہ قطب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک پر سر رکھ کر معترف بہ قصور ہوئے اور نادم ہو کر محفل سماع سے باہر چلے گئے۔ اسی رات کو قاضی عماد اور صادق فوت ہو گئے۔

## وصال

مطلوب الطالبین میں تحریر ہے کہ آپؒ محفل سماع میں تشریف فرما تھے قوال نے یہ شعر پڑھا

کشتگان خنجر تسلیم را

یہ شعر سن کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور آپ بے قرار ہو کر یوں گرے کہ آپ کا سر مبارک حضرت خواجہ حمید الدینؒ کی گود میں اور قدم مبارک حکیم بدر الدینؒ کی گود میں آ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر دونوں نے بیقرار ہو کر عرض کیا کہ حضور آپ کے وصال کے بعد کون سجادہ نشین ہوں گے۔ آپؒ نے فرمایا کہ میرا جانشین بابا فرید ہو گا۔ میرے بعد سب اس کی طرف رجوع کر لینا۔ جیسا کہ میں اپنے پیر دستگیر حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حاضر ہوا تھا۔ ویسے ہی بابا فرید بھی میری وفات کے تین دن بعد حاضر ہو گا۔ مصلیٰ، نعلین، تبرکات اور ''جبہ چشتی'' جو ہمارے پیران چشت اہل بہشت میں دست بدست چلا آیا ہے...... سب کچھ بابا فریدؒ کے حوالے کر دینا۔

جب قوال پہلا مصرعہ

کشتگان خنجر تسلیم را

پڑھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اللہ کی تسلیم کے خنجر سے شہید ہو گئے ہیں......اور جب قوال دوسرا مصرعہ

ہر زماں از غیب جان دیگر است

پڑھتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ دوبارہ زندہ ہو گئے۔آخر آپ نے قوالوں کو اشارہ سے فرمایا کہ پہلا مصرعہ مکرر پڑھتے جاؤ اور دوسرے مصرے کو چھوڑ دو۔آپ پہلا مصرعہ سنتے ہوئے حضرت باری عزاسمہٗ کی محبت آور تسلیم کا زخم کاری کھا کر پانچویں روز وصال فرما گئے۔حاضرین مجلس سے گریہ وزاری اور بے قراری کا شور بلند ہوا۔آپ کا وصال ۱۴ ربیع الاول ۶۵۳ ہجری میں ہوا۔

شہید محبت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وصال سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے غسل اور میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس میں چار صفتیں پائی جائیں۔اول جس کے جوارح اندرونی اور بیرونی نے شہوت حرام کی طرف مائل نہ ہوئے ہو......دوم جس نے عصر کی سنت کبھی نہ چھوڑی ہو......سوم کسی نماز کی تکبیر اولیٰ ترک نہ کی ہو...... چہارم آسمان کی طرف بے وضو کبھی نہ دیکھا ہو۔

معتقدین اور مریدین حیران تھے کیونکہ یہ چاروں صفتیں کسی مرد خدا میں جمع نہیں تھیں۔آخرالامر سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی نے (جو آپ کا مرید باوفا تھا) روکر کہا کہ میں چاہتا تھا کہ دنیا داری اور شاہی لباس میں میرے حالات اور مقامات باطنی پوشیدہ رہیں لیکن جب میرے پیر دستگیر حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ مجھے ظاہر فرمانا چاہتے ہیں تو مجھ کو کیا عذر ہے۔حضرت شمس الدین التمش شاہ دہلی نے

آپؒ کو غسل دیکر جنازہ پڑھایا۔

## جبہ چشتی اور بابا فرید گنج شکرؒ

آپ کی تدفین کے تیسرے روز بہ اشارۂ غیبی حضرت خواجہ فرد عالم مسعود گنج شکر چشتی قدس سرہٗ ہانسی سے تشریف لائے۔ بیقراری اور گریہ زاری کے بعد فاتحہ پڑھی اور اپنے پیر دستگیر کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کی دستار مبارک اپنے سر پر رکھی اور جبہ چشتی پہن کر اپنے پیرومرشد کے مصلیٰ پر دو نفل پڑھے۔ دوسرے خلفاء اور معتقدین حضرت بابا فریدؒ کے سامنے مودب ہوکر بیٹھے اور از سر نو فاتحہ و تعزیت کی۔ حضرت خواجہ گنج شکر چشتیؒ نے چند کلمات نصیحت آمیز زبان مبارک سے فرما کر، اپنے پیر دستگیر کے مزار مبارک پر مراقب ہوئے اور حضرت خواجہ قطبؒ سے پوچھا قبہ اور مزار مبارک پختہ بنانے کے لئے مجھے کیا ارشاد ہے؟۔ حضرت خواجہ قطبؒ نے فرمایا کہ بابا فرید آج سورج غروب ہونے تک، تم تنہا میرے مزار پر جس قدر مٹی ڈال سکتے ہو، ڈال کر میرے مزار کا تعویذ خام بناؤ۔ تعویذ پختہ بنانے، روضہ اور قبر کے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ظہر کے بعد حضرت خواجہ گنج شکرؒ، شمسی حوض کے کنارہ سے مٹی کی ٹوکریاں اٹھا کر بہت جلدی اور تیزی سے حضرت خواجہ کے مزار پر گرانے لگے۔ تعویذ درست کرنے تک کی نوبت نہیں پہنچی تھی کہ سورج غروب ہوگیا اور حضرت خواجہ قطبؒ کی بارگاہ سے حکم ہوا کہ بابا فرید بس کرو۔ مزار کی نشانی بنانے کے لئے کافی ہے زمانہ حال تک بھی ویسی ہی ٹوکریوں کے اونچے نیچے نشان موجود ہیں اسی ناہموار کچے مزار پر غلاف ڈالا جاتا ہے اور پہلے مزار مبارک کے گرد صندل کی لکڑی کو چاندی کے پتروں سے جڑ کر جنگلہ لگایا ہوا تھا۔ کچھ سال

کے عرصہ سے حیدر آباد کے نواب صاحب نے صندل کے جنگلہ کو اکھاڑ کر سنگ مرمر کا جنگلہ بنوادیا ہے اور وہ صندل کا جنگلہ تبرکات کی کوٹھڑی میں رکھا گیا ہے۔

## خلفاءعظام

شہید محبت حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کے چند خلفائے عظام کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ حضرت قطب الاقطاب شیخ فرید الدین گنج شکرؒ آپ کے خلیفہ اعظم ان کے علاوہ شیخ بدر الدین غزنوی، شیخ برہان الدین بلخی، شیخ ضیاء الدین رومی، سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی، شیخ بابا سنجری بحر دریا، مولانا فخر الدین حلوائی، شیخ احمد تماجی، شیخ حسین، شیخ فیروز، شیخ بدر الدین موتاب، شیخ شاہی موتاب کے بھائی، شاہ خضر قلندر، شیخ نجم الدین قلندر، خواجہ پیر شیخ سعد الدین، شیخ محمود بہاری، مولانا محمد جاجزی، سلطان نصیر الدین غازی، قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا شیخ محمد صاحب، مولانا برہان الدین حلوائی، مولانا خضر معین، مولانا سید شیخ صوفی بدھنی، شیخ جلال الدین ابوالقاسم تبریزی (جنہوں نے پہلے خرقہ خلافت ابوسعید تبریزی سے حاصل کیا اور اس کے بعد باطنی فیض اور خرقہ خلافت حضرت خواجہ قطب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ شہید محبت سے حاصل کیا)، شیخ نظام الدین ابوالمؤید اور شیخ تاج الدین منور اوشی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ان سب حضرات نے خرقہ خلافت حضرت ممدوح سے حاصل کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے حضرات بے حد وحساب ہیں اور بخوف طوالت چھوڑے گئے ہیں۔

# حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر

## رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شبستانِ ولایت، امام الاولیاء، سلطان العارفین، قطب الزاہدین، فرد الثقلین سلسلہ چشتیہ کے مجدد حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ قطب العالم شہید محبت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کا نام نامی مسعود، لقب فرید الدین گنج شکر ہے آپ کے والد بزرگوار کا نام جمال الدین سلیمان تھا۔ آپ کے دادا قاضی شعیب کھوتوال کے قاضی تھے۔ جو کہ چنگیز خان کے حملہ کے دوران کابل سے ہجرت کر کے قصور آئے تھے۔

## ولادت

تذکرہ نگاروں میں آپ کی تاریخ ولادت کے متعلق کافی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ سیر الاولیاء میں ۵۶۹ھ / ۴-۱۱۷۳ء بیان کی گئی ہے جبکہ تاریخ فرشتہ میں ۵۸۴ھ / ۱۱۸۸ء درج ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جس میں درسی کتب اور حفظ قرآن مجید شامل ہیں، کھوتوال ہی میں حاصل کی۔ آپ اٹھارہ سال کی عمر میں مزید تعلیم کے لئے ملتان تشریف لائے جو کہ برصغیر پاک و ہند میں علمی اور دینی مرکز تھا۔ مولانا منہاج الدین ترمذی سے فقہ کی کتاب ''النافع'' پڑھی۔

## خرقہ خلافت

ملتان میں ہی خواجہ بختیار کا کیؒ سے ملاقات ہوئی اوران سے بیعت کا شرف حاصل کیا پھر مزید تحصیل علم کے لئے قندھار کا سفر کیا۔ وہاں سے بغداد، سیوستان، بدخشاں، چشت اور بخارا کی سیاحت اختیار کی۔ اسی سفر میں حج کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے کئی مشہور مشائخ وقت سے استفادہ کیا جن میں حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت فرید الدین عطار، حضرت بہاؤ الدین زکریا، حضرت شیخ سیف الدین باخرزی اور حضرت واحد الدین کرمانی علیہم الرحمہ جیسے اکابرین شامل ہیں۔ پانچ سال سے زائد کے اس سفر کے بعد اپنے شیخ اور مرشد کے پاس دہلی حاضر ہوئے اور خرقۂ خلافت پا کر دہلی میں دروازۂ غزنویہ کے قریب ایک برج میں مجاہدہ میں منہمک ہو گئے۔ اسی دوران اپنے شیخ کے مرشد خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلق قائم ہوا۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جذب وشوق سے کافی متاثر تھے۔ خواجہ معین الدین نے آپ کو خلعت خاص مرحمت فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد شیخ کے حکم سے ہانسی چلے گئے۔ جب حضرت بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ ہانسی سے دہلی پہنچے۔ مزار شیخ پر فاتحہ خوانی کی۔ شیخ کی وصیت کے مطابق قاضی حمید الدین ناگوری نے آپ کو خرقہ اور دوسری امانتیں پیش کیں۔ دہلی میں چند روز قیام کے بعد دوبارہ ہانسی چلے گئے، اب آپ کی روحانی عظمت کا پھریرا عرفان کی آخری بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ خلق خدا کا ایک ہجوم آپ کے پاس چلا آتا تو کثرت اژدہام کی وجہ سے آپ کسی پرسکون اور گمنام مقام کی تلاش میں نکل پڑے۔ راستہ میں اپنے آبائی گاؤں میں والدہ سے ملنے کے لیے ٹھہرے۔ بعدازیں آپ نے اشاعت اسلام، رشد و ہدایت اور تبلیغ کے لئے دریائے ستلج کے کنارے ایک

مقام اجودھن کو منتخب کیا، یہی مقام اب پاک پتن کے نام سے مشہور ہے۔ شہنشاہ اکبر نے اس قصبہ کے لئے یہ نام تجویز کیا تھا۔ شہنشاہ دہلی سلطان ناصر الدین محمود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان ناصر الدین نے نقد نذرانہ اور چار گاؤں کی جاگیر کا فرمان دے کر اپنے سپہ سالار غیاث الدین بلبن کو بھیجا جنہوں نے حضرت خواجہ نظام الدین کی نگرانی میں آپ کا مزار تعمیر کروایا۔ آپ کی تاریخ وفات سید الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین کی روایت سے، ۵ محرم (سہ شنبہ) ۶۶۴ھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو اشاعت اسلام میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ پنجاب کے کئی بڑے بڑے قبیلے آپ کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ اضلاع ملتان اور ساھیوال کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیال، راجپوت اور وٹو وغیرہ قبائل آپ ہی کی تبلیغ و دعوت سے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح روحانیت، معرفت، طریقت و حقیقت کے بلند مقام پر فائز المرام فرمایا، تصوف میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ میں تحریر ہے کہ آپ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید باصفا اور عظیم خلیفہ تھے لیکن آپ کی نسبت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے بھی تھی۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ گنج شکر بن قاضی جمال الدین سلیمان کا جدی شجرہ آٹھ پشت سے فرخ شاہ بادشاہ عادل کابل کو اور سترھویں پشت سے حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو اور تیئسویں پشت سے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ملتا ہے اور حضرت کے والد بزرگوار سلطان محمود غزنوی

کے خواہر زادہ ہیں۔فرخ شاہ بادشاہ عادل کے بعد چنگیز خاں ظاہر ہوا اور شہر کابل کو سیاست اور جوانمردی کی تلوار سے فتح کر کے بے چراغ کر دیا اور اس ملک پر قبضہ کر کے غزنی کو سخت لڑائی کے بعد اپنے قبضہ سیاست اور حراست میں لے لیا۔جس نے فرخ شاہ بادشاہ عادل کی اولاد کے لوگ اور خویش واقربا کابل سے نکال دیئے۔ حضرت قاضی شعیب جو حضرت خواجہ گنج شکر مسعودؒ کے دادا صاحب تھے بمعہ اپنے خویشوں اور عزیزوں کے کابل سے جلاوطن ہو کر براستہ لاہور قصور میں آئے تو شہر قصور کا قاضی ان کی شرافت ونجابت اور علم ظاہری کی دولت دیکھ کر بہت تعظیم وتکریم سے پیش آیا اور شہر لاہور کے حاکم کے پاس سفارش کر کے قصبہ کوٹھے وال میں جو شہر ملتان سے تیس کوس کے فاصلہ پر واقعہ ہے قاضی مقرر کیے گئے۔قاضی شعیب کے بعد حضرت قاضی جمال الدین سلیمان پدر بزرگوار حضرت گنج شکر مسعودؒ مسند قضا پر بیٹھے۔حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی والدہ صاحبہ کا نام قرسم خاتون تھا جو ملاں وجیہہ الدین خجندی کی بیٹی تھیں حضرت خواجہ گنج شکر مسعودؒ ۵۸۲ ہجری میں متولد ہوئے۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ دو سال کی عمر میں حضرت خواجہ رات کو اپنی والدہ ماجدہ سے علیحدہ ہو کر گھر کے گوشے میں بیٹھ کر ذکر حق تعالیٰ میں مشغول ہوتے تھے۔جب حضرت کی والدہ صاحبہ جاگ کر آپ کو پکارتی تھیں تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ مائی صاحبہ آپ آرام سے سوئی رہیں، میں یہیں موجود ہوں۔اسی دوران آپ کے والد بزرگوار نے وفات پائی۔ جب پانچ سال کی عمر تک پہنچے آپ کی والدہ صاحبہ بی بی قرسم خاتون نے آپ کو نماز کی تلقین کی۔بچپن میں حضرت کو شیرینی بہت پسند تھی۔ جب اپنی والدہ صاحبہ سے شیرینی طلب کیا کرتے تھے تو وہ فرمایا کرتیں بیٹا تمہیں نماز شیرینی کھلائے گی اور حضرت مائی صاحبہ جائے نماز کے نیچے

شیرینی رکھ دیا کرتی تھیں۔ جب حضرت نماز کے بعد جائے نماز کو الٹتے تو شیرینی دستیاب ہوتی۔ ایک روز مائی صاحبہ جاء نماز کے نیچے شیرینی رکھنا بھول گئیں۔ حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے عادت کے مطابق جاءنماز الٹ کر دیکھا کہ شکر سفید کی نہر چل رہی ہے تو خوشی سے ہنس کر اپنی والدہ صاحبہ کو کہا کہ آج نماز نے مجھے بہت شکر دی ہے۔ حضرت مائی صاحبہ یہ حال دیکھ کر سمجھ گئیں کہ یہ فرزند ارجمند ولی مادرزاد ہے۔ اس روز سے حضرت مائی صاحبہ حضرت کو شکر پارہ کے نام سے پکارنے لگیں۔

راحت القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ گنج شکر مسعودؒ نے بیعت سے پہلے پیرومرشد برحق کی جستجو میں دور دراز کے ملکوں کی سیر کی اور حفظ قرآن مجید کے بعد کئی طرح کے علوم کی تحصیل متفاوت ملکوں میں کرتے رہے۔ ایک دفعہ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے اور چند یوم کے بعد مدینہ منورہ میں قیام کیا اور کئی مردان خدا سے ہر ایک ملک میں صحبت کا فیض حاصل کرتے رہے اور پھر بیت المقدس میں تشریف لے گئے وہاں عرصہ تک مشغول رہے۔ بعدازاں بلخ بخارا سمرقند جیسے متبرک شہروں کے اولیاء اللہ سے فیض صحبت حاصل کیا...... نیز بغداد شریف میں کچھ عرصہ معتکف رہے، کوہستان اور جنگلوں میں بہت پھرے اور شہر بدخشاں کے پہاڑوں میں شیخ عبدالواحد قدس سرہٗ سے ملاقات کی۔ کچھ عرصہ کے بعد واپس شہر ملتان میں تشریف لائے اور اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شیخ بہاؤالحق زکریا ملتانی سے ملاقی ہوئے۔ حضرت بہاؤالحق زکریا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مولا فریدالدین! آپ نے بہت ملکوں کی سیر کی اور خدا پاک کے راستہ میں بہت تکلیف اٹھائی۔ اب تک آپ نے کون سا درجہ حاصل کیا ہے۔ حضرت گنج شکر مسعودؒ نے فرمایا کہ اور تو کچھ نہیں مگر ہر ایک چیز درویش کی زبان میں ہے۔ پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر میں پہاڑ کو اپنی

طرف طلب کروں تو وہ چلا آئے گا۔ اتنے میں پہاڑ نے حرکت کی اور چل پڑا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے پہاڑ میں نے تم کو بلایا نہیں۔ مثال دی ہے تم اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، پہاڑ وہیں ٹھہر گیا۔ پھر جس چوکی پر حضرت بہاؤ الحقؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے اس چوکی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بھائی صاحب اگر میں اس چوکی کو جس پر آپ بیٹھے ہیں کہہ دوں تو وہ جھٹ میری طرف چلی آئے گی۔ اتنے میں چوکی زمین سے دو گز کے فاصلہ پر ہوا میں معلق کھڑی ہوگئی۔ حضرت بہاؤ الحقؒ نے ہر چند چوکی کو اشارہ کیا اور ہاتھ سے دبایا وہ زمین پر نہ آئی۔ پھر حضرت فرد عالم نے فرمایا کہ اے چوکی تو اپنی جگہ پر بیٹھ جا، میں نے تم کو بلایا نہیں تھا تو چوکی اپنی جگہ پر واپس چلی گئی۔

پھر مولانا منہاج الدین کی مسجد میں جو شہر ملتان میں واقع تھی، چند روز کے واسطے وہاں اقامت پذیر ہوئے اور کتاب نافع جو عربی زبان میں ہے پڑھنی شروع کی۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اوش کی طرف سے شہر ملتان میں وارد ہوئے اور مولانا منہاج الدین کی مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت خواجہ گنج شکر مسعودؒ کو خوشی اور محبت سے فرمایا کہ اے جوان تو کیا پڑھتا ہے؟۔ عرض کیا کہ یہ کتاب نافع پڑھتا ہوں۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا تو جانتا ہے کہ کتاب نافع سے تجھ کو نفع ملے گا؟...... حضرت فرد عالم کتاب نافع کو زمین پر گرا کر حضرت خواجہ مسکین نوازؒ کے قدم بوس ہوئے۔ عرض کیا کہ مجھ کو نگاہ فیض پناہ حضرت خواجہ سے نفع اور فیض ملے گا۔ اتنا کہہ کر معتقد ہوئے اور جس قدر نعمت ظاہر و باطن تمام دنیا کے اولیاء اللہ سے حضرت کو نظر پڑی تھی، کل نعمت اور فیضان کا جامع حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کو پایا اور حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کے ہمراہ شہر دہلی کو تشریف

لائے۔ وہاں پہنچ کر گروہ اصفیا جیسے کہ حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری، حکیم بدر الدین غزنوی، مولانا علاؤالدین کرمانی، سید نورالدین مبارک غزنوی، شیخ نظام الدین ابوالموٗید، مولانا شمس ترک اور خواجہ محمود موئنہ دوز وغیرہ حضرات اہل صفہ کے روبرو حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کے مرید ہوئے اور بہت مدت آپ کی خدمت میں رہے۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں مشغولی میں مصروف رہتے تھے۔ حسب الارشاد دو ہفتہ کے بعد حضرت خواجہ مسکین نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور غروب کے وقت خرما سے افطار فرمایا کرتے تھے۔

راحت القلوب میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ نے نفس کی خواہش کے مطابق دس خرما سے افطار کیا۔ رات کے وقت تھوڑی سی غنودگی ہوگئی۔ آپ نے نفس پر جرمانہ فرمایا کہ بارہ سال تک افطار کے وقت قطعاً کچھ نہ کھایا صرف پانی سے افطار کیا۔

## جبہ چشتی

سیر المشائخ اور سیر الاولیاء اور دیگر کتب سیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ نے حضرت فرد عالمؒ کی مشغولی، تجرید، محبت اور عقیدت کمال درجہ پر دیکھی تو خلعت خلافت اور منشور اجازت سے سرفراز فرمایا اور اپنی دستار مبارک، عصا، سجادہ، نعلین چوبی اور ''جبہ چشتی'' وغیرہ تبرکات جو اپنے حضرت پیر دستگیر سے حضرت قطب عالمؒ کو مرحمت ہوئے تھے عطا فرمائے۔ حضرت فرد عالمؒ کے القاب مبارک تمام اقلیم ولایت میں ان الفاظ سے مشہور ہوئے جیسے شکر بار، فرد عالم، گنج شکر، گنج العرفان، زہد الانبیاء، قطب الواصلین، سلطان العارفین وغیرہ۔

حضرت کے کمالات کا تذکرہ مشہور ہو کر تمام ملکوں میں پھیل گیا اور ہزار در ہزار عقیدت مند حضرت فرد عالمؒ کے حجرہ مبارک کے دروازہ پر اپنا سر رکھ کر حلقۂ ارادت میں آتے تھے۔ مرزایان ونوابان روئے زمین اور ملکوں کے رئیس اور عالم زمانہ کے مشائخ حضرت زہدالانبیاء کی خدمت میں ماہی بے آب کی طرح پھڑک کر قدموں میں گرتے تھے اور مرید ہو کر مدارج عالیہ کو پہنچتے تھے۔

ایک روز بادشاہ دہلی کی تمام فوج کے لوگوں نے حضرت قطب الواصلین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت کی بیعت اور آپ کے پیران عظام کے سلسلہ میں داخل ہونے کی خاص امیروں، حکام اور دولت مند لوگوں کو ہی اجازت ہے یا ہم لوگ مساکین اور لشکری سپاہیوں کے واسطے بھی حضرت کے فیض میں (حصہ) ہے۔ حضرت فرد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مساکین اور غربا لوگ سب سے پہلے ہیں۔ خدا پاک کی جناب میں ان لوگوں کا رتبہ شاکر اور دولت مندوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر لشکریوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ بھی عقیدت سے حضرت کی جناب میں فیض پانے اور مرید ہونے کی درخواست رکھتے ہیں۔ حضرت فرد عالمؒ حیران ہوئے کہ اس قدر مردمان لشکری کا بیعت کرنا خالی از تکلیف نہیں۔ حضرت فرد عالمؒ نے اپنے حجرہ کے بالا خانے میں بیٹھ کر اپنی چادر مبارک ایک درخت سے نیچے لٹکا کر فرمایا کہ جس قدر لشکری اس درویش کی چادر کو مس کرتے جائیں گے، اس فقیر کے طریقہ چشتی میں داخل سمجھے جائیں گے۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق کل لشکری آپ کی چادر مبارک کو مس کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ آخر کار چادر مبارک بہت لوگوں کے مس کرنے سے فرسودہ ہو کر جس قدر حضرت کے دست مبارک میں تھی وہی باقی رہی۔

مطلوب الطالبین اور تذکرۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت فرد عالمؒ کو اپنے پیر دستگیر سے ارشاد تھا کہ جو کچھ عالم غیب سے پہنچے، طے کا روزہ اس سے افطار کیا جائے۔ طے کے سات روزہ کی افطار تک عالم غیب سے حضرت کو کچھ نہ ملا۔ بھوک اور ضعف غالب ہوا۔ حضرت نے دو چار سنگ ریزے زمین سے اٹھا کر دہن مبارک میں ڈالے وہ شکر بن گئے۔ حضرت فرد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے منہ سے نکال دیئے کہ مبادا وسوسہ شیطانی ہو۔ پھر دیر کے بعد چند سنگ ریزے دوبارہ دہن مبارک میں ڈالے، وہ پھر حسب سابق شکر بن گئے۔ حضرت نے عالم غیب سے جان کر افطار کیا۔

بعض صاحب لکھتے ہیں کہ ضعف کے باعث حضرت خواجہ زمین پر گر گئے۔ آپ کے دہن مبارک میں جو مٹی پڑ گئی وہ شکر بن گئی بلکہ گرتے وقت زمین پر جہاں آپ کے لب مبارک پہنچے تھے اسی قدر زمین شکر ہو گئی۔ جب اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ جو غیب سے ملے، بے عیب ہے، کھا لینا چاہیے، تو گنج شکر ہے۔ اسی روز سے آپ کا لقب گنج شکر ہوا۔

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ شہر ریواڑی کے قریب ایک پہاڑی پر مشغول تھے۔ ایک روز حضرت مسعود گنج شکرؒ اپنے عبادت خانے سے نکل کر ٹہل رہے تھے کہ ایک سوداگر شکر سفید جس کی قیمت کئی ہزار روپیہ تھی، لاد کر شہر دہلی کی طرف جا رہا تھا۔ حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہٗ نے اس سوداگر سے دریافت کیا کہ میاں یہ کیا جنس ہے۔ اس نے تمسخر سے جواب دیا کہ کوئلے ہیں؟...... حضرت نے فرمایا کہ خیر کوئلے ہی ہوں گے۔ جب شہر دہلی میں پہنچ کر جنس مذکور کو دیکھا تو وہ کوئلے تھے۔ سوداگر رویا چلایا کہ شکر اور چینی کوئلے کیسے بن گے۔ اس سوداگر نے لوگوں سے

گذشتہ ماجرا بیان کیا اور روتا پیٹتا حضرت خواجہ فرد عالم گنج شکرؒ کی خدمت میں پہنچا اور اپنا حال عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا ہی کہنا تھا کہ کوئلے ہیں۔ اب پھر تمام اجناس لاد کر میرے روبرو لاؤ جو تم اپنے منہ سے کہو گے وہی ہو جائے گا۔ وہ سوداگر تمام کوئلوں کو لاد کر حضرت خواجہ کی خدمت میں لایا...... حضرت نے اسی طرح پوچھا کہ میاں یہ کیا جنس ہے؟...... سوداگر نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ یہ شکر اور چینی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ شکر ہو گی چنانچہ وہ کوئلے سب کے سب شکر بن گئے۔ سوداگر کو اس کی فروخت سے بہت نفع ملا۔ آپ کے حجرہ مبارک کے پاس سوداگر مذکور نے ایک چھوٹی سی مسجد اور کنواں بنوایا۔ وہ کنواں اب تک زیارت گاہ معتقدین کیلئے ہے اس روز سے آپ کا اسم مبارک گنج شکر ہوا۔

ملفوظات چشت میں لکھا ہے کہ کسی مرد نے حضرت خواجہ گنج شکرؒ سے سوال کیا کہ آپ نے کس قدر نام خدا کی مشغولی میں محنت فرمائی ہے؟...... حضرت نے جواب دیا کہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا مگر تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے کہ عرصہ بیس سال کی مدت میں مشغول ہو کر عالم حیرت میں رہا ہوں اور نماز کے وقت مجھ کو ہوش آ جاتی تھی پھر ویسی ہی حیرت طاری ہوتی تھی اور جس ویرانہ پر بلا میں مشغول ہوتا تھا معلوم نہیں کہ مجھ کو کسی نے کھلایا یا پلایا ہو۔ اس مرد خدا نے کہا کہ حضرت آپ زہد الانبیا ہیں...... اس روز سے آپ کا لقب زہد الانبیاء ہوا۔

بحر المعانی میں لکھا ہے کہ قطب حقیقت اور فردِ ولایت کی وجہ سے جب آپ کا مقام قرب بڑھ کر فرد حقیقت کی منزل کو پہنچا تو آپ کا اسم مبارک فردِ عالم مشہور رہا۔

## کرامات

حضرت خواجہ گنج شکر مسعود فرد عالمؒ زیارت کرنے والے مردمان اور معتقدین

بے قرار ہو کر اپنے حضرت پیر دستگیر کے ارشاد کے مطابق شہر ہانسی کو تشریف لے گئے۔ حضرت کا یہ منشا تھا کہ جہاں تک ہو سکے میں اپنے حالات کو خلقت سے چھپاؤں اور خلقت کی مشہوری سے اپنے آپ کو بچاؤں۔ ایسے مکان میں رہوں کہ جہاں کے آدمی جاہل اور بزرگان دین کے عقائد سے محض ناواقف ہوں اور نہ کسی سے مجھ کو کام اور نہ کسی کا مجھ سے مطالبہ ہو، خدا کی ذات مجھ کو جانے اور میں خدا کی ذات کو پہچانوں۔ ہانسی میں تشریف لے جا کر کچھ عرصہ تک ہانسی کے لوگوں کو حضرت کے حالات سے واقفیت نہ ہوئی۔ وہاں ایک جوگی رہا کرتا تھا لوگ ڈر کے مارے اس کی پرستش کیا کرتے تھے اور اکثر مسلمانوں کو تنگ کرتا تھا۔ حضرت کی کرامات اور تصّرف کے روبرو جوگی کے استدراج (خلاف معمول کام ہونا) نے کام نہ دیا آخر مجبور ہو کر حضرت فرد عالمؒ کا قدم بوس ہو کر مسلمان ہوا اور معتقدوں و مریدوں کے گروہ میں آیا۔

حضرت مولانا جمال الدین ہانسوی قدس سرہٗ جو اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور عالم اکمل تھے صورت و سیرت کی پاکیزگی میں اگر آپ کو یوسف ثانی کہیں تو بجا ہے۔ جذبہ الٰہی نے ان کا گریبان کھینچ کر اپنی جناب میں کشش فرمائی اور محبت سے حضرت فرد عالم گنج شکرؒ کے قدم بوس ہو کر مرید ہوئے، محبت باطنی اور نوکری، خدمت گاری کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے اور زمانہ کے اقطاب اور اوتاروں میں شمار کیے گئے اور قطب جمال الدینؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت فرد عالمؒ آپ کی ارادت، محبت اور حسن سیرت ظاہری باطنی پر شفیق و رفیق ہو کر کچھ عرصہ وہاں قیام پذیر ہوئے۔ جب عالم غیب سے حضرت خواجہ گنج شکرؒ کو اپنے پیر دستگیر کی وفات کی خبر پہنچی تو دہلی میں آئے جیسا کہ یہ حال حضرت خواجہ قطب عالم

قطب الاسلامؒ کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔ دہلی میں خلقت کے ہجوم اور معتقدین کے اژدہام سے لاچار ہو کر پنجاب کی طرف عزم فرمایا۔ جب موضع نوشہرہ میں آئے تو ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ سخت آندھی چلنے سے اس درخت کی بڑی شاخ ٹوٹ کر زمین کی طرف آ رہی تھی۔ حضرت فرد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ ٹھہری رہو پیپل کی شاخ وہیں ہوا میں معلق ہو گئی۔ معتبر زائروں کی زبانی سنا گیا ہے کہ وہ پیپل جڑ تک خشک ہو گیا ہے مگر وہ شاخ بدستور سرسبز اور زیارت گاہ عالم ہے۔ پھر چل کر دھوپ کے باعث جنگل میں ایک درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر گئے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد حضرت وہاں سے چل پڑے وہ درخت سایہ کرتا ہوا حضرت کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے درخت اپنی جگہ کھڑا رہ ،دنیا کے حاجت مند لوگ میری یہ کرامت دیکھ کر میرا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ درخت اپنے حال کی زبان سے بولا کہ میں حضرت کے جمال با کمال پر فریفتہ ہو رہا ہوں، مجھ کو حضرت کی جدائی منظور نہیں ہے۔ چنانچہ وہ درخت پھر حضرت خواجہ فرید عالمؒ کے ساتھ چل پڑا۔ حضرت کی جناب نے ناراض ہو کر اس کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا کہ اے بے ادب۔ وہ درخت حضرت کی ندا کی ہیبت سے جڑ سے اکھڑ کر زمین پر آ گرا، وہ ابھی تک سرسبز اور زیارت گاہ جہان ہے۔ پھر وہاں سے آپ چل کر ایک نہر پر جو اجودھن سے تین میل کے فاصلہ پر ہے درخت جال کے نیچے جاء نماز بچھا کر مقیم ہوئے۔ لکھا ہے کہ اس جنگل کے تمام جانوروں کی بولی بدل گئی اور فرید فرید کا نام پکارنے لگے۔ اجودھن کے لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ جانوروں کی بولی بدل جانے کا کیا باعث ہے؟...... جستجو کے بعد حضرت خواجہ فرد عالمؒ کا نام مبارک پوچھ کر ان کو خیال ہوا کہ سب اس جنگل کے جانور حضرت کے نام کا ورد کر رہے ہیں۔

مطلوب الطالبین اور تذکرۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ اجودھن کے لوگوں نے خدمت میں درخواست کی کہ حضرت ہمارے گاؤں میں تشریف لے چلیں حضرت نے منظور کیا اور گردونواح سے ہزارہا لوگ زیارت کرنے والے حاضر ہونے لگے۔ اس نہر کے کنارہ (پتن) کا نام جس جگہ حضرت فرد عالمؒ مقیم تھے پاک پٹن رکھ دیا۔ اجودھن کے لوگوں نے اصلی جگہ اپنا گاؤں اجاڑ کر حضرت گنج شکر مسعودؒ کے گرد ونواح کو آباد کیا تو اجودھن کا نام رفتہ رفتہ جاتا رہا اور پاک پٹن مشہور ہو گیا۔ حضرت فرد عالمؒ کے فرزندوں، درویشوں اور خدمت گاروں کے واسطے ایک مکان پختہ تعمیر ہو کر اس کا نام قلعہ پختہ مشہور ہو گیا۔ حضرت خواجہ کے فرزندار جمند اور اولاد کے لوگ اسی قلعہ پختہ میں مکانات بنا کر آباد ہوئے۔

حضرت سلطان المحبوبین خواجہ نظام الدین الاولیاءؒ اپنی کتاب راحت القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام فرد عالمؒ کے درویش اور مرید جو زیر تلقین ہو کر گاؤں میں زنبیل گردانی کر کے اپنی گزراوقات کرتے تھے، اس کے بعد اس قدر فتوحات غیبی کا دروازہ کھلا کہ حد اور شمار سے باہر تھا۔ جب نیا چاند چڑھتا تھا اجودھن کے تمام لوگ شیرینی لے کر خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ گنج شکرؒ حاضرین میں سے ہر ایک کو مصلیٰ کے نیچے سے زرنقرہ کی مٹھی بھر کر کے بطور انعام عنایت فرمایا کرتے تھے وہ روپیہ اور اشرفی ہوتی تھیں۔ ایک روز حضرت فرد عالمؒ نے فرمایا کہ جس قدر زرودولت دنیا کی میرے پاس جمع ہوتی ہے۔ اگر میں اپنے پاس جمع رکھتا تو قارون سے زیادہ خزانہ میرے پاس جمع ہو جاتا...... مگر میں نے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا، سب کچھ میں نے خدا کے راستہ میں صرف کر دیا۔ حضرت سلطان المحبوبینؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز دو سائل خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

جب حضرت فرد عالمؒ کی مجلس مبارک میں پہنچے تو ان کو سوال کرنے کی مجال نہ رہی۔ پاؤں مبارک پر سر رکھ کے خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت فرد عالمؒ نے فرمایا کہ خستہ خرما کے سوا میرے پاس کچھ موجود نہیں۔ چنانچہ حضرت نے خستہ خرما کی ایک ایک مٹھی بھر کر دونوں سائلوں کو دی، انہوں نے بہ لحاظ ادب حضرت کے روبرو اپنی گرہ میں باندھ لی۔ جب مسجد میں آئے تو انہوں نے خستہ خرما کو گرانا چاہا۔ جب گرانے لگے تو پھر انہوں نے اپنی گرہ مضبوط باندھ لی۔ میں نے سائلوں کو کہا کہ تم نے خستہ خرما کو اپنی گرہ سے کیوں نہیں گرایا تو سائلوں نے مجھ کو دکھایا وہ اشرفیاں طلائی تھیں۔ پھر سائلوں نے خوش ہو کر کہا کہ جو ہمارے دل میں خیال تھا وہ پورا ہو گیا۔

حضرت سلطان المحبوبین رحمۃ اللہ علیہ راحت القلوب میں لکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا عورت جو حضرت کی ہمسایہ تھی۔ قدموں پر سر رکھ کر روئی اور عرض کیا کہ میرا لڑکا بچپن سے کہیں چلا گیا ہے پندرہ سال گزر گئے ہیں کہ میں اپنے لڑکے کی جستجو میں نہایت مجبور ہو کر اس کے فراق میں رات دن روتی رہتی ہوں، حضرت عنایت فرما کر میرے بچے کو مجھ سے ملا دیں۔ اگر وہ فوت ہو گیا ہوا ہے تو حضرت مجھ کو اس کی قبر تک پہنچا دیں۔ اس عورت کے رونے چلانے پر حضرت زہد الانبیاء کو رحم آیا۔ مجھ کو فرمایا کہ مولانا نظام الدین تم اس عورت کو کہہ دو کہ اپنے بیٹے کے واسطے روٹی پکائے، وہ بھاگا چلا آتا ہے۔ اس عورت نے حسبُ الفرمان گھر میں جا کر آٹا گوندنا شروع کر دیا کہ اسی اثناء میں اس کا بیٹا وہاں پہنچ گیا وہ اپنے فرزند کو لے کر حضرت فرد عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعا کے طفیل میرا لڑکا اس وقت میرے پاس آ گیا اور میری جان و سینہ کو راحت پہنچ گئی ہے۔ پھر وہ عورت مع لڑکا باہر آئی تو میں بھی باہر نکلا۔ میں نے اس لڑکے کو بازو سے پکڑ کر پوچھا

کہ اے لڑکے تم اپنا ماجرا بیان کرو کہ تم کہاں تھے۔ اس نے کہا، میں کابل میں تھا۔ شہر کے باہر ایک جوہڑ پر ہاتھ پاؤں دھوتے ہوئے مجھے اپنا وطن یاد آیا۔ میں رونے لگا اس وقت حضرت فرد عالمؒ کی جناب نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، کہ اے لڑکے تو اپنے وطن کو جانا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں جب کھولیں تو اپنے گھر کے دروازہ پر اپنے آپ کو موجود پایا اور اپنی والدہ سے ملا۔

حضرت سلطان المحبوبینؒ راحت القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک جوگی حضرت شیخ الاسلامؒ سے مباحثہ کرنے کے واسطے آپ کے حجرہ کے دروازہ پر آ گیا۔ وہ جوگی دروازہ کے باہر کھڑا تھا کہ فرمان ہوا، حجرہ کے اندر چلے آؤ اور بیٹھ جاؤ۔ وہ جوگی بیٹھ گیا پھر اس نے حضرت کے قدموں پر سر رکھا تو فرمان ہوا، کہ سر اٹھا لو۔ وہ جوگی سر اٹھا کر حیران پریشان ہو کر بیٹھ گیا اور فرمایا، مولانا نظام الدین یہ جوگی میرے ساتھ مباحثہ کرنے کو آیا ہے اور اپنے سحر میں کامل ہے۔ جب آ کر حجرہ کے دروازے پر کھڑا ہوا زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لئے اور چاہا کہ اس کو غرق کر دے۔ جب میرے کہنے کے مطابق حجرہ کے اندر آیا زمین نے اس کے پاؤں چھوڑ دیئے۔ جب یہ جوگی بیٹھ گیا زمین نے اس کی ٹانگوں کو پکڑ لیا۔ یہ جوگی لاچار ہو کر سجدہ میں پڑا۔ زمین نے اس کو پیشانی سے پکڑ لیا۔ جب میں نے کہا بیٹھ جا، زمین نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر جوگی کہنے لگا کہ جو کچھ حضرت خواجہ فرد عالمؒ فرماتے ہیں درست ہے، میرے ساتھ یہی حال گزرا ہے۔ پھر حضرت خواجہ گنج شکر چشتیؒ نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین تم نے کسی جوگی کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا ہے؟...... دعا گو نے عرض کیا، کہ نہیں۔ خیر جوگی کے واسطے ارشاد فرمایا کہ ہمارے یارانِ طریقت کو اُڑ کر دکھا

دے۔ جوگی حجرہ سے باہر نکل کر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جوگی کہاں تک پہنچا ہے عرض کیا کہ چڑیا کی مانند دکھائی دیتا ہے اس کے بعد جوگی نظر سے غائب ہو گیا۔ عرض کیا گیا کہ جوگی اب بالکل نظر نہیں آتا۔ حضرت خواجہ نے اپنی نعلین چوبی کو جوگی کو واپس لانے کے واسطے ارشاد کیا۔ نعلین چوبی جوگی کے پیچھے اڑ گئیں اور جوگی کو مار پیٹ کر نیچے گرادیا۔ وہ جوگی حضرت خواجہ کے قدموں میں گر کر مسلمان ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے جوگی، استدراج میں تمہارا رتبہ اور منزل اسی قدر تھی کہ فقیر کی نعلین کو بھی تم سے بڑھ کر خدا پاک نے رتبہ عطا فرمایا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء اور سیر المشائخ میں آپ کی درج ذیل کرامات کا تذکرہ موجود ہیں کہ حضرت خواجہ کا پانی کو روغن بنانا...... زمین کے قطعہ کا جو حضرت فرد عالمؒ کے نام پر وقف تھی دیپالپور کے حاکم کا آپ کی معافی سے انکار کرنا...... ہزارہا آدمیوں کے روبرو اس قطعہ زمین کا یہ بولنا کہ میں حضرت خواجہ کی ملکیت ہوں اور حاکم دیپالپور کا جو منکر تھا وہاں سے نکلتے ہی گھوڑے پر سے گر کر اس کی گردن کا ٹوٹنا اور مر جانا...... حضرت فرد عالمؒ کا یہ کہنا، کہ خدا جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اس کے جواب میں غیب سے ندا ہونا کہ جو کچھ فرید کہے وہ بھی ضرور ہوتا ہے...... حاضرین کا یہ غیبی آوازہ سن کر قدم بوس ہونا اور مسواک کا زمین پر گاڑنے سے سرسبز درخت نمودار ہو کر لوگوں کے سروں پر سایہ کرنا وغیرہ۔

## حضرت خواجہ فرد عالم کے نماز معکوس پڑھنے کا بیان

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ شہر اوچ مسجد حاج کے کنوئیں میں حضرت خواجہ فرد عالمؒ نے نماز معکوس (الٹا، اوندھا) پڑھی۔ اس مسجد کے مؤذن کا نام رشید الدین

مینائی تھا وہ حضرت کا معتقد تھا۔ حضرت نے اس کو ارشاد فرمایا، کہ میری نماز معکوس پڑھنے کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ جب لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر چلے جاتے۔ حضرت خواجہ فرد عالم رحمۃ اللہ علیہ مؤذن مذکور کی معرفت اپنے دونوں پاؤں کو رسی ڈال کر اور رسی کا دوسرا سرا درخت کی شاخ سے باندھ کر کنوئیں میں لٹک کر ذکر خدا میں مشغول ہوتے تھے۔ صبح صادق کے وقت جب مؤذن لوگوں کے آنے کی خبر دیتا حضرت خواجہ کنوئیں سے نکل کر اپنے پاؤں سے رسی کھول کر مسجد میں آ کر مراقب ہو جاتے۔ چالیس رات اس کنوئیں میں حضرت خواجہ نے نماز معکوس ادا کی، وہ کنواں اور درخت آج بھی زیارت گاہ عالم ہے۔

سیر الاولیاء میں تحریر ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید بن ابوالخیرؒ جو اپنے وقت کے عالم اجل و شیخ اکمل تھے حضرت خواجہ سے نماز معکوس پڑھا کرتے تھے۔ معکوس نماز (فرشتوں جیسی) نماز ہے، جو عالم بالا میں آسمان پر پاؤں ٹکا کر اور سر کو زمین کی طرف جھکا کر نہایت عجز وانکسار کا اظہار ہے، یہ خواجگان چشت کا معمول رہا ہے۔

جب سادھو ملکوت میں جاوے
شیخ اس کو معکوس فرماوے
عرش کے اوپر پاؤں ٹکاوے
بیرنگی میں سجدے جاوے

یہ سالک کے لئے نزولی عروج ہے۔ مشائخ جس مرید کو نماز معکوس کے لائق تصور فرمائیں اس کو اس نماز کی تلقین کرتے ہیں۔ جو شریعت ظاہری یعنی عبادت نہیں کرتا، نماز معکوس اسے تلقین نہیں کرنی چاہیے۔

## دروازہ کے بہشتی ہونے کی وجہ

فردوسیہ میں منقول ہے، کہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کو بارہ سال کی گوشہ نشینی کے بعد عالم غیب سے یہ القاء ہوا کہ آج صبح سے شام تک جو شخص آپ کی زیارت سے مستفیض ہوگا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوگی۔ آپ نے شہر ملتان میں منادی کرادی کہ مجھے خدا پاک کی جناب سے یہ حکم ہوا ہے جو شخص اپنے وجود کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتا ہے وہ اس فقیر کی مجلس (جو جنت کا نمونہ ہے) میں حاضری دے۔ اس منادی کو سن کر شہر ملتان اور گردونواح سے ہزاروں لوگ حضرت بہاؤالحق قدس سرہٗ کی مجلس مبارک میں حاضر ہو کر زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ آخر الامر آپ نے فرمایا کہ اپاہج، نابینا، بیمار اور پردہ نشین مستورات بھی اس درویش کی زیارت سے محروم نہ رہیں۔ چنانچہ آپ کو پالکی میں بیٹھ کر گلی کوچوں اور بازاروں کا چکر لگوایا گیا تاکہ کوئی بھی آپ کی زیارت سے محروم نہ رہے۔

ایک شخص مسمی بھورا بساطیہ جو حضرت خواجہ گنج شکرؒ کے مریدوں میں سے تھا، جب حضرت بہاؤالحقؒ کی پالکی اس کی دوکان کے مقابل پہنچی تو اس نے آپ کی طرف پیٹھ پھیر لی لوگوں نے کہا کیا تمہیں دوزخ کی آگ سے بچنا منظور نہیں ہے؟۔ بھورا نے کہا کہ میں اپنے پیر و مرشد کی کفش برداری اور خاک بوسی سے بہشت پا چکا ہوں مجھے حضرت بہاؤالحقؒ کی بہشت کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر چشتیؒ نے اپنے کشف سے اس کی نیت کو بھانپ لیا اور ارشاد فرمایا

ہمارے بھائی خواجہ بہاؤالحق ملتانیؒ کو بارہ سال کی خلوت کے بعد یہ بشارت ملی ہے کہ ''آج جو شخص تیری زیارت کرے گا دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا'' یہ

کون جانتا ہے کہ یہ بلند مرتبہ ومقام جو انہیں عطا ہوا ہے اس فقیر کی دعا سے ہی ملا ہے۔

آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ جو لوگ زمانہ ء حال سے قیامت تک ہمارے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان پر دوزخ کی آگ حرام ہوگی ...... فقیر کے حجرہ کا دروازہ ''بہشتی'' ہے جو اس دروازے سے اوقات مقررہ پر گزرے گا انشاء اللہ اس پر آتش دوزخ حرام ہوگی۔

آپ نے فرمایا کہ

قول مرداں جان دارد

ترجمہ: مردوں کا وعدہ پکا ہوتا ہے۔

آپ کے اس ارشاد گرامی پر تمام اصحاب سیر اور اولیاء متاخرین جو حضرت خواجہ عالمؒ کے وصال کے بعد ہوئے ہیں وہ تمام اس درِ پاک کے ''بہشتی'' ہونے پر متفق ہیں۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے جب وصال فرمایا تو مسجد کلاں کے شرقی حجرے میں بہ صلاح فرزنداں ومعتقداں دفن کئے گئے ۔وصال سے تین روز بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی چشتیؒ تشریف لائے اور آپ کا تابوت نکلوا کر حجرہ خاص میں دفن کرنے کیلئے رکھا گیا۔ اس وقت آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حضرت شفیع المذنبین ﷺ، حضرت خواجہء خواجگان نائب رسول الثقلین خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ اور حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم سید محی الدین عبدالقادر گیلانیؒ موجود تھے اور لاکھوں افراد تابوت مبارک کی زیارت کے لئے حجرہ مبارک کے دروازہ کے باہر حاضر

تھے۔

حضرت خواجہ محبوب الٰہی قدس سرہٗ نے کشف کی نگاہ سے دیکھا کہ جس قدر لوگوں کا ہجوم درگاہ کے صحن میں موجود تھا، سب کی باطنی صورتیں مسخ ہوکر حیوانوں کی صورت میں دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت خواجہ حیرت زدہ ہوگئے چند آدمیوں کو طلب فرمایا

جب وہ حجرہ کے دروازے سے اندر آئے ان کی باطنی صورتیں جو مسخ ہو رہی تھیں حجرہ مبارک کے دروازے سے گزرتے ہی درست ہوگئیں۔

حضرت خواجہ محبوب الٰہیؒ نے آنحضرت ﷺ سے دست بستہ عرض کیا حضور میرے پیر و مرشد کے حجرہ کے دروازہ کی اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا قدر و منزلت ہے؟۔

آپ ﷺ نے فرمایا

حجرے کا یہ دروازہ ''بہشتی'' ہے۔

اور کلام معتبر یہ ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو آیت کعبۃ اللہ کی شان میں نازل فرمائی ہے وہی آیت حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے دروازہ کی بابت زبان مبارک سے ارشاد فرمائی کہ

وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران:۹۷)

ترجمہ: جو اس میں داخل ہوا، اسے امن مل گیا۔

سو یہی آیت کریمہ آپ کے روضہ مبارک کی تعمیر کے بعد بہشتی دروازے کے سر پر تحریر کرائی۔ اسی دن سے اس دروازے کا نام ''بہشتی دروازہ'' مشہور ہے۔

پاک پتن شریف کے سالانہ عرس کے موقعہ پر دو دانشمندوں نے اس درویش

دلریش (مؤلف کتاب) سے دروازہ کے بہشتی ہونے کی بابت تکرار شروع کیا اور کہا کسی آیت یا حدیث سے اس دروازہ کے بہشتی ہونے پر دلیل دو؟...... میں نے کہا کہ قرآن پاک کا نزول حضرت پیغمبر خدا ﷺ کی ظاہری حیات میں مکمل ہو چکا تھا لہٰذا نبوت ختم ہونے کے بعد آیات قرآنی کا نزول بھی ختم ہو چکا ہے۔ہاں البتہ اولیاء اللہ کا مرتبہ ومقام جو آیات قرآنی میں سے ثابت ہے، وہی دروازہ بہشتی کے ثبوت میں شافی وکافی ہے اور متفق علیہ حدیث قدسی کا آخری جملہ یوں ہے

هُمُ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

ترجمہ: میرے ذاکر اور اولیاء لوگ ایسے ہیں کہ ان کی مجلس میں حاضر ہونے والے لوگ شقی اور دوزخی نہیں رہتے۔

اور بہت سی احادیث رسول ﷺ اولیاء اللہ کی معیت خواہ وہ معیت جسمانی ہو یا روحانی کی شان میں موجود ہیں۔صالحین کی صحبت اور پیروی کا حکم قرآن پاک سے ثابت ہے۔اور متفق علیہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ اَتْقِيَاءَ اور صُلَحَاءَ کے لئے وعدہ فرما چکا ہے وَاِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وہ مجھ جو مانگتے ہیں میں عطا کرتا ہوں۔حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے دعا مانگی یا اللہ میرے حجرے کا دروازہ ''بہشتی'' ہو اور رب العزت نے اپنے وعدے کے مطابق یہ دعا قبول فرمائی۔اب اعتراض کی کیا گنجائش ہے؟۔

## ایک مشاہدہ

گرمیاں کا موسم تھا بہشتی دروازے کے سامنے فرش پر لگے سنگ مرمر پر دھوپ پڑ رہی تھی۔اتفاقیہ یہ بندہ عاجز (راقم الحروف) اس فرش پر سے گزرا تو حدت

کی وجہ سے میرے پاؤں جلنے لگے ۔ بے ساختہ میں بہشتی دروازہ کی طرف چلا گیا تو پتھر کی سیڑھیاں جو بہشتی دروازہ کے ساتھ لگی ہوئی تھیں وہ سرد تھیں، ان پر پاؤں رکھنے سے وہ گرمی کی سوزش جاتی رہی۔ اس وقت میں نے چاہا کہ دو چار آدمیوں کو بلا کر یہ ماجرا دکھاؤں پھر میرے خیال میں گزرا کہ شاید یہ بات میرے ہی لئے خاص ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

ایک روز اولیاء اللہ کے تذکرے میں مولوی حسام الدین تحصیلدار گڑھ شنکر نے میرے پاس ذکر کیا، کہ میری برادری میں سے ایک شخص ملتان میں ملازم تھا اس نے میرے پاس ذکر کیا کہ میں ملتان سے اپنے ملتانی ملازم کو ہمراہ لے کر رخصت کے موقعہ پر پاک پٹن میں سے گزرا اس وقت ریل نہ تھی میں گھوڑے پر سوار تھا۔ جب قصبہ پاک پتن میں آئے تو وہاں عرس کا ہجوم تھا اور رات کو بہشتی دروازہ کھلنے والا تھا۔ ملازم نے کہا کہ بہشتی دروازہ سے گزرے بغیر میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گا۔ اگر آپ نے آج ہی واپس جانا ہے تو میری ملازمت کا پچھلا حساب پورا کرو، حسب مرضی اور کوئی ملازم رکھ لو۔ مجھے دروازہ بہشتی کا اعتقاد نہ تھا اور میں چاہتا تھا کہ یہاں سے چلا جاؤں مگر جب نوکر نے جواب دیا تو میں نے سوچا، کہ سردست سفر میں ملازم کا ملنا محال ہے۔ میں نے سرائے میں ڈیرہ کیا اور اپنے ملازم کو کہہ دیا کہ نماز مغرب کے فوراً بعد تم بہشتی دروازہ سے گزر کر یہاں سرائے میں چلے آؤ کیونکہ میں اکیلا ہوں۔ نماز مغرب کے بعد وہ ملازم بہشتی دروازہ سے گزر کر میرے پاس سرائے میں چلا آیا۔ میں نے کہا اگر تمہارے پاس آٹا موجود ہے تو یہاں سرائے کے نانبائی

سے روٹی پکوالاؤ۔ جب آٹا گوندھ کر گرم توے پر ڈالا گیا تو اس آٹے پر آگ کی گرمی کا کچھ اثر نہ ہوا۔ نانبائی نے کہا یہ کیسا آٹا ہے؟ جس کی روٹی نہیں پکتی۔ ملازم نے کہا کہ بھائی بہشتی دروازہ سے گزرتے وقت یہ آٹا میرے پاس موجود تھا۔ جب اس نے یہ بات سنائی جو حاضرین وہاں موجود تھے، انہوں نے اس آٹے کو پانی میں گھول کر تبرکاً پی لیا۔ میں نے بھی لوگوں کی طرح اس میں سے ایک گھونٹ پیا۔ اسی دن سے اولیاء اللہ کے بارے میرا عقیدہ درست ہو گیا۔

سیّاں نگر کی پوچھت موہے کون تہارو بر ہے
لاج کی ماری کہہ نہ سکوں میں، برمورا گنجِ شکر ہے

## فرمودات

سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المحبوبین خواجہ نظام الدین اولیاء زری زر بخش چشتیؒ کے ارشادات جو حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی کتاب میں درج ہیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر چشتیؒ فرماتے ہیں کہ زمانہ کے چار سو اولیاء کرام سے چار چیزوں کی بابت سوال کیا گیا تو سب نے بالاتفاق ایک ہی جواب دیا ہے

۞...... پوچھا گیا کہ سب سے دانا کون ہے؟ سب نے کہا کہ جو گناہ نہ کرے اور دنیا کو ترک کرے۔

۞...... پوچھا گیا کہ آدمیوں میں سے خوش خلق کون ہے؟ سب نے کہا کہ جو شخص کسی کی بری بھلی بات کہنے پر ناراض نہ ہو۔

۞......پوچھا گیا کہ دولت مند کون ہے؟ سب نے کہا کہ جس میں قناعت ہے۔

۞......پوچھا گیا کہ مفلس کون ہے؟ سب نے کہا کہ جو حریص ہو اور قناعت نہ کرے۔آپ کا فرمان ہے کہ:

1......ذات غفور الرحیم کو اس بات پر شرم ہے کہ اس کا بندہ ذات پاک کی طرف دعا کا ہاتھ اٹھائے اور خدا پاک اس کی دعا کو رد کرے۔

2......اگر کچھ ہو تو غم نہیں، اگر کچھ نہ ہو تو بھی غم نہیں۔

3......نامرادی کے دن کو معراج کی رات تصور کرنا چاہیے۔

4...... حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی دس سال صحبت میں رہ کر یہ معلوم ہوا کہ وقت کیا ہے؟ اور معرفت کس کو کہتے ہیں؟۔

5...... اپنے نیک کام کو لوگوں کی سرد باتوں اور طعنہ پر چھوڑنا نہیں چاہیے۔

6...... رنج اٹھانے میں سروری ہے اور رات کو جاگنے میں مہتری (بزرگی، سرداری) ہے۔

7...... صوفی وہ ہے جس سے ہر ایک شخص راضی رہے اور کسی کے کہنے پر وہ ملال اور کدورت کے نزدیک نہ جائے۔

8...... شیخ جلال الدین فرماتے ہیں کہ دلوں کو مست کرنے والا کلام وہ ہوتا ہے کہ جس کلام کا اول و آخر خدا کے واسطے ہو جو ہر ایک کے لئے مفید ہو۔ایسا ہی کلام کرنا چاہیے ورنہ خاموش رہے۔

9...... جس وقت فقیر نئے کپڑے پہنے، یہ سمجھے کہ میں نے کفن پہنا ہے۔

10......جملہ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے مزاروں میں زندہ ہیں۔

11......اگر یہ موجودہ علم خواہش سے پڑھا جاتا دنیا کے تختہ پر ایک آدمی بھی جاہل نہ

رہتا۔کوشش کر تساہل اور غفلت نہ کر۔ عاقبت کی ندامت اس شخص کے واسطے ہے جو غافل اور سست ہو جائے۔

12......خدا پاک نے فرمایا ہے میری ذات ایک پوشیدہ خزانہ ہے جب مجھ کو یہ محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو خلقت کو پیدا کر دیا اس لئے کہ وہ مجھے پہچانے۔

13......ویسا ہی بیان کر جیسا تیرا احوال ہے نہیں تو جیسا کہ تو ہے ویسا ہی تم کو ظاہر کر دکھائیں گے۔

14......خدا پاک کے جذبات سے ایک بار کی کشش اور جذب دو جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔

15......آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی اچھا ہے جو اپنا عیب ظاہر کرے اور لوگوں کے عیب چھپائے۔

16......خدا پاک کی جناب سے جو ہماری قسمت ہے، ہم اس پر راضی ہیں۔ خدا پاک نے ہم کو علم بخشا ہے اور جاہلوں کو مال دیا ہے۔

17......جو لوگ بزرگان دین کا درجہ حاصل کرنا چاہیں ان کو چاہیے کہ بادشاہوں اور اغنیاء سے نہ ملیں۔

18......دو افراد کا علم میں تکرار کرنا تنہا آدمی کی دو سال کی عبادت بہتر ہے۔

19......تدبیر میں آفت ہے اور رضا و تسلیم میں سلامتی ہے۔

20......علماء سب آدمیوں سے بہتر ہیں اور فقراء سب عالموں سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔

21......فقیر علماء کے گروہ میں ایسا ہے جیسا کہ آسمان کے ستاروں میں چاند ہے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے حضرت شیخ الشیوخ گنج شکرؒ کے ملفوظات سے

پانچ سو ارشادات جمع کئے جن میں چند درج ذیل ہیں۔

آپ نے فرمایا

۞......اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ اللہ پاک دیتا ہے اور بندہ حریص ولالچی ہونے کی وجہ سے ہر کسی سے لیتا ہے۔ ذات ربی جب کسی کو کچھ بخش دیتی ہے پھر اس کو کوئی نہیں لے سکتا

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَه'

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔

۞......نادان سے یہ سمجھ کہ وہ جیتا ہی مرا ہے اور احمق دانا نما سے خوف کر۔

۞......جو راستی جھوٹ سے مشابہت رکھتی ہو اس کا بیان کرنا لائق نہیں ہے۔

۞......جس چیز کو کوئی نہ خریدے اس کو مت بیچ۔

۞......مرتبہ اور مال کے واسطے فکر اور تردد نہ کر۔

۞......ہر کسی کی روٹی نہ کھا مگر لوگوں کو روٹی کھلا۔

۞......ہر حال میں اجل کو مت بھلا۔

۞......بات کو صرف اپنی قیاس اور عقل سے نہ کہہ۔

۞......بلا اور مصیبت کو حرص و ہوا کا نتیجہ جان۔

۞......بدی اور گناہ کو اپنا فخر و عزت مت جان قولہ تعالیٰ:

اَخَذَ تْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُه' جَهَنَّمُ

ترجمہ: جو ارادہ کرتا ہے اس غرور نفس کا گناہ پر سو کافی ہے اس کے لئے جہنم۔ (البقرہ:۲۰۶)

۞......اپنے دل کو شیطان کی کھیلوں کا میدان نہ بنا۔

۞......اپنے حال کا چھپانا ظاہر کرنے سے اچھا ہے۔

۞......عزت اور جاہ کے واسطے اپنے وجود کو بے اعتبار مت کر۔

۞......نئے دولت مند سے قرض نہ لے۔

۞......قدیمی خاندانوں کی عزت نگاہ میں رکھ۔

۞......ہر روز نئی نعمت کے طلبگار رہو۔

۞......حفظ الغیب میں کسی کو گالی دینے کی عادت مت کر۔

۞......جس کی بدی کرنے پر تیرا دل آمادہ ہو، اس کی بدی سے اپنے دل کو ہٹا لے۔

۞......اگر تو کسی پر نیکی کرتا ہے تو کسی بہانے سے کر۔

۞......شہوت کے وقت اپنے آپ کو بچانا، سب وقتوں سے بہتر جان۔

۞......جب تو امیروں اور دولت مندوں سے مل کر بیٹھے اپنے دین کو مت بھلا۔

۞......دین اور وقت کا کوئی بدلا نہیں ہے۔

۞......متکبروں سے تکبر کرنا غرور نہیں ہے۔

۞......آئے مہمان کی خدمت تکلف سے مت کر۔

۞......جب خدا سے زحمت نازل ہو تو اس کا شاکی نہ ہو۔

۞......دنیا پرستی ناگہانی بلا ہے۔

۞......اپنے عیب پر آگاہ رہو۔

۞......دشمن کی تلخ باتوں پر گھبرانا اچھا نہیں ہے۔

۞......دشمن کے روبرو عاجز مت بن۔

۞......اگر تمام دنیا کو دشمن بنانا چاہتا ہے تو متکبر ہو جا۔

۞......اپنے اچھے برے کو چھپا کے رکھ۔

۞......اگر تو سربلندی چاہتا ہے تو عاجزوں سے مل اور اگر تو آسودگی چاہتا ہے تو حسد

نہ کر۔

۞......ایسے اچھے فعل کر کہ جس سے تو مر کر زندہ ہو جائے۔

شیخ بہاؤ الدین زکریا نے حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی خدمت میں محبت کا یہ لفظ لکھا کہ میرے اور آپ کے درمیان صرف قرابت ہی نہیں ہے عشق بازی ہے۔ حضرت فرد عالم گنج شکرؒ نے جواب دیا کہ عشق مردان خدا کا فعل ہے اور بازی لڑکوں کا کام ہے میرے اور آپ کے درمیان عشق ہے بازی نہیں ہے سبحان اللہ۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک سائل نے حضرت فرد عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کی طرف میری سفارش کا خط لکھیں...... جس پر آپ نے بادشاہ کی طرف اک خط لکھا اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے

ترجمہ: میں ذکر کرتا ہوں اس کے مقصد کو طرف خدا کے اور پھر تیری طرف اگر تو اس کو کوئی چیز بخش دے، بخشنے والا حقیقی خدا پاک ہے اور تو شکر گزار ہو۔ اگر تو اس کو کچھ نہ بخشے...... ہٹا رکھنے والی خدا کی ذات ہے اور معاف کرنے والی بھی۔

## کاٹھ کی روٹی کا عدم ثبوت

خزینۃ الاصفیاء کا مؤلف لکھتا ہے کہ میں نے مشائخ عظام کی سیرت کی بہت سی کتب دیکھیں مگر کاٹھ کی روٹی جو حضرت خواجہ فرد عالمؒ سے منسوب کرتے ہیں ایسی کوئی روایت نظر میں نہیں آئی۔ یہ درویش دلریش (مؤلف کتاب ہذا) عرض کرتا ہے کہ میں نے بہ نسبت مؤلف خزینۃ الاصفیاء زیادہ سیر کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں حضرت خواجہ فرد عالمؒ کے حالات مرتبہ و مقام سے متعلق ہر کتاب کو دیکھتا رہا ہوں، کسی اہل سیر نے کاٹھ کی روٹی کی بابت ظاہر تحریر تو درکنار اشارتاً بھی ذکر نہیں

کیا۔ یہ جاہلوں کی فضول کلام ہے۔ جاہل لوگ اگر کسی مرد خدا کی مدح اور ثنا بھی کریں گے تو ان کی مدح بھی مذمت پر فوقیت رکھے گی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جب حضرت فرد عالمؒ کی غذا ذکر خدا تھا...... آپ کی طاقت اور توانائی خدا پاک کی محبت تھی اور خدا پاک کی محبت میں کھانا پینا، آرام، عیش وعشرت وغیرہ سب آپ سے چھوٹ گیا تھا...... پھر کیا آپ کی جناب روٹی کے وجود کے اس قدر حریص ٹھہرائے جاتے ہیں کہ تمام عمر کاٹھ کی روٹی اپنے گلے میں ڈالے رہے۔

## وصال

فردوسیہ، مطلوب الطالبین، راحت القلوب اور سیر الاولیاء میں اس طرح درج ہے کہ حضرت فرد عالم گنج شکرؒ نے حضرت نظام الدین اولیاء کو منشور خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر ''جبہ چشتی'' دستار، قبا اور عصا وغیرہ تبرکات پیران چشت اہل بہشت عطا فرما کر رخصت کرتے ہوئے فرمایا جس قدر میں نے معتقدین اور مریدین کو تلقین اور ہدایت کرنی تھی کر چکا۔

اس کے بعد آپؒ اپنے حجرہ شریف کا دروازہ بند کر کے قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہوئے۔ یہ روایت فردوسیہ میں رقم ہے کہ سات سال تک حضرت فرد عالمؒ کا ایک ہی وضو رہا اور اسی سات سالہ وضو کے ساتھ آپ نے وصال فرمایا۔ شب وصال ضعف اور نقاہت بہت زیادہ تھی۔ عشاء کی نماز باجماعت ادا فرمائی پھر عالم استغراق میں چلے گئے۔ صحو (بیداری) میں آ کر آپ نے فرمایا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھی ہے یا نہیں؟۔

عرض کیا گیا کہ آپ نماز ادا کر چکے ہیں فرمایا مجھے تو یاد نہیں پھر آپ نے عشاء

کی نماز دوبارہ ادا فرمائی اور اس کے بعد پھر عالم استغراق میں چلے گئے۔ ہوش میں آ کر تیسری دفعہ عشاء کی نماز پڑھی آپ کا آخری ذکر یَاحَیُّی یَا قَیُّومُ (ترجمہ: اے سدا زندہ رہنے والے! اے تمام مخلوق کو قائم رکھنے والے) تھا۔ بروز منگل ۵ محرم ۶۶۴ ہجری میں رحلت فرما کر حظیرۂ قدس میں قدسیوں کے امام بنائے گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

حضرت شیخ الشیوخ فرد عالمؒ کے فرزندوں اور معتقدین کا یہ مشورہ ٹھہرا کہ حضرت کو گنج شہیداں میں دفن کیا جائے۔ حضرت گنج شکرؒ کے محبوب فرزند بوقت جنازہ تشریف لائے اور ان کے مشورے سے آپ کو حصار قلعہ کے اندر دفن کیا گیا۔

حضرت فرد عالمؒ کی ولادت ۵۶۹ ہجری میں ہوئی اور آپ نے ۵۸۴ ہجری میں حضرت خواجہ قطب الاسلامؒ کے دست مبارک پر بیعت کی، اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی آپ نے ۹۵ سال کی عمر پائی۔

## اولاد امجاد

خزینۃ الاصفیاء میں تحریر ہے کہ غیاث الدین بلبن نے قبل از جلوس تخت دہلی اپنی لڑکی عفیفہ معصومہ بی بی ہزیرہ نام کو حضرت فرد عالم گنج شکرؒ کے نکاح میں دیا تھا۔ بی بی صاحبہ معصومہؒ سے چھ فرزند اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جن میں سے ہر ایک صاحب کرامات و مقامات ہوئے۔ حضرت خواجہ گنج شکرؒ کے بڑے بیٹے حضرت مخدوم بدرالدین سلیمانؒ اپنے پدر بزرگوار کے جانشین اور سجادہ نشین مقرر ہوئے...... دوسرے بیٹے شیخ شہاب الدین گنج العلم جو اپنے وقت میں ظاہری علم میں یکتائے روزگار تھے...... تیسرے بیٹے حضرت شیخ یعقوب تعلیم و تلقین کے بعد رجال الغیب

(ایک غیبی ہستی جو زمین کے گرد پھرتی ہے، مردانِ غیب) یعنی ابدالوں میں شامل ہوئے ...... چوتھے بیٹے حضرت شیخ نظام الدین جو کفار کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے ...... پانچویں بیٹے شیخ نصیر الدین عرف نصر اللہ اور چھٹے بیٹے حضرت شیخ عبداللہ جو مودود چشتی کے نام سے مشہور ہوئے ہیں، وہ چھوٹی عمر میں ایک جوگی ساحر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور وہ جوگی حضرت فرد عالمؒ کی دعا سے مارا گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ مودود چشتی کے احاطہ کے باہر اس جوگی کی سمادھی (جوگیوں کی ہڈیوں کے دفن ہونے کی جگہ) موجود ہے۔ تینوں لڑکیوں کے اسماء مبارک یہ ہیں اول بی بی فاطمہ ...... جو حضرت سید بدرالدین جو کہ حضرت فرد عالمؒ کے بھانجے اور خلیفہ اعظم تھے، ان کے نکاح میں آئی ...... دوسری بی بی مستورہ جو شیخ عمر صوفی فاروقی کے نکاح میں آئی ...... تیسری بی بی شریفہ جو عالم جوانی میں بیوہ ہوئیں۔

## خلفاء عظام

حضرت خواجہ گنج شکر فرد عالمؒ کے ستر ہزار خلفاء ہیں۔ جواہر فریدی کی تحریر کے مطابق پچاس ہزار آٹھ سو بیالیس خلفائے عظام کی تعداد ہے دس ہزار زمین پر اور اٹھارہ ہزار دریاؤں کی نگہبانی میں ...... اور سات ہزار پہاڑوں میں جن کو اوتادی (اولیاء کا ایک خاص درجہ) کا رتبہ عطا ہوا ہے ...... پانچ سو بیالیس ابدالوں میں شامل ہیں جو ہوا میں رہتے ہیں ...... چار سو چوتھے آسمان پر ...... چودہ ہزار ساتویں آسمان پر اور سات سو عالم غیب میں جن کو خاص الخاص کہتے ہیں ...... اور جن حضرات کے بارے میں یہ حدیث قدسی وارد ہے

اَوْلِیَائی تَحْتَ قَبَائِی لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِی

ترجمہ: میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں میرے علاوہ ان کو کوئی نہیں پہچانتا۔

چند خلفائے عظام کے اسماء مبارک جو زمین پر موجود ہیں درج کئے جاتے ہیں۔

(1) سلطان نظام الدین بدایونی (2) علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری

(3) جمال الدین قطب ہانسوی (4) بدر الدین سلیمان بن فرید الدین گنج شکر

(5) شیخ شہاب الدین گنج العلم بن شکر گنج (6) نظام الدین شہید بن شکر گنج

(7) شیخ یعقوب بن شکر گنج (8) شیخ نصیر الدین بن شکر گنج

(9) مولانا بدر الدین اسحاق (10) شیخ دھارو خادم

(11) شیخ زین الدین دمشقی (12) شیخ شکر ریز

(13) شیخ علی شکر باران (14) شیخ علی الحق سیالکوٹی

(15) شیخ محمد سراج (16) شیخ ڈنی دیا

(17) شیخ جمال عاشق کامل (18) شیخ نجیب الدین متوکل برادر حقیقی شکر گنج

(19) شیخ عارف (20) شیخ زکریا سندھی

(21) شیخ صدر دیوانہ (22) شیخ داؤد پالہی

(23) شیخ جلال الدین (24) شیخ رکن الدین

(25) شیخ محمد بن محمود کرمانی (26) شیخ منتخب الدین برادر شیخ برہان الدین غریب

(27) شیخ یوسف (28) برہان الدین قنوجی ہانسوی بن شیخ جمال الدین قطب ہانسوی جس نے چھوٹی عمر میں خرقہ خلافت حاصل کیا

(29) شیخ محمد شاہ غوری (30) سید مولانا محمد مولہانی

(31) مولانا علی بہاری (32) شیخ محمد نیشاپوری

(33) شیخ حمید الدین سلطانی (34) مولانا بدر الدین غزنوی وغیرہم۔

رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ .

# زیبِ سجادگان حضرت بابا فرید الدین مسعود چشتیؒ

1...... دیوان حضرت بدرالدین سلیمان چشتی

2...... دیوان حضرت علاؤالدین چشتی (موج دریا)

3...... دیوان حضرت معزالدین چشتی (موج دریا)

4...... دیوان حضرت محمد فضیل چشتی

5...... دیوان حضرت محمد منور علی چشتی

6...... دیوان حضرت محمد نورالدین چشتی

7...... دیوان حضرت محمد بہاؤالدین چشتی

8...... دیوان حضرت محمد یونس چشتی

9...... دیوان حضرت محمد احمد شاہ چشتی

10...... دیوان حضرت محمد عطاءاللہ چشتی

11...... دیوان حضرت محمد چشتی

12...... دیوان حضرت محمد ابراہیم چشتی

13...... دیوان حضرت محمد تاج الدین محمود چشتی

14...... دیوان حضرت فیض اللہ چشتی

15...... دیوان حضرت ابراہیم چشتی (فرید ثانی)

16...... دیوان حضرت شیخ محمد ثانی چشتی

17......دیوان حضرت محمد اشرف چشتی

18......دیوان حضرت محمد سعید چشتی

19......دیوان حضرت محمد یوسف چشتی

20......دیوان حضرت عبدالسبحان چشتی

21......دیوان حضرت غلام رسول چشتی

22......دیوان حضرت محمد یار چشتی

23......دیوان حضرت شرف الدین چشتی

24......دیوان حضرت اللہ جوایا چشتی

25......دیوان حضرت سید محمد چشتی

26......دیوان حضرت غلام قطب الدین چشتی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

27......دیوان حضرت مودود مسعود چشتی (موجودہ سجادہ نشین)

۞۞۞۞

# حضرت سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی
## رحمۃ اللہ علیہ

نورشبستانِ وحدت، آفتاب مکانِ ہویت، محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بن سید خواجہ احمد بدایونی ۶۳۴ ہجری میں متولد ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی آپؒ نے کلمہ شہادت پڑھا آپ کا شجرہ نسب یوں ہے حضرت سید نظام الدین اولیاء بن خواجہ سید علی بخاری بن خواجہ سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر بن امام علی ہادی بن امام محمد جوادؒ بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسینؓ بن حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ۔

حضرت سلطان المشائخ کا شجرہ مادری اس طرح ہے بی بی زلیخا بنت خواجہ عرب بن سید ابوالمفاخرین بن سید محمد اظہر (جو حضرت پیر دستگیر غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ کے خلفا میں سے ہیں) بن سید حسین بن سید علی اصغر۔

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ کے جد امجد حضرت سید خواجہ عرب بخارا سے ہجرت کر کے کچھ عرصہ لاہور میں قیام پذیر رہے بعد ازاں بدایون میں تمام عمر بسر کی۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار دنیا فانی سے رخصت ہوئے اور شہر بدایون میں دفن ہوئے، وہاں ان کا روضہ مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ معصومہ حضرت بی بی زلیخاؒ نے آپ کی پرورش فرمائی۔

# تحصیل علم

بدایون سے آپ حصول تعلیم کے لئے دہلی تشریف لے آئے۔آپ نے صرف ونحو وفقہ میں قدوری اور ہدایہ وغیرہ شیخ عمادالملک سے پڑھیں۔آپ فرماتے ہیں کہ جب مکتب جانے میں مجھ سے ناغہ ہو جاتا تو دوسرے روز جب میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ محبت اور خوشی سے یہ شعر پڑھتے

آخر کمی زانکہ گاہ و گاہے
آئی و بما کنی نگاہے

ترجمہ: آخر اس میں کیا حرج ہے کہ کبھی کبھی تو آئے اور میری جانب نگاہ کرے۔

علم وادب، منطق اور احادیث کی کتابیں آپ نے شیخ شمس الملکؒ سے پڑھیں۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم نقلیہ وعقلیہ سے فارغ ہوکر دستار فضیلت حاصل کی۔حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوبکر قوال ملتان کی طرف سے شیخ عمادالملک کی خدمت میں حاضر ہوا اور اولیائے ملتان کا تذکرہ کرنے لگا۔شہر ملتان میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریاؒ زمانہ حال میں نہایت کامل، عارف اور مستجاب الدعوات ہیں۔آپ کی خانقاہ میں غلام اور کنیزیں بھی یاد خدا سے غافل نہیں۔ جہاں سوائے ذکر خدا کے کوئی دوسری بات سننے میں نہیں آتی۔اس کلام سے میرے دل میں کوئی تاثیر نہ ہوئی پھر قوال نے مزید کیا کہ جب میں قصبہ اجودہن میں پہنچا، وہاں بھی میں نے ایک طریقت کے چاند کو دیکھا، کہ تمام جہان میں ان کا نور فیض چمک رہا ہے آپ کی مجلس مبارک میں داخل ہوتے ہی یہ تاثیر پیدا ہوتی ہے کہ دل دنیا اور اس کی محبت ولذت سے سرد ہو جاتا ہے،اس ماہتاب طریقت کا اسم مبارک حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ ہے۔ میں اس قوال سے آپ کا نام

سنتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ اسی روز سے حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی ہر نماز کے بعد میں پانچ سو بار آپ کے اسم مبارک کی تسبیح کیا کرتا تھا اور ہم سبق طالب علم اگر مجھے قسم دیا کرتے تھے تو حضرت گنج شکرؒ کی قسم دیا کرتے تھے۔

اخبار الاخیار و مطلوب الطالبین و دیگر کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں، کہ بادشاہ دہلی نے مجھ کو شہر دہلی کا صدر الصدور قاضی بنانا چاہا اور گیارہ گاؤں کی سند اس عہدے کے مشاہرہ کے علاوہ مجھ کو عنایت کی تو میں نے اس بارے میں شیخ نجیب الدین متوکلؒ (جو حضرت خواجہ گنج شکرؒ کے برادر خورد اور خلیفہ تھے) سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے کچھ دیر خاموش ہو کر فرمایا

مولانا نظام الدین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو عہدہ قضا کے لئے پیدا نہیں کیا آپ تو آفتاب طریقت ہیں ...... دو جہان میں آپ کے فیض کا نور چمکے گا...... اس روز سے میں نے عہدہ قضا کا خیال بالکل چھوڑ دیا۔

سیر الاولیاء میں حضرت کی زبان مبارک سے منقول ہے کہ بچپن کے زمانہ میں جب میں مکتب سے آ کر روٹی مانگتا والدہ صاحبہ فرماتیں ...... بیٹا آج ہم خدا کے مہمان ہیں۔ اس کلام کی تاثیر اور لذت تین روز تک میرے دل میں رہا کرتی تھی اور اکثر میں اس کلام کا منتظر رہا کرتا تھا کہ وہ کون سا مبارک دن ہو گا کہ ہمارے گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہ ہو تو والدہ صاحبہ وہی کلمہ (بیٹا آج ہم خدا کے مہمان ہیں) زبان مبارک سے فرمائیں۔ جب میری عمر تیرہ سال کی ہوئی تو والدہ محترمہ سخت بیمار ہو کر بحالت نزع میں پہنچیں۔ میں نے بے قراری سے رو کر عرض کیا اے والدہ ماجدہ آپ تو ملاء اعلیٰ کو تشریف لے چلی ہیں مجھ یتیم بے کس تنہا بے خانماں کو کس کے سپرد

کر کے جا رہی ہیں ......تو والدہ نے با چشم پرنم میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف کیا اور فرمایا

اے رب العالمین تو میرے حال سے واقف ہے۔ میں نے تمام عمر تیری پاک محبت میں کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ اب میں اپنے فرزند دلبند کو تیرے سپرد کرتی ہوں تو اسے قبول فرما۔ یہ الفاظ کہہ کر والدہ صاحبہ کا وصال ہو گیا ان کا مزار مبارک حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہٗ کے گنبد میں پرانی دہلی کی پہاڑی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ خواجہ محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ مجھے جب کوئی مشکل کام پیش آتا تھا تو میں اپنی والدہ صاحبہ کے مزار مبارک پر جا کر دعا مانگتا فوراً میری مشکل آسان ہو جاتی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے تصرفات اور کرامات کا تذکرہ کتب سیر میں موجود ہے۔

## صحاح ستہ کی اجازت

حضرت مولانا کمال الدین زاہد محدث دہلویؒ نے صحاح ستہ کی تکمیل پر جو سند حضرت محبوب الٰہیؒ کو عنایت کی۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ......زمین آسمان اور رات دن کے پیدا کرنے والے کی حمد اور ثنا کی جاتی ہے کہ بخشنے والا مہربان ہے اور روزی رسانندۂ انسان وحیوان ہے۔ اس کی ذات کی نعمتوں کا شکر ہر ایک نوع پر خصوصاً نوع انسان پر کہ آئینہ رحمان ہے ضروری اور لابدی ہے اور درود وسلام ہو آنحضرت ﷺ پر جو خیر الوریٰ اور شفیع روز جزا ہیں اور آپ کی آل واصحاب پر سلام اور درود پہنچے۔ بعد اس کے امام المتقین قدوۃ المعلمین سید نظام الملۃ والدین حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خدا

پاک نے توفیق دی اس بات پر کہ علم فقہ وحدیث کو آپ نے بڑی محنت سے پڑھا اور اپنے استادوں کو خوش رکھا اور آپ نے پڑھی مجھ سے کتاب مشارق الانوار، منتخب صحیحین معہ صحیحین خدا پاک ان کتب حدیث کے جمع کرنے والوں پر اول سے آخر اپنی بخشش اور رحمت بھیجے میں نے علم فقہ اور حدیث کی سند حاصل کی۔

شیخین السعدین محمود ابی حسن اور سعد بلخی سے جو جامع علم فقہ و حدیث اور علم اصول وطریقت کے ہیں خدا ان ہر دو شیخ پر رحمت اور بخشش کرے میں اجازت دیتا ہوں مولانا نظام الدین بدایونی دہلوی کو کہ جو مجھ سے پڑھا ہے روایت کرے اور دوسروں کو پڑھائے اور فتویٰ لکھے مسائل عبادات و معاملات میں وہ لائق تر و منظور ہے اور میں وصیت کرتا ہوں یہ کہ مجھ کو اور میری اولاد کو نہ بھلائے اور دعائے خیر سے خلوت وانجمن میں یاد کرتا رہے۔ آپ نے علم حدیث کا تلمذ (شاگردی) کیا مجھ سے اس مسجد میں جو منسوب ہے شیخ نجم الدین ابوبکر تلواسی سے خدا پاک اس پر رحمت کرے اور شہر دہلی میں اس کو آباد رکھے اور خدا پاک بچائے اس شہر دہلی کو بلیات و آفات حالی و مالی سے آمین آمین آمین۔ اس سند کا دینے والا بندۂ ضعیف محمد پسر احمد پسر محمد الماریکلی الملقب بہ شیخ کمال الدین زاہد تاریخ ۲۲ ربیع الاول ۶۴۹ ہجری۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ میں ایک شخص کے لئے طے مقامات سلوک کے بعد ولایت دہلی کی خلافت کی سند میں تحریر کررہا تھا کہ غیب سے ندا آئی

اے فرید بدار نظام الدین بدایونی مے رسد

اسی وقت میں نے تمام حاضرین سے ذکر کیا کہ جس کو ولایت دہلی کی خلافت عطا کی جائے گی اس کا نام مولانا نظام الدین بدایونی ہے وہ خلیفہ خدا اور محبوب الٰہی

ہے۔یاروں نے عرض کیا کہ وہ کہاں ہیں ارشاد فرمایا کہ ابھی آتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ سے بروایت مطلوب الطالبین و سیر الاولیاء منقول ہے کہ ایک شخص عوض نامی کسی دہشت ناک جنگل میں جاتا تھا جب دہشت وخوف کا مقام آتا تھا یا کہیں راستہ بھول جاتا تھا تو وہ شخص یہ بات کہتا تھا یا پیر ہمراہ من باش (ترجمہ: اے میرے پیرومرشد میرے ساتھ رہ) غیب سے ایک مرد خدا کے ہمراہ ہوتے ہی وہ دہشت دور ہوجاتی تھی اور سیدھا راستہ معلوم ہوجاتا تھا۔میں نے عوض کو کہا کہ تو کس شیخ کا مرید ہے کہ مدد طلب کرتے ہی تم کو پوری امداد مل جاتی ہے تو عوض نے کہا کہ میرے پیرومرشد وہ مرد خدا ہیں جنہوں نے پوشیدہ نادیدہ تمہارے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔اس روز سے میرے دل میں خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی محبت دو چند ہوگئی۔اگرچہ میں علماء ظاہری کے گروہ میں شمار کیا جاتا تھا مگر ہمیشہ میں بے قرار ہوکر یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ یاالٰہی وہ کون سا وقت ہوگا کہ میں علماء ظواہر کے حلقہ سے نکل کر درویشان باخدا اور صوفیان باصفا کے گروہ میں شامل ہوں گا۔ ایک روز میں کتابوں کا مطالعہ کررہا تھا اور میرے دل میں خیال گذرا کہ جو میرا اصلی مقصد تھا ان کتابوں سے حاصل ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے،اس روز سے میں نے حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا اور یہ شعر میرے منہ سے نکلا

گر نیک شوم مرا ازیشاں گیرند
ور بد شوم و مرا بایشاں بخشند
ترجمہ اگر نیک ہوں تو مجھے جزا دے
اگر برا ہوں تو مجھے بخش دے

## شرف بیعت

حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ کو ہمراہ لے کر بدھ کے دن ۱۵ رجب ۶۵۵ ہجری کو حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا اور حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی جناب نے میری قدم بوسی کے وقت یہ شعر پڑھا۔

اے آتش فراقت دِلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ جدائی کی آگ نے دل کو جلا کر کباب کر دیا ہے
شوق دیدار کی انتہا نے جینا خراب کر دیا ہے

اسی روز حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے مجھ کو بیعت کیا مگر میں محلوق نہ ہوا کیونکہ میں طالب علموں کی جماعت میں رہنے والا تھا اور مجھ کو شرم آئی کہ باقی طالب علم مجھ کو ہنسی کریں گے اور بیعت کے بعد آپ نے حکم فرمایا کہ اس درویش نو وارد کیلئے جماعت خانہ میں چارپائی بچھا دو۔ میں نے عرض کیا کہ علماء و فضلا و محدثین وقت، درویشان باخدا و حافظان کلام کبریا سب زمین پر آرام کر رہے ہیں ان کے روبرو میرا چارپائی پر لیٹنا زیبا نہیں ہے میں نے چارپائی سے انکار کیا۔ حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو گے یا اپنے پیر و مرشد کے حکم کی تابعداری کرو گے؟...... پھر میں نے چارپائی پر لیٹنا منظور کر لیا۔ دوسرے روز تین ارادتمند حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی خدمت میں آ کر بیعت ہوئے اور حضرت مولانا بدرالدین اسحاقؒ نے ان کو محلوق کیا۔ جب میں نے محلوق ہونے کے بعد ان میں نور اور صفائی دیکھی، پھر مجھ کو بھی خیال ہوا کہ محلوق ہونا ضروری ہے۔ حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں نے اپنا دلی ارادہ ظاہر

کیا۔ انہوں نے میرے ارادے کا حال حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا تو بیعت کے دوسرے روز میں بھی محلوق ہوا یعنی تمام سر کے بال منڈوا دیئے۔ پھر میں نے حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو ظاہری علوم چھوڑ کر اذکار، اوراد اور نوافل میں مشغول ہو جاؤں؟۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کسی کو ظاہری علوم پڑھنے پڑھانے سے منع نہیں کرتا دونوں کام کرو...... خدا پاک کے فضل سے دیکھئے دونوں کاموں میں سے کون غالب آتا ہے۔

حضرت خواجہ محبوب الٰہی راحت القلوب میں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی جناب سے چند سیپارے کلام مجید کے اور چھ باب عوارف کے پڑھے تا کہ مجھ کو قرأت کلام مجید اور سلوک کی سند تبرکاً حاصل ہو جائے۔ ایک روز میں حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی خدمت میں عوارف کا سبق پڑھ رہا تھا کہ ایک لفظ کو حضرت شیخ الاسلام خواجہ گنج شکرؒ بڑی تحقیق سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس جلی قلم کا اور خوشخط نسخہ کتاب عوارف کا ہے حضرت کی جناب نے کتاب عوارف میری طرف پھینک دی اور فرمایا کہ کتاب اٹھا کر چلا جا۔

میں اپنے مکان میں پہنچ کر بے قرار ہو کر رو رہا تھا اور میرے دل میں یہ خیال گزر رہا تھا کہ حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی جناب مجھ پر اس لئے ناراض ہوئی ہے کہ شاید حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے خیال مبارک میں میری طرف سے یہ گمان گزرا ہے کہ شیخ نجیب الدین متوکل کو مجھ سے اچھی عوارف آتی ہے۔ میں اپنی کتابیں بستہ میں باندھ کر رو رہا تھا یہ خیال میرے دل میں تھا کہ جب میرے پیر و مرشد حضرت خواجہؒ ہی مجھ سے ناراض ہے تو زندگی کا کیا لطف اور مزہ ہے۔ باہر جا کر کسی کنوئیں میں ڈوب کر مر ہی جاؤں تو بہتر ہے۔ اتنے میں حضرت مولانا بدر الدین اسحاق تشریف

لائے اور مجھ سے پوچھا کہا کہ مولانا نظام الدین بےقراری اور گریہ وزاری کا باعث کیا ہے؟...... میں نے کہا کہ حضرت خواجہ گنج شکر مجھ سے ناراض ہو گے ہیں اب میں کنوئیں میں ڈوب کر مرنا چاہتا ہوں۔ مولانا بدرالدین صاحب نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین ذرا تامل سے کام لو، اگر یہی بات ہے تو ہم چند اور آدمی آپ کے ساتھ کنوئیں میں ڈوب مرنے کو تیار ہیں ۔حضرت مولانا بدر الدین حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں دست بستہ کھڑے ہوکر رونے لگے......ارشاد ہوا کہ مولانا بدرالدین کیا ماجرا ہے تم روتے ہو؟......مولانا صاحب نے عرض کیا کہ ہمارا چشتی طریق دنیا کے تختہ سے گم ہوتا نظر آتا ہے، فرمایا، خیر باشد (ترجمہ: بہتری ہو)۔عرض کیا کہ آپ کا تو فرمان ہے کہ میرا طریق چشتی مولانا نظام الدین سے عروج پکڑے گا کیونکہ وہ چشتی طریقے کا بانی ہے۔اب وہ تو ڈوب کر مرنے کو تیار ہے اس واسطے میں روتا ہوں کہ جب وہ ڈوب کر مر جائے گا تو ہمارے طریقہ چشتی کا نام و نشان دنیا کے صفحہ سے مٹ جائے گا۔فرمان ہوا کہ وہ کیوں ڈوبنا چاہتا ہے عرض کیا وہ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ مجھ سے رنجیدہ ہو گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین کو بلاؤ حسبُ الحکم میں حاضر ہو کر روتا ہوا حضرت کے پائے مبارک پر گرا۔حضرت خواجہ پاک نے نہایت محبت سے مجھ کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ بابا نظام الدین میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ بصارت میں ضعف اور پیری کے باعث قدرے فرق آ گیا ہے۔وہ لفظ اچھی طرح میری نظر میں نہ آیا اس واسطے میں نے یہ کہا تھا کہ اس وقت کتاب لے جاؤ پھر کسی وقت دیکھا جائے گا۔حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ گنج شکرؒ کے سینہ مبارک سے جو پہلے مجھ کو فیضان انوار قلبی حاصل ہوا اس کا یہی باعث تھا جو اوپر بیان ہو چکا

ہے۔

دوسرا نعمت اور فیضان پانے کا حال حضرت محبوب الٰہی راحت القلوب میں اس طرح لکھتے ہیں کہ پہلے مجھ کو حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے حکم دیا ہوا تھا کہ مٹی کے خام ڈھیلے استنجا کرنے کے لئے جمع کر کے رکھا کرو۔ میں حسب الحکم ڈھیلے جمع کر کے اپنے رخساروں سے گھسا کر صاف کر کے رکھا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ فرد عالم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ آغاز جوانی میں ہی تمہارے رخسار پھٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یا کچھ اور بات ہے۔ میں نے مٹی کے ڈھیلوں کی صفائی کی بابت مختصر اًعرض کیا تو حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے محبت سے فرمایا، بابا نظام الدین تم میرے حجرہ کے دروازے پر بیٹھے رہا کرو، یہ کام اور کسی درویش کو دے دیا جائے گا۔ میں حسب الارشاد میں حجرہ شریف کے دروازے کے باہر بیٹھا رہا کرتا تھا کہ ایک روز حضرت شیخ الاسلام پر احوال خوش وارد تھا اور آپ ایک رباعی پڑھ کر رو کر زمین پر سجدہ کرتے جاتے وجد اور بے قراری شروع تھی اور یہ شعر پڑھ رہے تھے

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم
میری آرزو ہے کہ سدا تیرے در پر پڑا رہوں
خاکے شوم و زیر پائے تو زیم
خاک بن کے تیرے قدموں کے نیچے رہوں
مطلوب مِن خستہ ز کونین توئی
دنیا و آخرت میں مجھ مفلس کا محبوب تو ہی ہے
ہم بہر تو میرم از برائے تو زیم
تیری بدولت ہم سردار اور تیرے لئے ہی زندہ ہیں

میں نے نتھنوں کے سوراخ میں سے جب اپنے پیرومرشد پر یہ وقت دیکھا تو میں بے قرار ہو کر ان کے قدموں پر جا گرا۔آپ نے شفقت فرمائی اور مجھ کو اپنے سینہ سے لگا کر نعمت اور فیضان سے سرفراز کیا۔

مطلوب الطالبین میں حضرت سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے نقل ہے، کہ تیسری دفعہ سینہ کی نعمت اور انوار حاصل ہونے کا یہ باعث تھا کہ حضرت شیخ الشیوخ کے ہمراہ چند درویش موجود تھے، حضرت کے محبوب صاجزادے شیخ نظام الدین سوئے ہوئے تھے اور میں خدمت میں حاضر تھا۔رات کے کسی وقت حضرت خواجہ پاک پر احوال خوش وارد ہوا تو انہوں نے محبت سے اپنے صاجزادے شیخ نظام الدین کو پکارا میں نے عرض کیا کہ صاجزادہ صاحب اس وقت سوئے ہوئے ہیں اور غلام حاضر ہے۔حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے بیٹے نظام الدین کو بلاتا ہوں۔ پھر دوسری دفعہ حضرت نے نظام الدین، نظام الدین کر کے پکارا اور فرمایا، تمہارے واسطے کچھ نعمت جمع کر کے رکھی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ صاجزادہ صاحب سوئے ہوئے ہیں اور غلام حاضر ہے۔حضرت خواجہ پاک نے فرمایا قسمت کی بات ہے مولانا نظام الدین تمہاری قسمت میں ہے۔ میں نے اس وقت پاؤں مبارک پر سر رکھا حضرت نے شفقت مربیانہ سے مجھ کو بہت نعمت عطا فرمائی کہ میرے دل کو انوار باطنی ومحبت ذاتی سے مالا مال کردیا۔اس وقت میں نے خوشی سے یہ شعر پڑھا

گر بر تنِ من زباں شود ہر موئے
یک شکر ز صد ہزار نتوانم کرد
اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے
لاکھوں بار شکر یہ ادا کریں تو ایک شکر ادا نہیں ہوسکتا

# کلمات طیبات

حضرت محبوب الٰہیؒ کے کلمات طیبات سے کتاب فوائد الفواد، افضل الفواد، خیر المجالس اور سیر الاولیا وغیرہ مملو اور پُر ہیں۔ان مختصر اوراق میں اتنی گنجائش نہیں کہ آپ کے سب کلمات طیبات لکھے جائیں......صرف چند کلمات جو معتقدین کے لئے بہت فیض بخش اور فائدہ مند ہیں، تبرکاً درج کئے جاتے ہیں۔

1......ارادت لانے والے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مرید اور دوسرے مراد۔مرید وہ ہے جس میں ارادت ہو اور اپنے پیر کے کہنے پر عمل کرے اور اپنے پیر کا مقلد ہو اور ظاہر بشرع باطن باطریقت......اور مراد وہ ہے جو بظاہر مجاہدہ کرنے والا ہو اور اس کا باطن مشاہدہ سے پر ہو۔

مرید آنست کز دنیا گریزد
بہر دم با ہوائے خود ستیزد
مرید وہ ہے جو دنیا سے اجتناب کرتا ہے
ہر وقت اپنی خواہشات کا احتساب کرتا ہے

بعض حضرات کہتے ہیں مرید وہ ہے جو مبتدی ہو اور مراد وہ ہے جو منتہی ہو...... مرید کو عبادت و ریاضت میں مشقت و محنت بتلائی جاتی ہے اور مراد سے مشقت و محنت اٹھائی جاتی ہے......مرید وہ ہے جس کو اذکار و اشغال ابتدائیہ تلقین ہوں مراد وہ ہے جس کو مراقبات و مشاہدات انتہائیہ تعلیم ہوں......مرید حیران اور مراد خنداں ہے...... مرید مانگتا ہے اور میسر نہیں ہوتا مراد کو دیتے ہیں اور وہ کسی کی پروا نہیں کرتا...... حضرت موسیٰ علیہ السلام مرید ہیں کہ انہوں نے سوال کیا رَبِّ اَرِنِیْ جواب ملا لَنْ

تَـرَانِـیُ (الاعراف:۱۴۳) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں کیونکہ جو موسیٰ مانگتے تھے نہ ملا خدا پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر سوال کئے عطا کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ

ترجمہ: کیا آپ نہیں دیکھتے اپنے رب کی طرف کہ اپنے اسماء وصفات وآثار کا سایہ کیسا دراز کر رہا ہے۔ (الفرقان:۴۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِی

ترجمہ: اے پروردگار میرا سینہ کھول دے۔ (طٰہٰ:۲۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہوا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (الم نشرح:۱)

ترجمہ: کیا میں نے نہیں کھولا تیری خاطر تیرے سینہ کو یعنی کھول دیا ہے۔

مرید نفس وخلقت سے بیزار اور مراد غیر خدا سے برکنار ہے ...... مرید اپنی ارادت میں محو اور مراد اپنی تسلیم ورضا میں صحو ہے۔

ایک شخص اپنے پیر کا مرید ہوا۔ پیر نے اس کو دو ہدایتیں فرمائیں اول مرید کے واسطے تخلیہ چاہئے یعنی نفس کو گناہ سے خالی کرنا ہے اور دوسرا تحلیہ چاہئے یعنی اپنے آپ کو زیور عبادت وخلق سے آراستہ کرے۔ سالک کے واسطے چار چیزیں راستہ کے روکنے والی ہیں۔

اول...... دنیا

دوم...... خلقت

سوم...... شیطان

چہارم...... نفس

ترک و تجرید (تنہائی، خلوت) سے دنیا جاتی رہی، تفرید (اکیلا رہنا) عزلت اور خلقت سے پیچھا چھڑانا شیطان کے ساتھ شرع شریف کے مطابق جنگ کرو۔ نفس کے دور کرنے کے واسطے نفس کی مخالفت اور اپنے پیر کا تصور ہے۔ مرید نے عرض کیا کہ مجھ کو نفس یہ باتیں سناتا ہے کہ تو تنہائی، خلاف مراد اور مجاہدہ کے باعث کم طاقت، بیکار اور دبلا ہو جائے گا۔ پیر نے کہا توکل اور صبر اختیار کر پھر مرید نے عرض کیا کہ پہلے فعل مخالف جو مجھ سے ہوتے رہے ہیں نفس شیطان مجھ کو یاد دلاتا ہے۔ پیر نے فرمایا کہ اپنے کار حالی، ماضیہ استقبالیہ خدا پاک کی جناب میں تفویض کر اور تسلیم و رضا (اعتکاف، تنہائی) اختیار کر۔ مرید نے عرض کیا کہ خدا پاک نے اپنے فضل سے اپنی رحمت و فیض کا دروازہ کھول دیا ہے۔ پیر نے فرمایا شکر گزار ہو اس مقام کا نام فردوس محبت ہے جب تو اس سے آگے قدم بڑھائے گا تو اس منزل کا نام صحرائے قرب ہے۔

3...... خدا پاک کے راستہ پر چلنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں۔

اول: سالک جو برابر مقامات کا راستہ طے کرتا ہے۔

دوم: واقف کہ کسی ناپسندیدہ فعل سے چلتا ہوا راستہ میں ٹھہر جائے۔

سوم: راجع وہ ہے جو ناپسندیدہ فعل کے تائب نہ ہونے سے راستہ سے واپس کیا جاتا ہے۔ جب سالک کو ہٹایا جائے تو سات طرح کی چیزیں راستہ کے روکنے والی سالک کے روبرو آتی ہیں۔

اول......اعراض یعنی محبوب حقیقی اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اگر چہ اس فعل سے

تائب نہ ہو۔

دوم...... حجاب کہ محبوب اس کی طرف سے پردہ کر لیتا ہے۔ اگر توبہ کرے تو پھر اس کو قبول کر لیتا ہے۔

سوم...... تفاصل محبوب اس سے دوری اختیار کرتا ہے۔

چہارم...... سلب مزید کہ وہ دوری کا حجاب زیادہ ہو جاتا ہے۔ اگر تائب نہ ہوا ہو، اس کی عبادت سے مزید ذائقہ اور لذت کو اٹھا لیتے ہیں۔

پنجم...... سلب قدیم یعنی وہ حجاب مزید بن جاتا ہے اور عبادت و ریاضت کا ذائقہ ہمیشہ تک اس سے اٹھایا جاتا ہے اور اس کو فجار (فاجر کی جمع، بدکار لوگ) کے گروہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ششم...... تسلی وہ ہے کہ آدمی کو اپنے برے فعل پر پچھتاوا نہیں ہوتا اور نیک عمل کرنے کی اس کی طبیعت میں رغبت اور محبت نہیں رہتی بلکہ نیک فعل سے انکار کرتا ہے۔

ہفتم...... عداوت محبوب حقیقی کی ایسے آدمی سے عداوت ہو جاتی ہے اور اس کو کفر دیا جاتا ہے۔ جس آدمی پر عداوت کا حجاب حائل ہو جائے نیک افعال کرنے والوں پر ہنسی کرتا ہے اور اپنی نظر میں ان کو معیوب جانتا ہے۔ وہ خدا پاک کی رحمت و بخشش سے ناامید ہو جاتا ہے اور بزرگان دین کی امداد اور صحبت کی تاثیر سے اس کو کچھ اثر نہیں ہوتا ہے

**نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنهَا** ...... ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مراد راجع (رجوع کرنے والا، پھرنے والا) کو لائق ہے کہ جب یہ سمجھے کہ میں صراط مستقیم سے ہٹایا جاتا ہوں خدا پاک کی جناب سے انابت (توبہ) چاہے اور گریہ و زاری کرے تا کہ خدا پاک اس کی توبہ قبول کرے اور پھر راجع سے صراط مستقیم

کا سالک بنائے۔

4......سالک کو سلوک کے مقام میں ایک ایسا حال غالب ہوتا ہے کہ سالک کے وقت کا حاکم بن جاتا ہے۔اسی بارہ میں حضرت نے حکایت فرمائی کہ کسی مرید نے بیعت کے بعد اپنے پیر کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے ہدایت فرمائیں پیر نے فرمایا کہ جو بات تو اپنے واسطے پسند نہیں کرتا، دوسروں کے لئے بھی اسے ناپسند کر۔ چند روز کے بعد اس مرید نے پھر حاضر ہو کر خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مجھ کو ذکر کی تعلیم فرمائیں پیر نے فرمایا جو پہلا سبق تم کو پڑھایا ہے جب تک تم نے وہی یاد نہیں کیا، تو اگلے سبق کا پوچھنا کیا فائدہ دیتا ہے۔اسی بارہ میں ایک حکایت اور فرمائی کہ ایک شخص حضرت خواجہ ابن ابوالخیر کی خدمت میں بیعت کر کے ہدایت کا طلبگار ہوا۔ خواجہ نے فرمایا کہ یہ درست نہیں کہ جو تو اپنے واسطے چاہے وہی ظہور میں آئے یہ دعویٰ خدائی ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو بڑا جاننا اور اپنا کلمہ پڑھانا یہ نبوت کا دعویٰ ہے یہ انبیا علیہم السلام کی تعریف ہے۔ مرید کے واسطے عجز و انکسار، تواضع و فروتنی چاہئے۔ان ہدایات سے یہ ثابت ہوا کہ اپنے پیر کے حکم کے مطابق کام کرنا قیامت کے دن مشائخین کرام کے روبرو سرخروئی کا باعث ہے۔

سوال...... اکثر مشائخین کرام کہتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنے والد بزرگوار کا مرید ہونا چاہئے یہ درست ہے؟

جواب......ارشاد ہوا کہ ہر ایک پدر اس بات کے لائق نہیں ہے کہ اس سے بیعت کی جائے مگر جس مرد خدا سے بیعت کریں وہ پدر کا حکم رکھتا ہے اور والد روحانی بن جاتا ہے۔

سوال...... کسی مرد خدا کے مزار سے بیعت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب...... ارشاد ہوا کہ درست نہیں۔ خواجہ خضر علیہ السلام سے بیعت کریں حکایت ہے کہ حضرت شیخ کبیر فرد عالم قدس سرہٗ کے فرزند شیخ نظام الدین نے حضرت خواجہ قطب الاسلام بختیار چشتی کے مزار مبارک سے بیعت کی اور مخلوق ہوئے تو حضرت خواجہ گنج شکر مسعودؒ نے فرمایا حضرت خواجہ قطب المشائخ میرے پیر ہیں مگر قبر سے بیعت درست نہیں بیعت وہ ہے جو مرد خدا سے بقید حیات کی جائے۔

سوال...... جو شخص کسی کا مرید نہ ہو اس کو کہتے ہیں کہ یہ کسی کے دامن میں نہیں پڑا اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب...... ارشاد ہوا کہ مرید جیسا فعل کرے گا قیامت کے روز اس کے مرشد کے دامن میں ڈالا جائے گا...... اسی واسطے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کسی کے دامن میں نہیں پڑا یعنی وہ پیر نہیں رکھتا جو اس کے نیک و بد کا ذمہ دار ہو۔

5...... توبہ کی دو اقسام ہیں۔ ایک عام ایک خاص۔ عوام کی توبہ معصیت سے ہے اور خاصوں کی توبہ مادون اللہ یعنی غیر خدا سے ہے۔

6...... تکرار بیعت درست نہیں۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ ایک پیر سے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کر کے پھر دوسرے پیر سے بیعت کرتے ہیں اور خرقہ خلافت کا اس سے بھی لیتے ہیں، میرے نزدیک یہ درست نہیں۔ بیعت وہی ہے جو پہلے پیر سے کر چکا ہے گو وہ پیر عوام سے ہے یعنی غیر مشہور ہے۔

حضرت شہاب الدین قدس سرہٗ کا فرمان ہے کہ مرید ہر درے و ہر سرے نہیں ہونا چاہئے یک در بگیر و محکم بگیر۔

یک خانہ دو مہمان نگنجد

ایک گھر میں دو مہمان نہیں سما سکتے

ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تکرار بیعت کی بابت علماء عظام رحمۃ اللہ علیہ صوفیائے کرام میں حضرت نے تکرار بیعت کی بابت عدم جواز لکھ کر اس عبارت پر فتویٰ دیا اور منظور فرمایا عاجزی اَلْاَبُ وَاحِدٌ وَالْاَعْمَامُ شَتّٰی یعنی (ترجمہ: باپ ایک ہی ہوتا ہے اور چچا بہت ہوتے ہیں)۔اس سے یہ مطلب ہے کہ بیعت واحد ہے اور حصول فیضان کے واسطے اپنی طلب کا طالب بن کر جہاں چاہے حاصل کرے اجازت ہے۔

7......زیادہ نفل پڑھنا یا وظیفہ کرنا یا رات کو جاگنا یہ عام لوگ بلکہ مستورات بھی اپنے گھروں میں کرسکتی ہیں۔ کچھ مشکل نہیں۔سوائے اس کے درویش میں تین صفتیں اور چاہئیں......اول عمدہ لباس پہننے اور عمدہ غذا کھانے کی رغبت اس کے دل سے بالکل جاتی رہے......دوسرا وقت بے وقت مشغول بخدا ہو اور اپنے عزیز وقت کو ضائع نہ کرے......تیسرا جب تصوف کی کلام کرے ریا کاری، طمع اور اپنی مشہوری کے واسطے نہ کرے خالصتاً برائے خدا ہدایت کی کلام کرے تو وہ درویش ہے۔

8......ذاکر کو حصول جلدی ہوتا ہے مگر اس میں کئی آفتوں کا خوف ہے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو دیر سے حصول ہوتا ہے۔مگر اس میں آفات کا خوف کم ہے۔

سیر الاولیاء اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ جب حضرت مولانا حسام الدین ملتانیؒ کو حضرت سلطان المحبوبین رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت اور خلافت عنایت کر کے ملتان کی طرف روانہ کرنا چاہا تو مولانا صاحب ہدایت کے لئے حضور میں طلبگار ہوئے۔حضرت سلطان المشائخ نے انگلی سے اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا ترک دنیا، ترک دنیا، ترک دنیا، لوگوں کو بہت مرید بنانے کا حریص نہ ہونا چاہیئے۔شہر میں ہجوم

آدمیوں کے درمیان رہنا اور جنگل نشین ہو کر اپنے پر متجرد اور درویشی کا الزام نہ لگائیں۔ پھر مولانا صاحب نے عرض کیا حضور مشرف ہونے سے پہلے میرا یہ دستور تھا کہ گھر کے لوگوں اور مہمانوں کے لئے جس وقت میرے پاس کچھ موجود نہیں ہوتا تھا تو میں قرض لے لیا کرتا تھا اگر ارشاد فرمائیں تو ضرورت کے لئے اب بھی قرض لے لیا کروں؟...... فرمان ہوا کہ اے مولانا تو تدبیروں اور مشوروں میں پڑ گیا ہے درویشی کب کرے گا۔ اگر کچھ موجود ہو تو خرچ کرو ورنہ صبر بہتر ہے۔ مولانا صاحب نے عرض کیا کہ کرامت کے کیا معنی ہیں ارشاد ہوا کہ

اَلْاِسْتِقَامَۃُ عَلٰی بَابِ الْغَیْبِ کَرَامَۃٌ

ترجمہ: خداپاک کے دروازہ پر مستقل ہو کر بیٹھنے کو کرامت کہتے ہیں۔

کرامت سے کیا حاصل ہے، مشغول بخدا رہنا چاہئے۔

## مشائخ چشتیہ اور اتباع سنت

کتب سیر و تواریخ سے واضح ہو چکا ہے کہ محبوب الٰہیؒ علوم ظاہری میں اپنے وقت کے محدث کامل تھے اور حضرت کا عمل بالحدیث معہ رعایت فقہ تمام عمر موجود رہا۔ حضرت کے متبعین علماء میں حضرت شمس الدین یحییٰ و مولانا علاؤ الدین نیلی و مولانا فخر الدین بخاری و مولانا جلال الدین اودھی و مولانا حسام الدین ملتانی و مولانا برہان الدین برہان پوری وغیرہ جن کے اسماء مبارک کا درج کرنا خالی از طوالت نہیں اور آپ کے متبعین کے متبعین حضرت مولانا سید احمد گیسو دراز مصنف کتاب جوامع الکلام اور مولانا سید محمد مؤلف کتاب بحر المعانی و دقایق المعانی و مولانا سید اشرف جہانگیر سمنانی مؤلف لطائف اشرفی و مولانا شہاب الدین دولت آبادی مفسر

تفسیر بحرالمواج وصاحب فتاویٰ قاضی خان ومولانا حسام الدین مانک پوری مصنف کتاب حسامی ونیز صاحب مقدمہ بزودی ومولانا الہ داد شارح کافیہ اور مولانا سید احمد مفسر تفسیر نورالنبی ومولانا سید عبدالاوّل مؤلف فیض الباری شرح صحیح بخاری وغیرہ۔ ایسے محدث ومفسر طریقہ عالیہ نظامیہ میں داخل ہیں باوصف اس قدر علماء عظام و فاضلان کرام کے جو طریقہ مذکور میں داخل ہیں اس طریق کے اہل تسنن ہونے میں کون سی کلام ہے اور پھر نائب رسول الثقلین حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت پیغمبر خدا ﷺ کی نیابت عطا ہونے کے بعد ملک ہند میں جو کفرستان سے بھرا ہوا تھا مامور ہوئے۔ آپ نے کفر کی تاریکی کو اسلام کے چراغ سے روشن کیا اور نائب وہی ہوتا ہے جو برقدم منیب ہو۔ جس قدر ان مردان خدا حضرات عظام اور ان کے خلفائے کرام سے دین محمدی ﷺ کی شمع روشن ہوئی ہیں دوسرے طریقوں سے اس قدر انوار و فیضان نکلتا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اس طریق کے حضرات کو اہل تسنن نہیں کہا جائے گا تو پھر سیاہ فام حبشی کا نام کافور رکھنے سے کیا بن پڑے گا۔

ہاں اہل متکلمین کا سماع سننے کی بابت ان حضرات پر الزام خصوصاً حضرت محبوب الٰہیؒ کو راگ سننے کی بابت اس قدر اجتہاد تھا کہ دف جو اخبار صحیحہ سے جواز میں داخل ہے بلکہ نکاح وختنہ وعرس کے موقعہ پر دف کا بجانا سنت ہے چونکہ حضرات فقہاء کو اس میں گفتگو تھی تو حضرت ممدوح کی محفل سماع میں قطعاً دف کا بجانا ممنوع سمجھا گیا تھا۔ یہاں تک کہ تالی بجا کر گانے کو لہو ولعب سمجھ کر آپ نے منع کر دیا تھا۔

رسالہ اصول السماع مؤلفہ مولانا فخر الدین و رسالہ اباحتہ السماع مؤلفہ حضرت محی الدین کاشانی میں جو حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے عظام میں سے ہیں نے یہی لکھا ہے کہ ہمارے پیرو مرشد اور ہماری محفل سماع میں دف تک بھی کوئی

ساز یا باجا موجود نہ ہوتا تھا۔ حضرات شافعیہ نے موقعہ ضروری پر کبھی کبھی غنا یا دف کے سننے کو فعل رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم جان کر مستحب لکھا ہے اور گروہ وہابیہ کے مذہب میں حضرت محبوب الٰہیؒ مندالیہ ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اذکار و اشغال، مراقبہ و مشاہدہ اور محاربہ وغیرہ کی جس قدر حضرت سلطان المحبوبینؒ کو اپنے حضرت پیرو مرشد سے تلقین ہوئی ہے، صحیح نصوص (نص کی جمع، قرآن کریم کی وہ آیات، جن کے معانی صاف اور صریح ہوں) کے مطابق جس کی مواظبت (کام میں لگے رہنا) اور عمل کی شہادت ہے اسی پر حضرت کی جناب نے مواظبت کی ہے اور اسی کو اپنے طریقہ نظامیہ میں رائج فرمایا۔ علم سلوک میں جن اعمال اور اشغال کی شہادت نہیں پائی گئی اس کو ترک کیا اور اپنے طریقہ محبوبیہ میں رائج نہیں فرمایا۔

بعض حضرات نے ذکر کے وقت رگ کیماس کو انگشت سبابہ داہنے پاؤں سے مضبوط کر کے پکڑنا رائج کیا جبکہ حضرت محبوب الٰہیؒ نے جوگیوں کی نشست کے مشابہ جان کر اسے ترک کر دیا اور حدیث صحیح کے مطابق دوزانوں جانب قبلہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ذکر اور مراقبہ اپنے طریقہ میں رائج کیا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ بوقت ضرورت مربع نشست بیٹھنا اگرچہ حدیث میں نہیں ہے مگر اس طرح کے بیٹھنے کی ممانعت بھی نہیں ہے کیونکہ جوگیوں کی نشست کے مخالف ہے اور ذکر خفی کو ذکر جہر پر راجح و فاضل تحریر کرتے ہیں۔ دوسرے طریقہ ہائے عالیہ میں جو پانچ لطائف عالم امر کے بدیں تفصیل موسوم ہیں۔

اول......قلب

دوم......روح

سوم......سر

چہارم......خفی

پنجم......اخفیٰ

فرماتے ہیں کہ ان اسماء کا ثبوت مجھے قرآن کریم سے نہیں ملا اور آپ نے ان کے نام یہ مقرر کئے ہیں۔

اول: قلب عنصری

دوم: قلب منیب

سوم: قلب سلیم

چہارم: قلب شہید

## خلافت و جبہ چشتی

سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ کی زبان مبارک کی نقل کی ہے کہ حضرت شیخ الاسلام فرد عالم نے فرمایا۔ بابا نظام! یہ دعا ماثورہ تم کو یاد ہے کہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ ارشاد ہوا، اس دعا کو یاد کر کے ہر نماز کے بعد سات دفعہ پڑھا کرو......تا کہ تم خلافت کے لائق ہو جاؤ۔ میں نے وہ دعا لکھ کر حضرت فرد عالم کی خدمت میں یاد کر کے سنا دی اور حکم کے مطابق میں نے اس دعا کو ہر نماز کے بعد پڑھنا شروع کر دیا۔

یَا دَائِمَ الْفَضْلِ عَلٰی الْبَرِیَّةِ یَا بَاسِطَ الْیَدَیْنِ بِاالْطَیَّةِ یَا صَاحِبَ الْمَوَاهِبِ السُنَّةِ یَا دَافِعَ الْبَلَاءِ وَالْبَلِیَّةِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ الْبَرَرَةِ التِّقَیَّةِ وَاغْفِرْلَنَا بِالْعِشَاءِ وَالْعَشِیَّةِ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی الْمَلَائِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَسَلِّمْ

تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا بِرَحْمَتِکَ یَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن

ترجمہ: اے نیکوکاروں پر ہمیشہ فضل کرنے والے اے ہاتھ پھیلانے والوں کو عطا کرنے والے اے آزمائشوں اور مصیبتوں کو دور کرنے والے اور درود وسلام ہو محمد ﷺ پر اور ان کی نیکوکار اور پرہیزگار آل پر صبح وشام کے گناہ معاف فرما۔ اے رب ہمیں مسلمان فوت کر اور ہم کو صالحین کے ساتھ ملا دے۔ تمام انبیاء اور مرسلین اور مقرب فرشتوں پر درود وسلام ہو زیادہ سے زیادہ اپنی رحمت کے ساتھ، اے رحم و کرم کرنے والے مہربان۔

اسی کتاب میں نقل ہے کہ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا کہ حضرت پیغمبر خدا ﷺ کی وفات شریف کس تاریخ میں ظہور میں آئی۔ حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے فرمایا کہ ربیع اول کی دوسری تاریخ مطابق اقوال اہل مکاشفین و متکلمین وفات شریف ظہور میں آئی۔ پھر وفات شریف کا ذکر کرتے ہوئے جب آنحضرت ﷺ کی نزع کے وقت کا اضطراب اور اس وقت اپنی امت کی یادگاری اور غم خواری پر کلام پہنچی تو حضرت شیخ کبیر کا نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ سات روز برابر بے ہوشی کا عالم رہا۔ سب غلاموں کے دل میں جو اس وقت موجود تھے یہی خیال پیدا ہوا کہ اب حضرت فرد عالم کا وقت قریب پہنچ گیا ہے۔ حضرت خواجہ قطب الاسلام بختیار چشتی کا پراہن جو خلافت کے وقت عنایت ہوا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام پر ڈالا گیا اور ہم سب حاضرین بے قرار ہو کر روتے تھے کہ سات روز کے بعد حضرت ممدوح کو ہوش آئی اور اسی وقت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی دستار مبارک جو اس وقت حضرت کے سر مبارک پر تھی بمعہ عصاء نعلین چوبی و مصلیٰ اس دعا گو کو مرحمت فرمایا۔ اس عطیہ کے شکریہ میں، میں نے حضرت کے قدموں پر سر رکھا۔ اسی وقت مولانا

بدرالدین اور شمس دبیر کو طلب فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ خلافت نامہ لکھا جائے کیونکہ مجھ کو خدا پاک کی جناب سے الہام ہوا ہے کہ مولانا نظام الدین خلیفۃ اللہ اور محبوب الٰہی ہے۔ امر رحمانی کے بموجب مثال خلافت و منشور اجازت دیا جاتا ہے۔

اس وقت مولانا بدرالدین غزنوی اور مولانا بدرالدین اسحاق و دیگر اصحاب صفہ حاضر خدمت تھے۔ مثال خلافت معہ دیگر تبرکات و ''جبہ چشتی'' وغیرہ مجھ کو عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ شکرانہ کے دو نفل پڑھو۔ اول دوم دو رکعت میں بعد سورۃ الفاتحہ سورۃ اخلاص دس بار سجدہ کے بعد ''یا وھابُ'' ستر مرتبہ پڑھنے کی تلقین ہوئی اور فرمایا کہ ہند کی ولایت تمہاری حفاظت میں چھوڑی جاتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے اپنے دشمنوں کو خوش رکھنا اور فرض ادا کرتے رہنا ہوگا۔ اس روز حضرت خواجہ قطب الاسلام کا یوم عرس تھا۔ دعا گو کو ٹھہرایا۔ اس وقت فاتحہ وختم کے واسطے کچھ موجود نہ تھا۔ مجھ کو جو زادراہ حضرت شیخ کبیر کی جناب سے مرحمت ہوا تھا، میں نے قدموں پر سر رکھ کر وہی روبرو کیا۔ حضرت نے خوش ہو کر دعا فرمائی کہ تمہارے خوان نعمت کی قدوری اس قدر فراخ ہوگی کہ ہر روز (۷۰) من نمک تمہارے لنگر میں خرچ ہوا کرے گا۔ کھانا پکا کر ختم دلوایا گیا۔

دوسرے روز صبح کے وقت ارشاد ہوا کہ بابا نظام شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ دو چار روز اور ٹھہر جاؤ۔ ارشاد کے مطابق تعمیل ہوئی۔ اجازت حاصل ہونے کی تاریخ یوم چارشنبہ (منگل) ۱۳ رمضان ۶۶۹ ہجری ہے۔ پانچ چار روز کے بعد ارشاد ہوا کہ جس قدر میں نے نام خدا کی تلقین کرنی تھی کر چکا۔ سات مردان خدا مثل مولانا سید کرمانی و خواجہ اقبال و دیگر چند اشخاص کو جو میرے ہم خرقہ تھے، فرمایا کہ تم سب محبوب الٰہی کے ساتھ دہلی چلے جاؤ اور وہاں خدمت میں حاضر رہو۔ حضرت خواجہ گنج

شکر نے دعا گو کو سینہ مبارک سے لگا کر فرمایا۔ کہ تم کو سپرد خدا و پیران عظام کیا۔ مجھ کو رخصت کر کے قرآن شریف کو بغل میں لے کر حجرہ شریف میں داخل ہوئے اور دروازے حجرے کے بند کر لئے گئے۔ رخصت کے بعد حضرت خواجہ کی خیریت مزاج مبارک کی اطلاع منگوائی جاتی تو ہر ایک یہ ہی بیان کرتا، کہ آپ کو رخصت کرنے کے بعد کلام شریف کی تلاوت میں آج تک مصروف ہیں۔ چلتے وقت مجھ کو ارشاد ہوا تھا کہ اپنا خلافت نامہ ہانسی میں شیخ جمال الدین ہانسوی کو اور دہلی میں شیخ منتخب الدین کو دکھانا ہوگا۔ حضرت فرد عالم نے اپنے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کا نام بھی نہ لیا۔ پھر دہلی پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل ماہ رمضان کی ۹ تاریخ کو انتقال فرما چکے ہیں۔ جب میں ہانسی پہنچا تو شیخ جمال الدین ہانسوی بڑی تعظیم و تکریم سے مجھ سے ملے اور خلافت نامہ دیکھ کر فرمایا کہ مولانا نظام الدین آپ اس نعمت عظمیٰ کے لائق ہیں آپ کو یہ نعمت مبارک ہو اور پھر یہ شعر پڑھا

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس
ہزاروں دعائیں اور ہزاروں تعریفیں
کہ موتی کو اس کے قدر دان کے حوالے کر دیا

ایک نالائق آدمی حضرت جمال الدین کی اولاد میں سے تھا اس زمانہ میں اس نے یہ اشتہار دیا تھا کہ حضرت سلطان المشائخ حضرت قطب جمال الدین ہانسوی سے مجاز اور ماذون ہوئے ہیں یہ نہ سمجھا کہ تواریخ اور سیر کی کتابیں میری اس کلام کے مقابلہ میں موجود ہیں جو میرے دانت کھٹا کر کے مجھے رسوا بنائیں گی۔ ہاں اگر شیخ جمال الدین ہانسوی کی وفات شریف حضرت خواجہ گنج شکر مسعود چشتی کی وفات کے

بعد ہوتی تو شاید خام طبعوں کو دھوکا لگتا کہ شاید حضرت محبوب الٰہی نے حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی ہو مگر مجاز ہونے کا موقع نہ ملا ہو۔ پھر شیخ جمال الدین سے مجاز ہوئے ہوں گے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت جمال الدین ہانسوی حضرت فرد عالم کی حیات میں پانچ سال پہلے فوت ہو چکے تھے۔ تو پھر اس میں بہانہ وحیلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ شیخ ہانسوی کی وفات کے بعد مادر مومنہ جس کا ذکر سیر اولیاء میں موجود ہے، شیخ جمال الدین ہانسوی کے صاحبزادے شیخ سراج الدین کو طفولیت کی عمر میں حضرت خواجہ شیخ الاسلام گنج شکرؒ کی خدمت میں لائے۔ حضرت نے صاحبزادہ مذکورہ کو بیعت فرما کر اپنی طرف سے خلافت نامہ دے کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں تلقین کے واسطے روانہ کیا۔

حضرت قطب ہانسوی کو اپنے فرزندوں کی بیعت اور مجاز کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ حضرت محبوب الٰہی کے مجاز کرنے کا قطب ہانسوی کو کہاں سے حوصلہ ملا۔ جو حضرت قطب ہانسوی کی اولاد میں سے ایک سودائی عقل نے گپ ماری جو کہ بالکل بیہودہ ہے۔

نا سزا را کلام ناساز است
گوش کر گشتہ دہن باز است
نالائق کی بات نازیبا ہے
جو کان سے بہرہ ہے وہ بد لحاظ ہے

بہت سی کتابوں میں نیز سنابل میں تحریر ہے کہ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابرؒ کو اجازت سے مرحمت فرما کر حضرت خواجہ گنج شکر نے حکم دیا کہ دہلی کو چلے جاؤ۔ ہانسی میں حضرت قطب جمال الدین ہانسوی سے ملاقات کے بعد دونوں

حضرتوں کا ایک دوسرے پر رنج و ملال ہو کر دونوں طرف سے بد دعا کا تیر چل کر ہر دو کی جگر دوزی ظہور میں آئی۔ اس مقابلہ میں حضرت مخدوم صابر پاک کی مثال ولایت غالب آئی اور حضرت قطب ہانسوی کی قطبیت اور طریقہ کا نام و نشان ہی مٹ گیا۔

حضرت مخدوم صابر پاک نے واپس آ کر دوبارہ مثال ولایت دہلی کے عطا فرمانے کا حضرت خواجہ گنج شکرؒ کی خدمت میں سوال کیا۔ حضرت فرد عالم نے فرمایا:

پاریدہ جمال فرید نتواند دوخت

جمال کا ٹکڑے کیا ہوا، فرید نہیں سی سکتا

ارشاد ہوا کہ کلیر شہر میں چلے جاؤ اور وہاں رہو۔ اگر حضرت قطب ہانسوی کی قطبیت مٹ کر طریقہ بھی غرق ہو گیا تو پھر حضرت کو دوسرے کے مجاز کرنے کا حوصلہ کہاں سے ہو سکتا ہے۔ عجب معاملہ تو یہ ہے کہ حضرت قطب ہانسوی کا صاحبزادہ پہلے تو حضرت خواجہ گنج شکرؒ سے بیعت ہوا اور آپ نے صاحبزادہ سیراج الدین کو دوبارہ اس کو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ صاحبزادہ سراج الدین نے حضرت محبوب الٰہی کے قدموں پر سر رکھ کر عرض کیا پہلے تو یہ خاکسار کسی کو بیعت کرنے کے لائق نہیں۔ دوسرا جب حضرت کی ذات پاک موجود ہے تو حضور کی موجودگی میں مجھے بیعت کا ہاتھ اٹھاتے شرم آتی ہے، حضرت کی ذات پاک طالبان حق کی ہدایت وارشاد کے واسطے کافی ہے۔

حضرت سلطان المشائخ ہانسی سے رخصت ہو کر شہر دہلی میں پہنچے اور حضرت خواجہ امیر خسرو دہلوی چشتی کے مکان میں معہ ہمراہیوں رونق افروز ہوئے۔ کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ ایک روز حضرت محبوب الٰہی کے دل میں آیا کہ شہر دہلی سے چلا جاؤں اور کسی دوسری جگہ دہلی کے قریب ارشاد غیبی کے مطابق خانقاہ تعمیر

کراؤں۔ حضرت حوض پر وضو کر رہے تھے کہ عالم غیب سے ایک مرد خدا نے حضرت کا دست مبارک پکڑ کر غیاث پور کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت سلطان المحبوبین حسب الرشاد غیبی غیاث پور میں جو دہلی سے 3 کوس کے فاصلہ پر ہے، حجرہ تعمیر کروا کر معہ اصحاب وہاں رونق افروز ہوئے اور اپنی تمام عمر وہاں بسر کی۔

ایک نواب نے جو حضرت کا معتقد تھا، بہت سارا روپیہ خرچ کر کے حضرت کی خانقاہ اور اس کے پاس عالی شان مکان بنوا دیئے۔ شہر دہلی اور غیاث پور میں حضرت محبوب الٰہی پر ۲۰ برس فقر و فاقہ تھا۔ حضرت نے ارادہ کر لیا تھا کہ جو عالم غیب سے مرحمت ہوگا بمعہ درویشان اسی سے افطار ہوا کرے گا۔ فتوحات و نیاز جو اغنیاء زمانہ سے آتی تھی اس کو واپس کر دیا کرتے تھے۔ سات روز کے فاقہ کے بعد خواجہ اقبال کو ارشاد ہوا کہ افطار کے واسطے کسی جگہ سے کچھ لاؤ جس سے افطار کیا جائے۔ خواجہ اقبال اپنی دستار مبارک بازار میں فروخت کر کے جَو کا آٹا خرید لائے۔ فرمایا کہ اس کو ہنڈیا میں ڈال کر پکاؤ اور حاضرین میں تقسیم کرو۔

ایک درویش مجذوب الحال عالم غیب سے خانقاہ میں تشریف لایا اور کہا اے محبوب الٰہی جو کھانا موجود ہے حاضر کر۔ آپ نے فرمایا کہ ہنڈیا پکتی ہے اتار کر آپ کو دی جائیگی۔ درویش نے کہا کہ جیسی ہے ویسی لے آؤ۔ آپ نے فرمایا کہ ہنڈیا حاضر ہے۔ درویش مجذوب نے پکتی ہوئی ہنڈیا میں ہاتھ ڈال کر جس قدر کھانا تھا سب کھا لیا۔ اور ہنڈیا کو زمین پر گرا کر توڑ ڈالا۔ بولا کہ باطن کی آلایش بشری و طبعی کو حضرت خواجہ گنج شکر نے صاف کر دیا ہے ظاہر کے فقر فاقہ کو اس فقیر نے کھو دیا ہے اور یہ کہتے ہی وہ مرد خدا آنکھوں سے گُم ہوا۔ اسی روز سے فتوحات کا دروازہ حضرت محبوب الٰہی کے خدام پر کھولا گیا اور اس قدر فتوحات زمانہ کے بادشاہوں اور

دولت مندوں سے آنے لگیں جس کا کچھ اندازہ اور حساب نہیں تھا۔

نقل ہے کہ جب غیاث الدین تغلق بادشاہ دہلی نے حکم دیا کہ حضرت محبوب الٰہی کے درویشوں کو کھانے پینے کی کوئی چیز بازار سے نہ دی جائے اور شہر میں منادی کردی کہ کوئی ان سے لین دین نہ کرے۔ اس روز حضرت گنج شکر کے عرس کا دن تھا مجلس سماع ہو رہی تھی۔ افطار کے وقت حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا خواجہ اقبال ہزاروں مرد جمع ہو رہے ہیں ان کے واسطے کھانا لاؤ۔ عرض کیا گیا کہ بادشاہ دہلی نے حضور کے درویشوں کیلئے خرید فروخت کی اشیاء خوردنی کو بند کر دیا ہے اور باورچی خانہ سرد پڑا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ دریائے جون کے کنارے جاؤ جو ہمارا نصیب ہے خدا پاک روزی رساں نے بھیج دیا ہے اٹھا کر لے آؤ۔ لنگری درویش جب حسب لارشاد دریائے مذکور کے کنارے پر پہنچے انہوں نے دیکھا کہ ہزاروں بلوری تشتریاں گرما گرم پلاؤ سے بھری ہوئی ہیں اور دریا کے کنارے کی طرف آ رہی ہیں درویش اٹھا کر لے آئے سب حاضرین کو کھانا کھلایا گیا پھر حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ جس دنیادار نے ہماری روزی بند کی ہے اس کو بھی پلاؤ کی پلیٹیں پہنچا دو۔ غیاث الدین کھانا کھا کر شرمسار ہوا کیونکہ عمر بھر میں ایسا کھانا اسے نصیب نہ ہوا تھا۔ دوسرے روز حضور نے ارشاد فرمایا کہ اشیاء خوردنی کی خرید کے واسطے شہر دہلی میں مت جاؤ ہمارے درویشوں کی اشیاء خوردنی کی خرید کے واسطے خدائے پاک نے دریائے جون کے دوسرے کنارے پر شہر نظام آباد بسایا ہوا ہے جو چاہو وہاں سے خریدو۔ درویش ہر روز جا کر نظام آباد سے لنگر کا سامان خرید کر لایا کرتے تھے جن کی قیمت دیا کرتے تھے تو بازار کے لوگ نہیں لیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی خاطر خدا پاک نے یہ شہر عالم غیب سے آباد کیا ہے۔ یہ

موکلان روزی کا شہر ہے ہم قیمت نہیں لیتے ۔شہر نظام آباد چار سال تک آباد رہا اور وہیں سے خرید ہوتی رہی ۔ جب سلطان غیاث الدین مارا گیا تو پھر حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ اب وہ دنیا دار خرید و فروخت بند کرنے والا مر گیا ہے شہر دہلی سے اشیاء خرید لایا کرو۔اب شہر نظام آباد کی آبادی زمین سے اٹھا دی گئی ہے۔

# لقب محبوب الٰہی کی وجہ تسمیہ

مطلوب الطالبین و فیوض الحرمین و فردوسیہ میں منقول ہے کہ جس مرد خدا کو محبوبی کا رتبہ خدا پاک کی جناب سے عنایت ہوتا ہے اس کی تین نشانیاں ہیں

## پہلی نشانی

تھوڑے عرصے میں علوم متداولہ سے فارغ ہو کر درجات اور مقامات سلوک بہت کم عرصہ میں طے ہوتے ہیں ۔ یہ علامت حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی میں ثابت و ظاہر تھی کہ پندرہ برس کی عمر میں علوم نقلی و عقلی سے فارغ ہو کر فضیلت کی دستار حاصل کر کے مولانا بحاث محفل شکن آپ نے لقب پایا اور بیعت کے بعد سات ماہ سترہ دن میں مقامات سلوک طے کر کے بہ الہام غیبی حضرت کا لقب محبوب الٰہی ہوا۔

## دوسری نشانی

یہ ہے کہ دولت نعمت و حشمت جہان کی ان پہ فراخ ہوتی ہے۔ بادشاہ اور اکابر دوسرے اغنیا اور دولت منداس کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں آتے ہیں اس احوال کا تذکرہ سیر کی کتابوں میں جابجا تحریر ہے۔تاریخ ہندی سیر المشائخ اور مطلوب الطالبین وغیرہ کتب سیر میں تحریر ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت

میں حاضر رہنے والے حضرات بایں تفصیل تھے۔

عالم کامل اور فاضل اجل تین سو...... حافظان قرآن کریم پانچ سو...... قوال گانے بجانے والے دوسو...... درویشان صاحب حال تین ہزار خدمت مبارک میں موجود تھے، یہ لنگر وغیرہ کا انتظام کرتے تھے۔ حضرت خواجہ اقبال تمام لنگر کے افسر اور سب کاروبار کے منتظم تھے اور ہر روز ستر من نمک لنگر میں خرچ ہوتا تھا غلہ اور دیگر اشیاء کا خرچ حد سے زیادہ تھا اور بادشاہ، امراء ورؤسا ملک سے اس قدر فتوحات و نذرونیاز آتی تھی کہ لنگر کے منتظم اسکے رکھنے سے عاجز ہوتے تھے۔ دہلی میں صبح وشام بذریعہ منادی غرباء ومساکین کو کھانا کھلایا جاتا تھا پھر بھی زر و دولت کا سامان ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ جب مساکین اور محتاج لوگ مالا مال ہوکر روپیہ واشرفی لینے سے انکار کرتے تھے تو پھر ارشاد ہوتا ہے کہ شہر دہلی کے ہر گھر میں خواہ غنی ہو خواہ محتاج دو دو اشرفیاں تبرکاً درویش کی طرف سے دیتے جاؤ اس واسطے حضرت محبوب الٰہی کا لقب زری زر بخش ہوا۔

## تیسری نشانی

یہ ہے کہ پارچات اور بدن مبارک سے عطر وعنبر کی خوشبو حاضرین کو آیا کرتی ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کے مکان نشت سے ہر وقت عطر وعنبر کی خوشبو آیا کرتی تھی اوراس کی بدولت سارا مکان معطر رہتا تھا۔ یہ نشانی بھی حضرت محبوب الٰہی میں موجود تھی۔ ایک دفعہ حضرت محبوب الٰہی نے اپنا پیراہن مولانا ضیاؤالدین کو تبرکاً عنایت فرمایا۔ وہ پیراہن عطر وخوشبو سے معطر تھا۔ مولانا صاحب نے وہ پیراہن صابن لگا کر دھویا...... جب خشک ہوگیا تو پہلے سے زیادہ اس میں سے خوشبو آنے لگی۔ حضرت مولانا صاحب نے یہ ماجرہ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت

محبوب الٰہی نے باچشم پرآب یہ شعر پڑھا

این بوئے نہ بوئے بوستان است
این بوئے ز باغ دوستان است
یہ خوشبو باغ کی خوشبو نہیں ہے
یہ تو دوستوں کے باغ کی خوشبو ہے

مذکورہ بالا تینوں نشانیاں حضرت خواجہ محبوب الٰہی کے وجود مسعود میں پائی جاتی تھیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کتاب فیوض الحرمین بارہویں نشست میں محبوبان ذات کی تعریف وتوصیف کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ حال تک دو حضرات کو محبوبیت کا رتبہ ملا ہے۔ اول حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر گیلانی کو دوسرے حضرت سلطان المشائخ زری زربخش محبوب الٰہی کو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب (اور اللہ راستی کو بہتر جانتا ہے)

پھر کہتے ہیں کہ دین پاک برحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شہادت کامل کا باعث ہے اور اسی گروہ اولیاء اللہ سے جو امت مرحومہ میں پیدا ہوئے ہیں، امم ماضیہ انبیاء علیہ السلام امت مرحومہ کے گروہ اولیاء اللہ کے نقیب ہیں۔ سب اولیاء اللہ کا مرتبہ، منازل، لقب اُن سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کی مجھ سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا کہ امت مرحومہ کے گروہ اولیاء اللہ سے کون سے حضرات درجہ محبوبی کو پہنچے ہیں...... تو آپ نے فرمایا کہ ایک تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی اور دوسرے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کو درجہ محبوبیت کا عطا ہوا ہے۔ ان کے علاوہ کسی کو یہ درجہ حاصل نہیں ہوا۔

کتاب جوامع الکلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اپنی رسالت کی بابت یہ خیال گزرا، کہ جیسا خدا پاک نے اپنی محبت و رحمت کا نور مجھ کو بخشا ہے، پہلے انبیاء علیہ السلام میں سے کسی کو عطا نہیں ہوا کیونکہ میرے سوا کسی نے "رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" (اے میرے رب! مجھے یارائے نظر دے کہ میں دیکھ سکوں تجھے (الاعراف:۱۴۳) کا دعویٰ نہیں کیا۔ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چڑھ کر رَب ارنی کا نعرہ کر رہے تھے کہ کوہ طور کے گردونواح میں ہزار ہا مردان خدا کو دیکھا کہ خدا کی محبت کے جوش میں رَبِّ اَرِنِیْ پکارتے اور روتے ہیں اور بعض حضرات ان میں مسکراتے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے حیرت زدہ ہو کر رب العزت کی جناب میں سوال کیا یارب العزت! میں رَبِّ اَرِنِیْ پکارنے والا ایک ہوں اور یہ لاکھوں ل مردان خدا رَبِّ اَرِنِیْ پکارنے والے اور چند مسکرانے والے کون ہیں۔ ندا آئی اے موسیٰ یہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی امت مرحومہ کے اولیاء اللہ کا گروہ ہے جو میرے عشق اور محبت میں رَبِّ اَرِنِیْ کی پکار کر رہے ہیں۔ یہ گروہ میرے عاشقوں کا ہے اور مسکرانے والے حضرات میری ذات پاک کے محبوب ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے ذات پاک اُن مسکرانے والے حضرات میں سے ایک کے سر پر تاج ہے، اس مرد خدا کا کیا نام ہے؟ حکم ہوا کہ یہ سلطان المحبوبین نظام الدین اولیا ہے جو پیغمبر آخر الزمان کی اولاد میں سے ہے۔

## تصرفات وکرامات

واضح ہو کہ جب کسی مرد خدا کو خدا پاک کی جناب سے محبوبیت کا منصب عنایت ہوتا ہے تو وہ پہلے ابدالیت و اوتادیت و قطبیت کو طے کر کے فرد حقیقت کی

منزل سے گزر کر قطب وحدت کے مقام میں مقیم ہوتا ہے...... پھر اس کو خلافت الٰہی کا منصب عطا ہوتا ہے۔ خلیفۃ اللہ کی صفت ہے کہ مستخلف کی شان وصورت سے مشابہت رکھے اور ذات حق تعالیٰ کی مانند اس کا تصرّف عالم میں موجود ہو۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ پر تجلیات جمالی ذاتی جو محبوبیت کی شان ہے جلالی تجلیات سے سو گنا بڑھا ہوا تھا اس واسطے حضرت کی ذات بابرکات سے بے شمار نفع و فیضان خلق اللہ کو پہنچ رہا تھا۔ بہ مضمون حدیث

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ

ترجمہ: بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔

اور تکلیف آپ کی ذات سے کم تھی پھر آپ کے تصرفات و کرامات کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا مگر چند ذکر تبرکاً درج کیے جاتے ہیں۔

سلطان قطب الدین خلجی کے دل میں حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات کی آمدنی کے حسد کی آگ شعلہ زن ہوئی تو قاضی محمد غزنوی سے پوچھا کہ اس قدر زر و دولت کہاں سے آتا ہے جو اس قدر خرچ یومیہ کو کفایت کرتی ہے۔ قاضی نے جواب دیا کہ ارکان دولت شاہی، سپاہی تک حضرت کے مرید ہیں ہزار ہا روپیہ نیاز کی بابت ان سے آ جاتا ہے یومیہ خرچ لنگر کا دس ہزار اشرفی سے بھی زیادہ ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جو شاہی نوکر نذر نیاز بھیجے گا، اس کا مشاہرہ بند ہو جائے گا۔ یہ بات حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر خواجہ اقبال لنگر کے منتظم کو فرمایا کہ کسی کی بھیجی ہوئی فتوحات نہ لی جائے۔ لنگر خانہ کے طاق سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر جس قدر نقدی مطلوب ہو نکال لیا کریں۔ سلطان قطب الدین یہ سن کر شرم سار ہوا اور حسد کی آگ بہ نسبت سابق زیادہ شعلہ زن ہوئی تو قاضی محمد غزنوی

کے پاس کہلا بھیجا کہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اول تو ہفتہ وار ورنہ چڑھے چاند پر دربار شاہی میں حاضر ہوا کریں ......نہیں تو جبراً حاضر کئے جائیں گے۔ جب گزرتے چاند کی ۲۹ تاریخ ہوگئی تو خواجہ اقبال، امیر خسرو وغیرہ معتقدین نے عرض کیا کہ دربار شاہی میں جانے کی بابت کیا ارشاد ہے؟۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں دربار شاہی میں حاضر نہیں ہوں گا اور اپنے پیرانِ چشت کے برخلاف عمل نہیں کروں گا۔ سلطان کو مجھ پر کوئی غلبہ اور تصرف نہیں ہے، تم سب لوگ کچھ فکر نہ کرو۔ سلطان قطب الدین اسی رات قاضی محمد غزنوی وخسرو خاں کی سازش سے جاہر بیگ کے ہاتھ سے مقتول ہوکر بمعہ فرزندانِ مقتول شدہ دریائے جون میں بہایا گیا۔

خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے عرض کی کہ میرا بھائی لشکر جرار لےکر کسی ملک کے فتح کرنے کے واسطے گیا ہوا ہے۔ آپ میرے مکان پر تشریف لاکر دعائے خیر فرمائیں۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مکان پر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بادشاہ کا بھائی ملک کو فتح کر کے بمعہ لشکر واپس آتا ہے۔ جب سلطان علاؤ الدین کا بھائی بخیریت دہلی پہنچ گیا تو بادشاہ نے پانچ سو اشرفی بطور نذرانہ حضرت کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت نے اسی وقت ایک فقیر قلندر کو بخش دی۔ انہی دنوں میں حضرت قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار ہوکر بحالت نزع پہنچ گئے تھے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اسی وقت انہوں نے شفا پائی۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ ایک دانش مند کی سند شاہی جو جاگیر قصبہ سمادہ کی بابت اس کو عطا ہوئی تھی اس کے ہاتھ سے جاتی رہی تو وہ حضرت سلطان

المشائخ" کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا طلبگار ہوا۔ ارشاد ہوا کہ مولانا صاحب حلوائی کی دوکان سے حلوہ خرید کر لاؤ کہ میں حضرت عظام کی ارواح پاک کو ثواب پہنچا کر تمہارے واسطے دعائے خیر کروں گا۔ حکم کے مطابق مولانا صاحب نے حلوہ خریدا۔ جب حلوائی کاغذ اٹھا کر اس پر حلوہ رکھنے لگا تو وہ کاغذ سند مولانا صاحب کی جاگیر کی تھی، سند مذکورہ اپنے پاس رکھ لی اور دوسرے کاغذ پر حلوہ رکھ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت کی دعا سے سند مجھ کو حلوائی کی دوکان سے مل گئی ہے ارشاد ہوا کہ مولانا صاحب حلوہ بھی آپ ہی کھا لو۔ وہ دانش مند پاؤں مبارک پر سر رکھ کر مرید ہوا۔

مطلوب الطالبین میں منقول ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے دل میں حسد بھرا ہوا تھا کہ حضرت کے پاس زر و حشم اور فراہمی مردان بادشاہی جاہ و جلال سے کم نہیں۔ شاید اگر کسی وقت مقابلہ کریں گے تو تخت دہلی مجھ سے چھین لیں گے۔ ایک روز ایسے واہیات خیال کرتا ہی بادشاہ سخت بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا۔ غیاث الدین کی والدہ حضرت کی خدمت مبارک میں آ کر دعائے صحت کی طلبگار ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ دہلی کا تخت اپنے بیٹے کی مہر سے مجھ کو لکھ دے اور بیمار کا قارورہ بھیج دے۔ بادشاہ کی والدہ ممتا کی ماری نے حسب الارشاد عمل کیا دہلی کی بادشاہت غیاث الدین کی مہر سے حضرت محبوب پاک کے نام لکھ دی اور قارورہ بھیج دیا۔ حضرت نے حکم فرمایا کہ یہ سند اسی قارورہ میں ڈبو کر بادشاہ کی والدہ کے پاس بھیج دو اور کہہ دو کہ تمہارا بیٹا صحت یاب ہو گیا ہے، میں دہلی کی حکومت کو قارورہ کی طرح ناپاک سمجھتا ہوں۔ اسی وقت بادشاہ کی صحت ہو گئی۔

غیاث الدین کے دل میں جو حسد کی آگ شعلہ زن تھی پھر بھی کم نہ ہوئی

جب ملک بنگال کو فتح کر کے دہلی کی طرف واپس آرہا تھا تو حکم بھیجا کہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دو میرے دہلی میں داخل ہونے سے پہلے پہلے دہلی کو چھوڑ دے ورنہ دہلی پہنچتے ہی میں ان کو نکال دوں گا۔ حضرت نے یہ خبر سن کر زبان حق ترجمان سے فرمایا ہنُوز دِلّی دُور اَست بادشاہ دہلی پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ تغلق آباد میں جو اسی کا بسایا ہوا تھا مع فرزندوں کے کھانا کھاتا ہوا محل کی چھت پر بجلی گرنے سے چھت کے نیچے دب کر مر گیا۔ حضرت محبوب پاک نے اس وقت زبان درافشان سے یہ شعر پڑھا

اے رو بہک تو چوں نہ نشستی بجائے خویش
اے لومڑی تو اپنوں میں کیوں نہ رہی
باشیر پنجہ کردی دویدی سزائے خویش
شیر سے زور آزمائی (مقابلہ) کی خود سزا پائی

فردوسیہ، سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سماع میں ایک صوفی کو راگ کی تاثیر نے ایسی آگ لگائی کہ وہ صوفی پروانہ وار جل کر خاکستر ہو گیا۔ جب حضرت استغراق کی حالت میں سے باہر آئے آپ نے پوچھا یہ خاکستر کیسی ہے حاضرین نے عرض کیا کہ ایک صوفی جل کر خاکستر ہو گیا ہے حضرت نے اپنی چادر مبارک صوفی کی خاکستر پر ڈالی تو وہ زندہ ہو گیا۔

پھر آپ نے فرمایا اے صوفی تو ابھی مرد خام ہے سرود سننے کے لائق نہیں ہے، جا محفل سے چلا جا جب تک تو پختہ نہ ہو جائے ہماری محفل میں مت آئیو۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ ایک سنیاسی حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اس زمانہ میں حضرت پر بے نوائی اور فقر و فاقہ بدرجہ کمال تھا۔ یہ حال

دیکھ کر سنیاسی نے عرض کی کہ میرے پاس ایک اکسیر کی ڈبیا ہے دس من تانبا اس اکسیر سے زر خالص بن جائے گا جو کچھ عرصہ تک آپ کے آرام وآسائش کے واسطے کافی ہوگا۔ حضرت نے فرمایا جزاک اللہ، اس طاق میں رکھ دو۔ سنیاسی وہ ڈبیا طاق میں رکھ کر چلا گیا...... جب چھ سال کے بعد دوبارہ حاضر ہوا ویسا ہی حال دیکھ کر پوچھا وہ اکسیر کی ڈبیا کہاں گئی ہے؟......حضرت نے فرمایا معلوم نہیں کہاں گئی ہے۔ سنیاسی نے بہت حسرت سے کہا نہ آپ کے کام آئی اور نہ میرے کام آئی میں نے تمام عمر میں اس قدر اکسیر کی بوٹی تلاش کی تھی سو مفت میں کھوگئی۔ حضرت نے فرمایا! خانقاہ کے چھپر کے پیچھے ایک بوٹی اگی ہوئی ہے تم دیکھو تو سہی وہ کیا بوٹی ہے۔ سنیاسی نے جا کر دیکھا تو وہی اکسیر کی بوٹی صدہا من وہاں اگی ہوئی ہے سنیاسی نے آ کر عرض کیا کہ یہ وہی بوٹی ہے جو میں نے آپ کو دی تھی۔ حضرت نے فرمایا مجھے چاندی سونے سے ان جڑی بوٹیوں سے کچھ الفت نہیں ہے جس قدر بوٹی تم لے جانا چاہتے ہو لے جاؤ۔ وہ سنیاسی حضرت کے پاؤں پڑ کر مسلمان ہوا اور درویشوں کے حلقہ میں داخل ہوکر کامل اکمل ہوگیا۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ ایک روز مجلس سماع ہو رہی تھی اور سائبان لگا ہوا تھا مولانا ضیاءالدین سنامی جو حضرت کے حال کا منکر تھا کے دونوں فرزندوں نے سائبان کی رسیاں کاٹ دیں تو وہ بلا رسیاں معلق کھڑا رہا پھر ان دونوں گستاخوں نے پکار کر کہا اے شیخ تو ہم کو اپنی کرامت دکھاتا ہے......تو حضرت محبوب خداؒ نے جلالت کی نگاہ سے ان کی طرف دیکھا تو غیب کی تلوار نے ان دونوں گستاخوں کو قتل کر ڈالا۔

سیر الاولیا اور فردوسیہ میں لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین طوسی جو سماع کا منکر تھا اپنے جوش میں آ کر یہ کہا کرتا تھا کہ میں درجے اور منزل میں حضرت محبوب الٰہی رحمۃ

اللہ علیہ سے کم نہیں ہوں۔ ایک روز شیخ صاحب کے چاروں لڑکے کشتی میں سوار ہو کر دریا کی سیر کر رہے تھے جب حضرت سلطان المشائخؒ کے حجرہ شریف کے برابر پہنچے تو اہل سماع کی نقلیں اتار کر ان پر استہزاء کرنے لگے اور دشنام دینے لگے۔ حضرت نے حجرہ مبارک سے نکل کر ان کو اس حال میں دیکھ کر کشتی کے غرق ہونے کا اشارہ کیا۔ شیخ کے چاروں بیٹے دریائے جون میں ڈوب گئے۔ آپ نے ان کے غرق ہونے کے وقت زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ شیخ رکن الدین اپنی کرامات پر اس قدر اتراتا تھا اگر اس سے ہوسکتا ہے تو اپنے بیٹوں کو دریا میں سے نکال کر زندہ کر لیتا۔ شیخ صاحب نے بہت زور لگایا مگر کچھ نہ بن پڑا۔

## شاہانِ وقت پر تصرف

ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی جناب سے شاہان دہلی اور بعض منکرین متعصب بے منصف کو ایذا پہنچی حاشا وکلا۔ انہی لوگوں کی بدخیالی وکج روی ان کے واسطے قاتل بنی۔ جس قدر فساق وفجار، کفار ومنکرین، غربا ومساکین اور گروہ مشائخین متفاوت طریق کو حضرت سلطان المشائخ کے وجود سے فائدہ وفیضان پہنچا ہے کتب سیر کے ملاحظہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے مگر پھر بھی جو فائدہ خلق خدا کو ملا ہے جملہ مؤلفین اس کے لکھنے سے قاصر ہیں۔

سبع سنابل اور بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت پیرانِ چشت کے تصرف میں غیب کی تلوار موجود تھی۔ جو آدمی منکر ہوتا تھا غیب کی تلوار اس کا سر کاٹ دیا کرتی تھی۔ حضرت مخدوم روشن چراغ دہلی قدس سرہٗ نے اس غیبی تلوار کو روک دیا اور فرمایا کہ میرے حضرت عظام نے اس درویش تک دنیا داروں کی جفا وقفا اور ظلم پر صبر کیا

اور غیب کی تلوار کو نہ نکالا، مگر بأمر لاچاری بعض موقعوں پر بحکم

وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَام

ترجمہ: اور اللہ غالب ہے، برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔ (آل عمران:۴)

خدا پاک کے انتقام میں بعض منکرین لوگ مجبور کیے گئے فرمایا کہ شاید میرے بعد کسی مردِ خدا سے پھر اس طرح صبر وتحمل نہ ہو سکے اور مخالفین و منکرین کو تکلیف پہنچے۔ فرمایا اے غیبی تلوار آئندہ پھر تو نے دنیا میں نزول نہیں کرنا اس زمانے سے یہ تلوار رُک گئی۔ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس سماع میں جس قدر علمائے عظام حاضر ہو کر ایذاءرسانی کا خیال کرتے رہے، حضرت کی نظر رحمانیت اثر میں آ کر معترف بہ قصور ہوتے رہے اور حلقہ ارادت میں شامل ہو کر درجہ کمال کو پہنچتے رہے۔ دیگر وہ حضرات جو فردِ عالم خواجہ گنج شکر کی نگاہِ فیض پناہ اور رفعت و شفقت آمیز کمال سے تعریف کے ساتھ حضرت محبوب پاک کے حق میں تھے، وہ بخوف طوالت کتاب ہذا میں درج نہیں کیے گئے۔

# آثار وصال

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی مشغولی اخیر عمر میں پہلے سے چہار چند ہوگئی۔ تمام رات کی بیداری میں شمع جلا کر گاہے مشغولی اور گاہے تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔ بعض وقت شمع کی طرف دیکھ کر یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔

تنہا منم و شب و چراغے

میں تنہا ہوں ، رات ہے اور دیا ہے

صبح کے وقت جب حجرہ شریف سے باہر تشریف لایا کرتے تو چشمان مقدس

مستانہ اور سرخ ہوتی تھیں۔اس بارے میں حضرت خواجہ امیر خسرو کا یہ شعر ہے

بشبانہ می نمائی بنہ بری کہ بودی امشب
چشمت ز خواب نوشیں اثرے خمار دارد
میں نے دیکھا ،شراب عشق سے رات سر شار
میں نے دیکھا ، تیری مخمور آنکھوں میں خمار کا اثر

وفات شریف سے پانچ ماہ پہلے آپ کی زبان مبارک سے یہ مصرع نکلا کرتا تھا

میرویم و میرویم و میرویم
میں جارہاہوں......میں جارہاہوں......میں جارہاہوں

حاضریں یہ مصرع سن کر اس قدر روتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے خون ٹپکا کرتا تھا اور پانچ ماہ تک حضرت کا ایک وضو رہا۔ جب حضرت کو قدرے بیماری لاحق ہوئی تو حضرت نے تمام علماء فضلا اور درویشان صاحب کو جو خدمت شریف میں موجود تھے،طلب کر کے ہدایت فرمائی تو حضرت خواجہ سید حسینؒ کو جو خلیفہ اعظم تھے ارشاد ہوا کہ اٹھارہ خلافت نامے ومنشور اجازت عربی زبان میں لکھ کر لاؤ۔ حسب ارشاد اٹھارہ اجازت نامے لکھ کر نظر فیض اثر میں پیش کئے گئے۔ حضرت نے اپنے درویشانِ عظام میں سے جس کسی کو اپنے خیال مبارک میں لائق خیال کیا،ان کے نام خلافت ناموں میں درج کر کے اپنے دست مبارک سے ان پر دستخط فرما کر اٹھارہ اشخاص کو عنایت فرمائے ۔کلاہ ودستار مبارک بھی ساتھ دی اور زبان مبارک سے اجازت فرمائی اور ان کے علاوہ باقی حضرات کو کلاہ ودستار کے بغیر اجازت دی اور خواجہ مخدوم نصیر الدین روشن چراغ دہلوی کو جبہ چشتی وکلہ مبارک خرقہ خلافت میں عنایت فرمایا۔

حضرت شیخ رکن الدینؒ نبیرہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ عالم واقعہ میں حضرت کی بیماری کا حال مشاہدہ کر کے دہلی میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زیارت سے مستفیض ہوئے۔ایک روز شیخ رکن الدینؒ نے عرض کی کہ آنحضرت ﷺ پر وفات سے قبل وحی نازل ہوئی کہ میرے محبوب کو کہا جائے کہ اگر دنیا میں آپ کے رہنے کی مرضی ہو تو دنیا میں آپ کی زندگی بڑھادی جائے۔آپ بھی محبوب الٰہی ہیں۔ اگر آپ خدا پاک کی جناب میں درخواست فرمائیں تو آپ کی زندگی زیادہ ہو جائے تو حضرت نے باچشم پُرنم فرمایا کہ شیخ صاحب آپ کا کہنا بجا مگر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ واقعہ میں ہر وقت مجھ کو یہ فرماتے ہیں کہ فقیر نظام الدین میرے اور تمہارے درمیان عرصہ سے جسمانی جدائی ہو رہی ہے۔اب مجھے یہ منظور ہے لیناتم فوراً میرے پاس چلے آؤ تا کہ ہم اکٹھے رہیں۔

لے چلو مجھ کو ارے آئینہء رخسار کے پاس
زندگانی کا مزہ یار ہے یار کے پاس
یار کے ہجر میں جینا نہیں بھاتا مجھ کو
دھوئیں دھونی رم بیٹھوں میں اُس زلف دھواں دار کے پاس

آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا حضور کی وفات شریف کے بعد لنگر خانہ کا کڑ چھا کس کو ملے گا فرمایا جو شخص اپنی مراد سے دست بردار ہو گا۔

## وصال پر ملال

چالیس روز آپ پر استغراق کی حالت رہی بالآخر ۹۲ سال کی عمر میں بروز چہار شنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ء ہجری آپ کی روح پاک کے شہباز نے پرواز کر کے حظیرۂ قدس کے آشیانہ کو اپنی آرام گاہ بنایا۔ جب غسل وکفن کے بعد حضرت کا جنازہ

مبارک اٹھایا گیا تو گانے والے قوال حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ رکن عالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا کہ جنازہ مبارک کے ساتھ گانا، نامشروع ہے۔

سنابل اور دیگر کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت مخدوم نصیر الدین روشن چراغ چشتیؒ نے فرمایا کہ میرے حضرت پیر و مرشد کی وصیت ہے لہٰذا مجھ کو اس ارشاد پر عمل کرنا واجب و لازم ہے۔ حضرت کے فرمانے سے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل گا رہے تھے۔ مؤلف خاکسار نے جو شجرہ شریف فارسی نظم میں تصنیف کیا ہے۔ اس موقعہ پر اس کی چند ابیات بمعہ اشعار غزل حضرت شیخ صاحب نے جو اس موقع پر پڑھے تھے تحریر کئے جاتے ہیں۔

## ابیات

نعش پیرم چوں باخفی فیض داد     در فنا انا دردے نہاد

دنیا سے جاتے ہوئے پیر نے جب پوشیدہ فیض دیا ہے فنا کے باوجود بھی اس انا کا نور رکھ دیا ہے۔

چند قوالان محبوب خدا     با دل بریاں نمودند ایں ندا

محبوب الٰہی کے چند قوالوں نے     جلتے ہوئے دل کے ساتھ یہ آواز نکالی

سرد سیمینا بصحرا می روی     عجب بے مہری کہ بے ما میروی

اے محبوب تو جنگل کی طرف چلا جا رہا ہے

تعجب ہے کہ مجھے اپنے ساتھ لئے بغیر جا رہے ہو

کس بدیں شوخی و رعنائی نہ رفت     کہ بہ ایں ناز و ادا ہا میروی

کوئی بھی اس شوخی و رعنائی کے ساتھ نہیں جاتا جس ناز و ادا کے ساتھ تو اب جا رہا ہے

ذوق قلبی بود ہم دمساز شاں چوں بدیں بیتے رسید آوازشاں

دلی ذوق ہی ان کی موافقت کرتا رہا...... جب اس بیت تک ان کی آواز پہنچی

اے تماشا گاہ جانہا روئے تو تو چرا بہر تماشا می روی

اے محبوب تیرا چہرہ تمام جانوں کی زیارت گاہ ہے پھر تو کون سا تماشا دیکھنے جاتا ہے

وجد طاری گشت بر محبوب پاک خاص رقصید ان کفن ہم گشت چاک

اس بیت سے محبوب پاک پر وجد طاری ہو گیا، وہ کفن چاک کر کے مخصوص رقص کرنے لگے

اے مددگار غریبان زمن کان مدد کن بنی خفیا و العلن

اے دنیا کے غریبوں کی مدد کرنے والے مجھے خفیہ اور اعلانیہ مدد نواز دے

یہ غزل سنتے ہی حضرت کے جنازے مبارک پر وجد طاری ہوا اور کفن سے دست مبارک نکال کر چاہا کہ اپنے دوست کی یاد میں رقص کریں۔ حضرت مخدوم روشن چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چادر مُبارک حضرت کے جنازے پر ڈال کر عرض کی یا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ باش دست مُبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان است ۔مبادا کہ در شرع شریف رخنہ اُفتہ حضرت نے دست مبارک پھر کفن کے اندر کر لیا۔ حضرت نے عین حیات میں ارشاد فرمایا تھا کہ یہ بڑا گنبد جو سلطان خضر خان نے تعمیر کرایا ہے اس سے باہر میرا جنازہ دفن کرنا ہوگا کیونکہ خواجگانِ چشت کی جناب میں عجز و انکساری منظور ہے۔ ارشاد کے مطابق حضرت کو بڑے گنبد کے باہر دروازہ کے قریب دفن کیا گیا۔ حضرت کے مزار مبارک پر گنبد سنگ مرمر سے پھر از سر نو تعمیر ہوا ہے۔

# خواجہ خواجگان حضرت
# مخدوم نصیرالدین محمود روشن چراغ دہلی
# رحمۃ اللہ علیہ

نورِ رحمانیت، تجلی ربوبیت، شمع شبستان چشت، چراغ انجمن اہل بہشت، امام المتقین، حضرت مولانا نصیرالدین محمود روشن چراغ چشتی قدس سرہٗ حضرت خواجہ خواجگان نظام الدین اولیاءؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ حضرت مخدوم صاحبؒ کے والد بزرگوار سید یحییٰ اپنے قبائل کو ساتھ لے کر کسی وجہ سے ولایت کی طرف سے آ کر چند روز شہر لاہور میں مقیم ہوئے پھر یہاں سے قصبوں اور شہروں کی سیر کرتے ہوئے خاص شہر اودھ میں پہنچے اور اسے اپنا مسکن بنا لیا۔ جب آپ کی عمر پانچ سال ہوئی اور آپ کے والد بزرگوار نے وفات پائی تو اس کے بعد والدہ نے آپ کی پرورش کی۔ بچپن میں حضرت مخدوم پاک کی فطرت مبارک میں تنہائی، گوشہ نشینی شامل تھی۔

## تحصیل علم

ایک عرصہ دراز آپ نے علوم ظاہری حاصل کرنے میں صرف کیا اور مولانا افتخارالدین سے علم فقہ و حدیث میں دستار فضیلت حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی میں بھی آپ گوشہء نشینی اور تنہائی پسند تھے۔

## شرف بیعت

جب ظاہری علوم سے فراغت پائی تو دہلی پہنچ کر حضرت خواجہ محبوب الٰہیؒ کی دست اقدس پر بیعت کی۔تمام علماء و فضلاء میں اوّلاً حضرت خواجہ امیر خسروؒ اور ثانیاً حضرت مخدوم پاکؒ کا زیادہ اثر ورسوخ تھا یہاں تک کہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ خاص میں حضرت مخدوم پاک کے سوا کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔

## لقب چراغ دہلوی کی وجہ تسمیہ

مطلوب الطالبین و جوامع الکلم میں تحریر ہے کہ درویشوں کے صاحب نسبت باکمال ایک گروہ نے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ آپ قطب وحدت و محبوب الٰہیؒ ہیں ہم علوم ظاہری میں آپ کے کسی شاگرد کا امتحان لینا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں یہ علم ہوسکے کہ حضرت کی تلقین کیسی ہے؟۔حضرت محبوب الٰہیؒ نے حضرت مخدوم نصیر الدینؒ کو طلب فرمایا آپ حاضر ہوکر دست بستہ کھڑے ہوئے۔حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ درویشوں کے حلقے میں بیٹھ جاؤ۔حضرت مخدوم پاک نے عرض کیا،قبلہ میں فقیروں کے حلقہ میں بیٹھ کر پشت کس طرف کروں گا؟......حضرت محبوب پاک نے فرمایا تو چراغ دہلی ہے۔چراغ کا چہرہ سب طرف ہوتا ہے اور کسی طرف پشت نہیں ہوتی۔حسب الحکم حضرت مخدوم اپنے پیر دستگیر کی طرف چہرہ کرکے مؤدب بیٹھ گئے اور سب درویش جو حلقہ لگا کر بیٹھے ہوئے حضرت مخدوم پاک کا چہرہ سب کی طرف تھا کسی کی طرف پشت نہیں تھی۔ان درویشوں نے قدم بوس ہوکر عرض کیا کہ قرآن شریف کی آیت

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (اَلبَقَرۃ:۱۱۵)

ترجمہ: سو جس طرف بھی تم رُخ کرو اسی طرف ہے رُخ اللہ کا۔

کے معنی و مضمون حضرت کے تلقین یافتہ درویش پر وارد اور ثابت دیکھے گئے ہیں، یہ حضرت ہی کی تلقین کا کمال اثر ہے۔ اس روز سے حضرت کا اسم مبارک حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی مشہور ہوا۔

چراغ دہلی کی دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے پیر دستگیر خواجہ محبوب الٰہیؒ کے وصال شریف کے بعد رات کو چراغ روشن کرنے کا وقت آیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ شہر دہلی سے روشنی کے لئے تیل خرید لاؤ۔ محمد تغلق اُلغ خاں بادشاہ نے جس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی حکم دیا کہ حضرت کے درویشوں کو کوئی تیل نہ دے...... درویش شام کے وقت حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بازار سے حکماً تیل کا ملنا بند ہو گیا۔ حضرت مخدوم پاک نے فرمایا تیل کی کیا ضرورت ہے قندیلوں میں پانی بھر کر جلا دو۔ حسب الارشاد عمل کیا گیا، اسقدر روشنی ہوگئی کہ دہلی کے گرد ونواح میں نو نو کوس تک رات کی تاریکی کا کچھ اثر نہ رہا۔ محمد تغلق شرمسار ہوا، اس روز سے ہی آپ کا اسم مبارک ''چراغ دہلی'' اور ''چراغ چشتی'' مشہور ہو گیا۔

## جبہ چشتی

اخبار الاخیار و خزینۃ الاصفیاء میں تحریر ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ نے اپنی رنجوری کے وقت اپنے پارچات سب خلفاء عظام کو تبرکاً تقسیم فرمائے۔ پارچات تقسیم کرنے کے بعد حضرت مخدوم پاک کو ارشاد ہوا کہ میرے قریب ہو کر بیٹھ جاؤ۔ حضرت مخدوم

پاک حسب الحکم مؤدب بیٹھ گئے تو حضرت محبوب الٰہی نے ''جبہ چشتی'' وعصا وکاسہ و نعلین چوبی اور مصلیٰ حضرت مخدوم پاک کو عنایت کیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے وصال کے بعد ہندوستان کی ولایت خدائے پاک کی جناب سے تمہارے سپرد ہوئی ہے جہاں تک ہوسکے دشمنوں کی جفا وسخت گیری پر صبر وتحمل کرنا ہوگا۔ آپ کو حضرت محبوب الٰہیؒ نے خلافت ومنشورِ اجازت اور ''جبہ چشتی'' سے ممتاز فرما کر اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کے وصال کے بعد حضرت مخدوم پاک چند ماہ مسند سجادگی پر متمکن رہے۔ پیرومرشد کے فراق میں تنہائی اور فرقت جسمانی پیردستگیر سے بے قرار ہوکر ارادہ فرمایا کہ کسی اور جگہ چلے جاؤں۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کے مزار پُرانوار پر گریہ وزاری سے سر جھکا کر رخصت کی اجازت مانگی تو حضرت کے مزار سے یہ ارشاد ہوا

ہرگز تو مرد کہ با تو کار دارم

ترجمہ: تو مردِ ہے اصلاً تجھ سے کام لینا ہے

پیرومرشد کے ارشاد کے مطابق حضرت مخدوم پاکؒ نے کسی دوسری جگہ میں جانے کا ارادہ ترک کردیا کیا اور تمام عمر مسند سجادگی پر متمکن رہے۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ محمد تغلق اُلغ خاں ظالم بادشاہ اور بزرگان دین کا منکر تھا۔ حسد کے باعث حضرت خواجہ روشن چراغ چشتیؒ کو اپنے لشکر کے ساتھ رکھا کرتا تھا اور جامہ ہائے خواب آپ کے سپرد تھے۔

سبع سنابل میں تحریر ہے کہ مشائخ کرام میں سے ہر ایک کو اپنا اس نے شاہی کام دیا ہوا تھا۔ مشائخ کے کہنے پر سے حضرت مخدوم پاک کو طلب کرکے کہنے لگا کہ بے کار بیٹھنا اچھا نہیں۔ شاہی خدمت کا بار اٹھانا چاہیئے۔ آپ نے عذر کیا تو بادشاہ نے ہنسلی کی ہڈی میں سوراخ نکلوا کر اس میں رسی ڈلوادی۔ اسی وقت غیب کی تلوار

نے بادشاہ کو قتل کرنا چاہا تو حضرت مخدوم پاک نے بادشاہ کی طرف آپ ہو کر غیبی تلوار کو فرمایا کہ حضرت پیران چشت نے اس درویش تک منکروں اور حاسدوں کے جفا و قفا پر صبر و تحمل کیا اور غیب کی تلوار نہ نکالی شاید میرے بعد صبر و تحمل کی برداشت کسی سے نہ ہو سکے۔ آج سے پھر تو نے دنیا میں نزول نہیں کرنا۔ تلوار غیبی رک گئی باوصف اس تصرف وقدرت کے حضرت مخدوم پاک نے اپنے پیرومرشد کے ارشاد پر عمل کیا اور اپنے تصرف وقدرت سے تلوار کو ہاتھ سے روک دیا۔ پھر حضرت مخدوم پاک نے سلطان کو فرمایا کہ اے سلطان مجھے اس سزا سے رہائی دے، کوئی آسان کام میرے سپرد کر دو۔ بادشاہ نے کہا ہر روز نئی پوشاک مجھے پہنا دیا کرو۔ حضرت مخدوم لشکر کے ساتھ حاضر رہ کر اپنا فرض منصبی بجالایا کرتے تھے سوائے اس کے مولانا عبدالمقتدر جو شاہی وزیروں میں سے تھا حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر گستاخانہ انداز سے پیش آتا مگر حضرت مخدومؒ برداشت فرماتے۔ ایک روز ایک درویش بازار میں یہ نِدا کر رہا تھا

چیست گفتار بگذار از نکار
از دل آزارِ خلق توبہ کن

ترجمہ: کیابات ہے انکار کرنا چھوڑا ...... کہ لوگوں کی دل آزاری کرنا چھوڑ!

مولانا عبدالمقتدر کو اس شعر سے تاثیر ہوگئی اور ارادت کی آگ نے اُس کے دل میں شعلہ مارا۔ وہ اپنا مال واسباب ترک کر کے تارک الدنیا ہو کر حضرت خواجہ روشن چراغ دہلی کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں کے گروہ میں داخل ہوا اور درگاہِ حق کے خاصوں میں شامل کیا گیا۔

حضرت مخدوم پاک بہت عرصہ بادشاہ کے ہاں خدمت متعلقہ سرانجام دیتے

رہے ایک روز عصر کے وقت محمد تغلق کو پوشاک پہنا رہے تھے کہ حضرت نے عصر کا وقت جاتے دیکھ کر بادشاہ کو کہا کہ مجھ کو نماز پڑھنے کی اجازت ہو جائے، نماز کے بعد پھر آپ کو پوشاک پہنا دوں گا۔ بادشاہ نے کہا نماز کیسی، پہلے شاہی خدمت بجالاؤ پھر نماز پڑھ لینا۔ حضرت نے بچشم پُر آب سورج کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بادشاہ تو نماز کی اجازت نہیں دیتا، اے سورج تم ہی ذرا ٹھہرے رہو، ایسا نہ ہو کہ میری نماز کا وقت جاتا رہے۔ چنانچہ سورج وہاں ہی کھڑا رہا اور بادشاہ اسی روز سخت بیمار ہو کر تھوڑے دنوں بعد مر گیا اور اس کی جگہ سلطان فیروز شاہ جو حضرت کا معتقد تھا حضرت کے ارشاد کے موافق تخت نشین ہوا۔ حضرت مخدوم پاک کو جو آپ کے پیر و مرشد کا حکم تھا کہ دنیا داروں کی جفا قفا پر صبر کرنا ہو گا چند سال تکلیف اٹھائی اور اپنے حضرت پیر و مرشد کے ارشاد پر عمل کیا۔ آخرالامر جب بادشاہ نے نماز سے بھی روکا تو پھر حضرت نے گھبرا کر بادشاہ کو بددعا دی اور بادشاہ اپنے انجام کو پہنچا۔

اخبار الاخیار اور سنابل میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت مخدوم پاک تنہا اپنے حجرہ شریف میں مشغول بخدا تھے کہ ایک قلندر ترابی نام نے تنہائی کا موقعہ پا کر حضرت کے حجرہ شریف میں گھس کر حضرت کے تن مبارک پر مشغولی کے وقت اس قدر چھریوں کے زخم لگائے کہ خون حُجرہ سے بہتا ہوا باہر نکل آیا۔ حضرت کو مشغولی میں اپنے جسم مبارک کی کچھ خبر نہ تھی آخر حضرت کے ہمشیرہ زادے شیخ مولانا نازین الدین صاحب یہ حال دیکھ کر اس قلندر کو پکڑ کر باہر لے آئے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ جب حضرت عالِم مشغولی کی حیرت سے باہر آئے تو دیکھ کر فرمایا کہ اس قدر زخم مجھے کہاں سے لگے ہیں کہ نوبت غشی تک پہنچی۔ جب حضرت کے زخم باندھے گئے اور حواس درست ہوئے اور درویشوں نے اصلی حال عرض کیا کہ اس قلندر نابکار

کو جیسا ارشاد ہوا اسی طرح کی سزا سے قتل کیا جائے۔ حضرت نے قلندر کو طلب فرما کر زخمی کرنے کا باعث پوچھا تو قلندر نے عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ کی مشغولی کا امتحان لیا ہے، سو بے شک آپ کی مشغولی بحق خدا ہے، مشغولی بخلق نہیں ہے۔ حضرت مخدوم پاک نے فرمایا کہ اس قلندر کو چھوڑ دو کیونکہ اس نے دشمنی کی وجہ سے زخمی نہیں کیا۔ بلکہ اس بیچارے نے میری مشغولی کا امتحان کیا ہے۔ چنانچہ حسب الارشاد قلندر کو چھوڑا دیا گیا اور اس تکلیف اٹھانے کا باعث بھی اپنے مرشد کے ارشاد پر عمل کرنا تھا۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت اپنے سفر نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ درویش مدینہ منورہ میں روضہ مطہرہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر معتکف تھا کہ عالم واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہر دہلی میں ہمارا ایک دوست ہے اس کی خدمت میں سلوک پورا کر کے منشور اجازت حاصل کرلو۔ جب میں عالم واقعہ سے باہر آیا تو میں حیران تھا کہ جب ان کے نام نامی کا مجھ کو پتہ نہیں تو پھر کس طرح میں ان کی خدمت میں جاسکتا ہوں۔ حاصل کلام ...... حسب الارشاد میں ہندوستان کو روانہ ہوا تو راستہ میں دو آدمی ایک شیخ دوسرا پٹھان میرے ساتھ ہو لیے۔ جب نماز کا وقت ہوا ان دونوں نے مجھے امامت کی تکلیف دی۔ جب میں نے نماز کا تحریمہ باندھا میں نے دیکھا کہ بیت اللہ شریف اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے۔ الہام ہوا کہ بیت اللہ شریف کو حضرت مخدوم نصیر الدین روشن چراغ دہلی قدس سرہٗ کی زیارت کے واسطے بھیجا ہے۔ ابھی نماز کا وقت موجود تھا کہ میں حضرت مخدوم پاک کے دربار میں پہنچ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں۔ جب آپ طواف کر چکے تو کعبہ شریف حضرت کے اردگرد قربان ہونے

لگا۔ میں نے اس وقت مخدوم پاک کے پاؤں مبارک پر سر رکھا تو حضرت نے مجھے اٹھا کر سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اے سید! میں دیر سے تمہارا منتظر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حسب الحکم آنحضرت ﷺ کے حاضر خدمت ہو گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ ارشاد مجھ کو بسر و چشم قبول ہے۔ چھ ماہ خدمت مبارک میں حاضر رہا اور میں نے سلوک پورا کیا پھر حضرت نے منشور خلافت سے ممتاز فرما کر رخصت مرحمت فرمائی اور میں حسب الارشاد اپنے وطن قصبہ اوچ کو چلا گیا اور وہاں طالبان حق کی رہنمائی اور تلقین میں مصروف ہوا۔

## حضرت مخدوم اور سماع

مطلوب الطالبین اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک روز کسی درویش نے حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت محمود روشن چراغ چشتیؒ سماع سننے سے کسی قدر انکاری ہیں حضرت محبوب الٰہیؒ کو آپ کے صدق معاملہ اور ارادت و عقیدت پر پوری پوری واقفیت تھی ارشاد ہوا کہ وہ راستی پر ہے۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ مجلس سماع ہو رہی تھی اور قوال نے جب یہ شعر پڑھا

جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی
قلم بر بے دلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی

تو نے کہا کہ عاشقوں پر جفا نہیں چاہتے لیکن جفا تو نے کی ہے۔ تو نے کہا کہ عاشقوں پر قلم نہیں چلاتے لیکن قلم تو نے چلائی ہے

حضرت مخدوم پاک کی جناب پر وجد طاری ہوا۔ ملاّ مغیث شاعر نے اس شعر کی شرح میں ایک رسالہ منکرانہ طور پر لکھا اور اسے مولانا معین الدین عمرانی کے پاس بھیجا۔ مولانا موصوف نے وہ رسالہ حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں بھیج دیا

تو حضرت نے وہ رسالہ دیکھ کر کچھ نہ فرمایا بلکہ مولانا مذکور کو جاتے وقت دستار رخصت تبرکاً مرحمت فرمائی۔

ایک قوال محفل سماع میں یہ رباعی پڑھ رہا تھا

ما طبل مغانہ دوش بیباک زدیم     عالی علمش بر سرِ افلاک زدیم

ترجمہ: میں نے آتش پرستوں کی طرح شوخی سے نقارہ بجایا ہے     برتر علم والے تو آسمان پر بجاتے ہیں

از بہر یکے مغ بچہ میخوارہ     صد بار کلاہ توبہ بر خاک زدیم

میں نے ایک ساقی بچے کے واسطے شراب پی ہے   دستار توبہ کو سو بار زمین پر پٹخا۔

حضرت مخدوم پاک کی جناب پر وجد طاری ہوا اور حاضرین مثل مرغ نیم بسمل پھڑکنے لگے۔ جب مجلس ختم ہوئی تو حضرت مخدوم پاک نے حجرہ شریف کی چھت پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا، کہ ملاّ مغیث شاعر کو بلاؤ۔ حسب الحکم ملا مغیث حاضر ہوا اور شرمسار نیچے کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا ملاّ صاحب میری اس جہالت کی بابت بھی کوئی رسالہ لکھ دو۔ ملاّ صاحب کا رنگ فق ہو گیا اور اپنا سامنہ لے کر گھر چلا گیا اور اس واقعہ کے تین دن بعد فوت ہو گیا۔ حضرت کے سماع سننے اور وجد و احوال کا ذکر رسالہ معراج السالکین میں تفصیل سے درج ہے۔

## کلماتِ طیبات

جوامع الکلم میں حضرت خواجہ مخدوم پاک کی زبان مبارک سے نقل ہے اور وہ گریہ وزاری سے فرماتے ہیں کہ کون ہوں کہ سجادگی کا دعویٰ کروں۔ آجکل یہ سجادگی لڑکوں کا کھیل بن رہی ہے۔ فرمایا کہ اے میر سید گیسودراز تم بھی ساتھ تھے اور

استسقاء باراں کی نماز پڑھی، بہت گریہ وزاری کی لیکن آسمان کی آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا۔ اس وقت ربوبیت کا اتحاد عبودیت کے ساتھ نہ تھا لہٰذا ہماری دُعا والتجا نے کچھ فائدہ نہ دیا تو شرم سار ہو کر واپس آنا پڑا۔ لوگ مجھ کو پشت پناہ جانتے ہیں اور مُقرب درگاہ مانتے ہیں مگر ہم سے کچھ نہ بن پڑا۔ ترش نہ ہونا چاہیے اغلب انبیاء و اولیاء اللہ کی تعلیم کے واسطے نفی ارادہ کی ضرورت ہے۔

۞...... فرمان ہوا، ذات ربی کے مشاہدے کے سوا لوگ کس طرح جیتے ہیں......

چنانچہ خیر المجالس میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت مخدوم پاک کی جناب میں سوال کیا کہ حال کیا ہے اور کہاں سے آتا ہے؟ ارشاد ہوا، صحت اعمال کے نتیجے کا نام حال ہے اور عمل دو قسم پر ہے...... پہلا عمل جوارح جو ہاتھ، پاؤں اور جسم سے تعلق رکھتا ہے اور اسے ہر ایک جانتا ہے دوسرا عمل قلب ہے اور قلبی عمل مراقبہ کو کہتے ہیں۔ وہ اس طرح پر ہے کہ اپنے قلب کو خدا پاک کی جناب کی طرف بہ جمعیت تمام رجوع کر کے یہ جانے، کہ خدا کی ذات پاک حاضر وناظر ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا، اوّل عالم قدس کا نور روح پر چمکتا ہے، پھر دل پر، پھر ہاتھ، پاؤں اور جسم پر اور آدمی کا جسم بھی قلب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جب کسی کے قلب کو حرکت و جنبش ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ اور جسم بھی قلب کے ساتھ حرکت میں آتے ہیں اسی کا نام حال ہے۔

۞...... ایک شخص نے عرض کی عوارف میں صاحب حال کو متوسط لکھا ہے اس کی عبارت اس طرح پر ہے کہ اَلْمُبْتَدِیءُ صَاحِبُ وَقْتِ مبتدی یعنی ابتدائی سالک کو صاحب وقت کہتے ہیں وَالْمُتَوَسِّطُ صَاحِبُ حَالِ اور متوسط یعنی درمیانی سالک کو صاحب حال کہتے ہیں وَالْمُنْتَهِیُ صَاحِبُ اَنْفَاسِ اور منتہی سالک کو صاحب انفاس لکھا ہے۔ حضرت مخدوم پاک نے متأمل ہو کر فرمایا کہ مبتدی کو صاحب وقت

اس واسطے کہا ہے کہ وہ اپنے وقت کو غنیمت جانتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ شاید اس وقت کے بعد مجھ کو فرصت ملے یا نہ ملے۔ اس وقت اس لئے وہ تلاوت، نماز اور ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ جب اپنے وقت کی حفاظت کی اور اس کو پورا استقلال حاصل ہوا تو یقین ہے کہ وہ صاحب حال ہو جائے گا اور بخشش الٰہی نیک عمل اور کسب کا نتیجہ ہے۔ انوار جو عالم قدس سے روح، قلب اور جسم پر جلوہ گر ہوتے ہیں اسکے واسطے ہر وقت پائیداری نہیں۔ اگر ہر وقت یکساں رہے تو وہ سالک مرتبہ حال سے گزر کر صاحب مقام کہلاتا ہے...... اور منتہی کو جو صاحب انفاس لکھا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ سالک منتہی جس بات کو اپنے نفس میں سوچتا ہے وہی ظہور میں آتا ہے یعنی وہ جو چاہتا ہے وہی خدا پاک کرتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سالکان طریقت کے نزدیک ان ہر سہ الفاظ کے اور ہی معنے و مطلوب ہیں۔ مبتدی صاحب وقت وہ ہوتا ہے جس پر حال غالب نہ ہوا ور متوسط صاحب حال وہ کہلاتا ہے کہ جس پر حال غالب ہو کر اکثر اوقات اس کو مغلوب الحال بنائے اور منتہی صاحب انفاس وہ ہے کہ حال اس کے دم کے ساتھ موجود رہے یعنی ایسا وقت اس پر کوئی نہ آئے کہ اس کا دم حال سے خالی نکلے...... پھر آہ بھر کر فرمایا کہ ایسے مردِ خدا کو صاحب وجدان کہتے ہیں کہ اس کا ایک دم بھی ذاتی خوشبو کے سوا نہ گزرے۔

۞...... ارشاد ہوا...... کہ اگر سالک رات کو بھوکا سو جائے اور تمام تعلقات سے اپنے دل کو فارغ کر کے رات بھر مشغول بخدا ہو، اُسی وقت اُس کو مشاہدہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص تعلقات چھوڑ کر دل کو ذات ربی سے علاقہ دے تو فوراً مشاہدہ کا دروازہ اُس پر کھل جائے گا اس میں ذرّا بھی شک نہیں اور پھر یہ شعر پڑھا

نظر در دیدہ ہا نازک فتاد است　　وگرنہ یارِ ما از کس نہاں نیست

ترجمہ: نازک آنکھوں والوں کی نگاہ ہی کمزور ہے ورنہ ہمارا محبوب تو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

فرمایا کہ اس کلام کی اصل نفس کی حفاظت ہے یعنی دم کو روک کر مراقبہ کرے جب دم کو چھوڑا گیا تو جمعیت جاتی ہے اور پراگندگی آتی ہے۔

۞......ارشاد ہوا کہ صوفی وہ ہے جو اپنے دم کو گنتی اور شمار سے نکالے اور اس کا ایک دم بھی غفلت سے ضائع نہ ہو۔ میں کیا کروں کہ آنے والوں کا ہجوم مجھے اس قدر تکلیف دیتا ہے کہ دوپہر کا قیلولہ بھی میسر نہیں ہوتا البتہ رات کو فراغت ہوتی ہے اور آپ سب صاحب جو آنے والوں کے ہجوم سے فارغ ہو، مشغولی سے غفلت کیوں کرتے ہو...... پھر حضرت نے چشم پرآب ہو کر یہ شعر پڑھا

ایں دلو تہی کہ درچہ انداختہ ام
نومید نیم کہ پر برآید روزے

میں اس میں کیا ڈالوں یہ ظرف ہی خالی ہے نا اُمید نہیں ہوں کہ کسی روز بھر جائے گا۔

مشغولی کی بابت فرمان ہوا کہ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو کر قلب کو خدا پاک کی ذات سے لگا دے کر تمام تعلقات علوی و سفلی سے فارغ ہو کر مشغول ہونا چاہیے تو پھر اسی وقت دیکھ لو کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔

۞......فرمان ہوا کہ صوفی کو کل علائق ترک کرنے کے واسطے اپنے ہاتھ، پاؤں اور سر کاٹ دینا چاہیے۔ جب یہ فعل کرنا ناممکن ہے اور بہت سے ثواب و عمل و کسب سے محروم ہونا پڑتا ہے تو اس کے عوض میں حضرت صوفی جو آستین اور دامن کوتاہ رکھتے ہیں اس سے ہاتھ پاؤں کاٹنے سے مراد لیتے ہیں یعنی ہاتھ کو نامشروع چیز سے نہ لگائے ظاہری اور خیال کے پاؤں سے نہی اور ناواجب چیزوں کی طرف میل اور

رجوع نہ کرے اوراس کے بال مُنڈانے ،اپنے سرکو کاٹ دینے سے مراد ہے کہ حق تعالیٰ کے راستہ میں اوّل قدم میں اپنے سرکو کاٹ دینا مراد ہے۔

۞......سوال ہوا" جَاهِدُوْا فِيْنَا " (ترجمہ:جدّ وجہد کرتے ہیں ہماری خاطر) (اَلْعَنْكَبُوت : ٦٩) اور" وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ " (ترجمہ: جدو جہد کرو اللہ کی راہ میں) (اَلْحَج: ٧٨) کے کیامعنے ہیں؟۔

فرمان ہوا:

جَاهَدُوْا فِيْنَا اَیْ لِاَجَلِنَا...... ہمارے لئے جہاد کرو۔

یعنی خدا کے راستہ میں مجاہدہ کرو نہ اپنے ثواب اور فائدہ کے واسطے...... یا اس کے یہ معنے ہیں کہ جہاد اصغر سے گزر کر جہاد اکبر کی طرف رجوع کرو یعنی اپنے نفس سے جنگ اور مخالفت کرو...... یا یہ کہ ظاہر جسمانیت سے گزر کر اپنی روحانیت میں ذکر خفی سے مشغول ہونا چاہیے

جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ اِلَّا لِجَلَالِهٖ

ترجمہ: اللہ کی لیے جہاد کرو۔

یعنی اسم سے گزر کر مسمّٰی میں آنا چاہیے...... یا علم سے گزر کر جس کو اسم الظاہر کہتے ہیں علیم میں داخل ہونا جس کو اسم الباطن کہتے ہیں مراد ہے۔جسم اور روح کو عالم ملکوت اور ناسوت میں چھوڑ کر عالم جبروت اور سیر فی اللہ اور ممتنع الوجود کی منزل میں ٹھہرنے سے مراد ہے۔فی کے کلمہ میں نہایت اتصال اور قرب ہے کہ لام برائیہ میں وہ اتصال پایا نہیں جاتا۔خوفِ دوزخ اور امیدِ بہشت سے مجاہدہ کرنے کا م جَاهَدُوْا فِيْنَا ہے اور محبت اور عشقِ خدا کے واسطے خالصاً للہ مجاہدہ کرنے کو جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ کہتے ہیں اور یہ مجاہدہ کرنا چاہیے کیونکہ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

ترجمہ: جدو جہد کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ حق ہے جدو جہد کا۔ (الحج:۷۸) حکم ہوا ہے۔

۞......فرمان ہوا کہ نیک اعمال کا قبول ہونا جذبے پر موقوف ہے۔ جس عمل کے ساتھ جذبہ نہیں ہے وہ نامقبول ہے اور جذبہ کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں خواہ طفولیت میں ہو، یا جوانی کی عمر میں یا پیری کے وقت ظہور میں آئے۔ جذبہ کے معنی ہیں خدا پاک کی ذات کی طرف کشش ہونا اور اس کی دو اقسام ہیں ایک جذبہ عوام ہے یہ نیک اعمال کی توفیق سے مراد ہے......دوسرا جذبہ خاص وہ ہے کہ کل اشیاء موجودہ ممکنہ سے انقطاع کر کے خدا کی جناب کی طرف متوجہ ہو جائے۔

اَلرَّجُوْعُ اِلَی اللّٰهِ وَالْاِنْقِطَاعُ مَاسِوَّی اللّٰهِ

ترجمہ: اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اس کے غیر سے منقطع ہونا۔

۞......عرض کیا گیا کہ رات کا پہلا حصہ اچھا ہے یا دوسرا حصہ افضل ہے

فرمان ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام گنج شکرؒ فرماتے ہیں

فریدا پہلی راتیں بور ہے پھل ہے پچھلی رات
جاگن گے سو لین گے مولا سندی ذات

عرض کیا کہ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ

ترجمہ: میں نے اپنے رب کو بڑی سوھنی صورت میں دیکھا ہے کے کیا معنے ہیں؟......

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حسن صورت کی بابت جو شب معراج میں ہمیشہ کی نسبت زیادہ تر تھا اور ظاہری جمال آپ کا ترقی پر تھا۔ معنی سیدی و صاحبی کے ہیں، جس سے مراد حضرت جبرائیل کی ہے۔ دیکھا میں نے اپنے ہمراہی اور یار کو یعنی جبرائیل کو معراج کی رات کہ نہایت خوبصورت وحسین ہے۔ عرض کیا۔ کہ اس حدیث اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ

السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے ) میں صورت کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا اس کے یہ معنے ہیں کہ میں نے آدم کو پیدا کیا اس کی صورت پر جو دوسروں میں وہ صفت پائی جاتی تھی کیونکہ ہر ایک انسان پہلے طفل پھر جوان پھر بوڑھا ہوتا ہے اور آدم علیہ السلام اپنی ایک ہی صورت پر تھے۔ یعنی شروع خلقت سے آخر تک ایک ہی قد و جسمانیت پر رہے۔ دن کی طرح مختلف حالتوں کا اُن پر استحالہ نہیں گزرا۔

## کشف و کرامات

حضرت سید محمد مبارک المشہور بہ میر خورد جو حضرت محبوب الٰہی کے مرید مقبول ہیں اپنی کتاب سیر الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دُعا گو، سید عماد الدین اور سید نور الدین، حضرت مخدوم پاک کی قدم بوسی کے واسطے گئے اور راستہ میں یہ ارادہ فرمایا کہ اگر حضرت مخدوم پاک صاحب کشف ہیں تو ہم کو شیرینی کھلائیں گے۔ جب ہم قدم بوسی سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے ارشاد ہوا کہ ان کو شربت پلاؤ، حسب ارشاد ہم تینوں نے شربت پیا پھر ارشاد ہوا کہ شیرینی لاؤ۔ ہم سب نے عرض کیا کہ شربت پی چکے ہیں ارشاد ہوا کہ وہ شیرینی کھانے کی ہے۔ ایک روز مجھ کو شیخ عزیز الدین نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مخدوم پاک کی قدم بوسی کے واسطے گیا قدم بوسی کے بعد حضرت نے محبت سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ...... میں حسب الارشاد بیٹھ گیا۔ حضرت مخدوم پاک نے میرے بیٹھے بیٹھے ایک عریضہ لکھ کر لپیٹ کر میرے حوالے کیا کہ اسے میرے پیر دستگیر محبوب الٰہی کے مزار مبارک میں پہنچا دو۔ میں آداب بجالا کر واپس چلا آیا۔ راستہ میں میرے دل میں خیال گزرا کہ خط کو کھول کر دیکھوں اس میں کیا لکھا ہے...... پھر میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ خیانت کاری ہے۔ حضرت محبوب

الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ عریضہ گزار کر پھر اگر دیکھ لونگا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ میں نے وہ عریضہ مبارک حضرت محبوب پاک کے روضہ مطہرہ پر رکھ دیا۔ پھر جب میں نے کھول کر دیکھا سفید کاغذ تھا اس پر کچھ بھی نہ لکھا ہوا تھا

خواجہ خیر الدین کافور خدمت گار خاص کی زبانی نقل ہے کہ شیخ قوام الدین مرید خاص حضرت مخدوم پاک نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مجھ کو ایک ایسی مشکل پیش آئی کہ میرے گھر بار کا سارا اسباب سرکار میں ضبط ہو گیا۔ میں نے حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ حضرت میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں جب میں قدم بوس ہو کر بیٹھ گیا حضرت نے یہ رباعی پڑھی

دُنیا چو مقدرش نخروشی بہ رزق تو رسد بوقت کم کوشی بہ

جو دنیا میں تیرا نصیب ہے، اس کی فریاد نہ کر تیرا رزق وقت پر ملے گا، اسکے لیے کوشش نہ کر

چیزے کہ نمی خرند نفروشی بہ گفت تو کہ نشنوند خاموشی بہ

جو چیز تو نے خریدی نہیں، اسے فروخت نہ کر جو بات تو نے سنی نہیں، وہ بات نہ کر

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ مولانا معین الدین عمرانی کو حضرت مخدوم پاک کی جناب میں چنداں اعتقاد نہ تھا۔ مولانا صاحب کو دیر سے دق کی بیماری لاحق تھی ہر چند معالجہ کیا فائدہ نہ ہوا۔ ایک روز حضرت سید صدر الدین طبیب دلہا نے جو مولانا صاحب کے شاگرد اور حضرت مخدوم پاک کے خلیفہ اعظم تھے مولانا صاحب کو کہا کہ کسی وقت حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال بیان کرو...... مولانا صاحب نے کہا کہ حضرت صاحب پر میرا چنداں اعتقاد نہیں ہے۔ آخر چار و ناچار ایک روز حضرت طبیب دلہا مولانا صاحب کو حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں

اپنے ہمراہ لے گئے۔ جب مولانا صاحب بیٹھ گئے تو حضرت نے باورچی کو فرمایا کہ کچھ کھانا بھی اسوقت موجود ہے؟۔ باورچی نے عرض کیا چاول اور دہی موجود ہے حضرت نے فرمایا جو ہے لاؤ۔ کھانا لاکر مولانا صاحب کے آگے رکھا گیا تو مولانا صاحب کو تردد ہوا۔ اگر حضرت صاحب کشف ہوتے تو یہ کھانا جو میری طبع کے بالکل مخالف ہے کبھی نہ دیتے مگر پاس ادب کے لحاظ سے مولانا صاحب نے چند لقمے کھائے تو کھانسی پہلے سے زیادہ شروع ہوگئی تو حضرت نے فرمایا کہ مولانا صاحب کے پاس پیکدانی رکھ دو۔ کھانسی کے بعد مولانا صاحب کے منہ سے قدرے بلغمی مادہ نکلا اسی وقت کھانسی اور دق سے مولانا صاحب نے آرام پایا اور مولانا صاحب خدمت مبارک میں مرید ہوئے۔

حضرت مخدوم مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ تحفہ نصیریہ میں لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں اپنا تمام اساس البیت غربا و مساکین پر تقسیم کر کے تارک ہو بیٹھا، اس زمانہ سے پہلے ایک شخص مجھ سے ایک گھوڑا لے گیا ہوا تھا اور یہ درویش حضرت مخدوم پاک کی جناب کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو چکا تھا۔ چند ماہ کے بعد حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کا دن آیا تو حضرت مخدوم پاک نے فرمایا آج عرس کا دن ہے اور حضرت پیر دستگیر کی روح پاک کے ایصال ثواب کے واسطے عمدہ کھانا پکایا جائے۔ لنگر کے منتظموں نے عرض کیا کہ آج خانقاہ شریف میں کھانا پکانے کے واسطے کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اتفاقاً اسی روز وہ شخص جو عاریتاً (مانگ کر) مجھ سے گھوڑا لے گیا تھا گھوڑا لے کر آ گیا، میں نے وہ گھوڑا اس سے لے کر حضرت مخدوم پاک کی جناب میں پیش کیا تو آپ کے حسب الارشاد اُس گھوڑے کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے حسب منشاء طعام پکایا گیا۔ حضرت پیر دستگیر مخدوم نے اس دُعا گو

کے حق میں کمال لطف سے دُعائے خیر فرمائی کہ خدا پاک تیری اولاد کو امیری وفقیری دونوں عطا کرے اور تمہاری اولاد کو خدا پاک کسی کی محتاجی سے محفوظ رکھے۔ باوصف امیری کے ترک اور تجرید اور محبت خدا کی یہ صفتیں تمہاری اولاد کے دل میں ہمیشہ قائم رہیں گی...... دُعا گو نے حضرت مخدوم کے پاؤں مبارک پر سر رکھ کر شکریہ ادا کیا۔

## جبہ چشتی نہ دینے کی وجہ

جب حضرت مخدوم پاک کے وصال کے دن قریب پہنچے تو مرض کی حالت میں حضرت نے وصیت فرمائی کہ ''جبہ چشتی'' کو کفن کے اندر میرے سینہ پر رکھ دینا اور کلاہ و دستار میرے سر پر باندھ دینا اور عصا میرے ساتھ لحد میں رکھ دینا اور نعلین چوبی عطیہ پیرو مرشد سر کے نیچے رکھ دینا اور مصلیٰ میری نعش پر بچھا دینا اور پھر مجھ کو دفن کر دینا۔ خلفاء نے اس وصیت سے متحیر ہو کر عرض کیا کہ حضرت مخدوم قبلہ عالم جس طرح پہلے یہ تبرکات پیران چشت میں دست بدست چلا آرہا ہے آپ بھی اپنے خلفاء میں سے جس کو لائق تصور فرمائیں یہ تبرکات مرحمت فرمادیں خصوصاً ''جبہ چشتی'' یہ آسمانی تبرک ہے جو معراج کی رات میں آنحضرت ﷺ کو پہنایا گیا تھا۔ اس تبرک پاک کا زمین پر موجود رہنا ضروری ہے۔ حضرت مخدوم پاکؒ نے فرمایا اس وقت میری طبیعت پر لوگوں کی طرف سے اکثر نسیان ہے تمام خلفاء کی فہرست لکھ کر میرے روبرو پیش کرو اگر میں کسی کو لائق دیکھوں گا تو یہ ''جبہ چشتی'' اس کو دیا جائے گا۔ فہرست تیار کی گئی فہرست میں پہلا نام میر سید احمد گیسو دراز کا تھا آپ نے فرمایا جب فہرست کے شروع میں غیر شرع آدمی کا نام ہے تو نیچے کے خلفاء پر مجھ کو چنداں اعتبار نہیں ہے۔

آپ نے ''جبہ چشتی'' دینے سے انکار کر دیا تو میر سید احمد گیسو دراز نے رو کر عرض کی کہ مخدوم قبلہ اس دُعا گو کے اس وقت کی حالت آپ پر آگاہ ہیں کہ میں اس وقت سخت مغلوب الحال تھا اور اختیار کی باگ میرے ہاتھ میں نہیں تھی۔ حضرت نے فرمایا آپ عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ (ترجمہ: اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) کے معنے بھول گئے۔ میر سید احمد گیسو دراز چپ ہو گئے تو باقی برادران طریقت نے میر صاحب سے نامشروع کام کی بابت پوچھا تو میر صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مغلوب الحالی کے باعث تحیتہ المسجد کے نفل مجھ سے پڑھے نہیں گئے جس کی بابت حضرت پاک کو آج تک مجھ پر اعتراض ہے۔

## وصال

سیر الاولیاء کی تحریر کے مطابق حضرت مخدوم پاک کا وصال ۱۷، رمضان ۷۵۷ ہجری میں ہوا۔ حجرہ شریف کے قریب جو جگہ آپ نے پسند فرمائی ہوئی تھی وہیں مدفون ہوئے۔

رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَ عَلٰى اِتۡبَاعِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اُن پر اور اُن کے تمام پیروکاروں پر۔

گریہ وزاری اور کفن دفن کے بعد جس چارپائی پر حضرت مخدوم پاک بیماری کی حالت میں استراحت فرمایا کرتے تھے میر سید احمد گیسو دراز نے اس کا بان اتروا کر جبہ چشتی کی طرح اپنے گلے میں ڈال کر رقص کیا اور فرمایا کہ میرے حضرت پیر دستگیر کا عطا فرمودہ ''جبہ چشتی'' یہی ہے۔

۞۞۞۞

# حضرت بابا تاج الدین سرور چشتی رحمۃ اللہ علیہ

پیر اجمل چشتی کی کتاب تاج العارفین کے مطابق حضرت بابا تاج الدین سرور شہید چشتی فاروقیؒ ہیں۔ حضرت شیخ بابا تاج الدین سرور شہید چشتیؒ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے پوتے اور حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ کا سلسلہ سترہ واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ حضرت بابا تاج الدین سرور چشتیؒ کی ولادت باسعادت کسی خاص تذکرے ونسب نامہ میں درج نہیں ہے البتہ خاندانی روایات وملفوظات کے سیاق و سباق اور بلوغت عمر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا سن ولادت ۶۴۳ ہجری یا ۶۴۴ ہجری ہے اور اس معتبر روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے برادر خورد حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ اپنی والدہ محترمہ حضرت بی بی قرسم خاتونؒ کو پاک پتن شریف لانے کی غرض سے ۶۴۳ ہجری میں کھتوال تشریف لے گئے تھے۔ لہٰذا اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مائی صاحبہؒ کو شیخ بدر الدین سلیمانؒ کی شادی میں شمولیت کیلئے یا ان کے فرزند اول حضرت شیخ تاج الدین سرورؒ کی ولادت باسعادت پر بلایا گیا تھا۔

## تعلیم وتربیت

پاک پتن شریف میں شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ

اللہ علیہ کی خانقاہ عالیہ علم وعرفان کی عظیم درسگاہ جہاں ملک کے گوشہ گوشہ سے طالبان حق اپنی علمی، دینی اور روحانی تکمیل کی خاطر جوق در جوق حاضر ہو کر فیض یاب ہو رہے تھے اوراسی مرکز انوار و منبع اسرار سے طہارت قلبی، بصیرت باطنی اور خدا شناسی کی دولت لازوال لے کر برصغیر ہند کے طول وعرض میں تبلیغ و ہدایت کے چراغ روشن کرر ہے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ (ترجمہ: علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں) علماء سے مراد یہاں اولیاء اللہ ہیں جن کی تعریف قرآن پاک میں یوں کی گئی ہے:

اَلاَ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْن (یونس:٦٢)

ترجمہ: بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہی وہ جماعت ہے جس کی وضاحت قرآن پاک میں اس طرح کی گئی ہے (ترجمہ: تم میں سے ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے بھلائی کا حکم دے اور بدی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں) اس جماعت سے مراد بھی اولیاء اللہ ہیں دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ان سے بہتر کسی نے سرانجام نہیں دیا۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ اس جماعت کے سرخیل تھے اور پاکپتن شریف مرکز علوم ظاہری و باطنی تھا جہاں بادشاہ علماء اور صوفیاء سب فیضان حاصل کر رہے تھے۔ یہاں فیضان نظر بھی تھا اور مکتب کی کرامت بھی ہے۔ جہاں ایک عالم فیض حاصل کر رہا تھا وہاں اپنے جگر گوشے کیونکر فیض یاب نہ ہوتے۔ بیٹے بھی اور پوتے بھی اپنا اپنا نصیب لے رہے تھے۔ حضرت شیخ تاج الدین سرور غریب

پروردؒ نے بھی اسی درسگاہ بلند پایہ میں اپنے دادا بزرگوار، اقلیم علم وعرفان کے تاجدار شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے علوم ظاہری و باطنی پر مکمل عبور حاصل کیا اور سلوک و معرفت کے ارفع واعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے۔

## جذبہ جہاد

حضرت شیخ تاج الدین سرور شہیدؒ اپنے محترم چچا حضرت شیخ نظام الدینؒ کی طرح غیر معمولی بہادر، حوصلہ مند، جوان اور جذبہء جہاد وشیوۂ شہادت کے پیکر اطہر تھے۔ ان کے احوال وافکار میں دینی حمیت و غیرت فقر کے اوضاع واطوار بتمام و کمال پائے جاتے تھے۔ علمائے کرام اور حفاظ کرام کی بڑی تعداد ان کی مجاہدانہ شان وشوکت اور ہمت و شجاعت پر فریفتہ وگرویدہ تھی۔ حضرت گل محمد چشتی شیرویؒ لکھتے ہیں کہ ''او بادشاہ ظاہر و باطن بود'' (وہ ظاہر و باطن کے بادشاہ تھے) یقیناً وہ ظاہر و باطن کے بادشاہ بھی تھے اور جہاد و مجاہدہ کے بھی سلطان تھے۔ ان کے بابا حضرت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اور خود انہوں نے بھی صحرا کو بطور جولان گاہ منتخب فرمایا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

وہ نسبت حیدری و کراری کے علم بردار تھے قال وحال کا عملی پیکر تھے وہ خانوادۂ فریدیہ کے گوہر آبدار اور دودمان بدریہ کی آنکھوں کا تارا تھے۔

## دعوت و تبلیغ

تحصیل علوم و تکمیل سلوک کے بعد شیخ الشیوخ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج

شکرؒ نے اپنے نورِ نظر حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ کو خرقۂ خلافت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ حضرت باباؒ کا دستور تھا کہ اپنے خلفائے مجاز کی روحانی تکمیل کے بعد انہیں اشاعت دین اور تبلیغ و تلقین کے لیے دیار ہند میں کوئی خاص علاقہ یا مقام تفویض فرماتے اور اپنی خانقاہ میں خدمات لینے کی بجائے ظلمت کدۂ کفار میں شمع اسلام فروزاں کرنے کی ہدایت فرماتے۔ اسی مقدس فریضہ کو ادا کرنے کے لیے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ دہلی میں...... مخدوم الکاملین حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ ہندوؤں کے مذہبی مرکز ''ہردوار'' کے جوار میں...... حضرت منتخب الدین زری زربخشؒ دیوگر دکن میں...... قطب عالم حضرت جمال الدین ہانسویؒ مشرقی پنجاب کے شہر ہانسی میں...... حضرت امام علی الحق شہیدؒ سیالکوٹ میں...... اور دوسرے بہت سے خلفائے کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین مختلف مقامات پر تشریف لے گئے۔ پاک پتن شریف کا مشہور واقعہ ہے کہ لکھنو کے ایک عالم و فاضل حضرت شیخ حمیدؒ شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی خدمت میں رہا کرتے تھے، جب ان کی روحانی تربیت مکمل ہوگئی تو حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''شیخ حمید تم اندر پت جاؤ اور وہاں جا کر رہو، اس لیے کہ تم اس زمانے میں ستارے کی مثل ہو لیکن ستارہ جب چاند کے سامنے ہو تو روشنی نہیں دیتا۔''

صدہا سال سے سینہ بسینہ منتقل ہونے والی روایات میں ایک فقرہ آج تک محفوظ چلا آ رہا ہے کہ حضرت باباؒ نے خطہء راجپوتانہ (موجودہ بھارتی صوبہ راجستھان اور ڈویژن بہاول پور پاکستان) کا عہدۂ نیابت و منصب ولایت عطا فرماتے ہوئے حضرت شیخ تاج الدین سرور شہیدؒ کے سر مبارک پر اپنا دست شفقت

رکھتے ہوئے فرمایا کہ ’’بیٹا تم شیر ہو اور شیر جنگلوں میں رہتے ہیں۔‘‘

ہوائے بیاباں سے ہوتی ہے کاری
جواں مرد کی ضربت غازیانہ

اس ایک فقرہ میں سینکڑوں ارشادات وسرِّ نہاں تھے۔ مستقبل کی نشان دہی کر دی گئی تھی کہ پوری زندگی عزیز واقارب سے دور صحرا میں بسر ہوگی وطن واپسی فائدہ مند نہ ہوگی...... کفار ومشرکین سدّ راہ ہوکر رشد وہدایت کے میدان میں رکاوٹیں پیدا کریں گے...... شمشیر بکف وکفن بردوش ہوکر رہنا پڑے گا...... مصائب ومشکلات کو خندہ روی سے برداشت کرنا ہوگا...... ذات حق پر کامل بھروسہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وشفاعت پر نظر رکھنا ہوگی...... قوت بازو وحرارت ایمانی سے راہیں کشادہ ہوں گی...... ریاضت ومجاہدہ کے معمولات برقرار رہیں گے...... نامعلوم چشم بینا وقلب منور نے کیا کیا پیغامات وصول کیے اور سعادت مند فرماں بردار پوتے نے سرِ تسلیم خم کردیا۔

## حلقہ ءِ تبلیغ

پاک پتن شریف کے جنوب میں ساٹھ میل کی مسافت پر دریائے ستلج کے بائیں کنارے ایک قلعہ کہنہ میں شیخ الشیوخ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی معروف خلوت گاہ تھی جہاں ۶۳۳ ہجری سے ۶۴۲ ہجری تک آپ قیام فرما رہے تھے۔ راجپوتانہ کی شمالی سرحد پر تبلیغی نقطہ نظر سے یہ مقام بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ شکر و نمک کی کرامت دیکھ کر مسلمان ہونے والا سوداگر اسی مقام پر محو خواب تھا، دریا کا پانی اس قلعہ کی شمالی وغربی فصیلوں سے چھوتا ہوا گزرتا تھا اور اس کے وسط میں پیلو کے

سایہ دار درخت مکمل یکسوئی و خلوت کے آئینہ دار تھے۔ایک زاہد و پرہیز گار ہستی کے لیے ایسی فرحت بخش جگہ پر وضو و طہارت کے مواقع ہمہ وقت میسر تھے۔راجپوتانہ کے بہت سے قبائل اسی مرکز تبلیغ پر حضرت بابا نظام الدینؒ کی مساعئ جمیلہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے مگر ترویج اسلام و تعمیر ملت کے لیے اس حلقہ میں مزید کام کرنے کی ضرورت تھی ۔نو مسلم قبائل کی دلی تمنا تھی کہ حضرت باباؒ کے خاندان سعادت نشان کا کوئی فرد عظیم امور شریعت و طریقت کی راہنمائی کے لیے ان کے درمیان رہے۔

حضرت شیخ تاج الدین سرورؒ کی ذات اعلیٰ صفات میں صحرائے راجپوتانہ کے مصائب و مشکلات برداشت کرنے کی ہمت و صلاحیت موجود تھی اور شیخ شیوخ العالم حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مکمل یقین و اعتماد تھا کہ تبلیغ دین کا مقدس فریضہ جس مجاہد ملت و دین کو سونپا جا رہا ہے وہ اسے کما حقہ' ادا کرنے کے لیے اپنی جان و مال تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔دادا بزرگوارؒ نے اپنے نامور پوتے کو علماء و حفاظ کی کثیر تعداد اور باشندگان اجودھن (پاک پتن شریف) و گردونواح کی بھاری جمعیت کے ساتھ برکنار ''آب رواں'' اپنی پسندیدہ قیام گاہ پر آباد ہونے کا حکم دیا۔

## تقسیم خاندان

حضرت باباؒ کی حیات طیبہ میں حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ سجادہ نشین اول کی اولاد امجاد ابتداءً تین مقامات پر تقسیم ہوگئی۔ان کے فرزند اول حضرت شیخ تاج الدین سرور شہیدؒ اور فرزند دوم حضرت شیخ محمد شہیدؒ پاک پتن شریف کے نواح میں موجودہ مقام چشتیاں شریف پر رونق افروز ہوئے ......فرزند سوم حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ

علیہ کھائی کھچیاں میں تشریف لے گئے ...... فرزند چہارم حضرت شیخ علاؤالدین یوسف المعروف موج دریاؒ سجادہ ہوئے ...... فرزند پنجم حضرت شیخ مجدالدین مودودؒ و فرزند ششم حضرت احمدؒ پاک پتن شریف میں تشریف فرما رہے۔

ان تمام حضرات کے مزارات عالیہ بھی مقامات متذکرہ پر ہیں۔

اجودھن میں سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی تشریف آوری کے وقت نہ صرف حضرت شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے چھ میں سے تین فرزندان رشید مختلف مقامات تبلیغ پر فائز ہو چکے تھے بلکہ حضرت شیخ مولانا شہاب الدین گنج علمؒ کے چھ میں سے تین فرزندان سعید بھی عاقل و بالغ فرائض تبلیغ سنبھالنے کے اہل تھے اور ان کے چوتھے بیٹے حضرت شیخ محمد خرد رحمۃ اللہ علیہ بھی سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔

شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے بعد ان کے فرزندان گرامیؒ و خلفائے کرامؒ کی مانند ان کے پوتوں نواسوں اور آئندہ نسلوں نے تبلیغ اسلام و ترویج سلسلہ کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اجودھن کے سرچشمہ روحانیت سے فیضیاب ہونے کے بعد انہوں نے برصغیر کے اہم مقامات کو اپنی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور مخلوق خدا کی اصلاح کرنے اور اخلاق سنوارنے میں ایک مدت تک سرگرم عمل رہے، ان کی کرامات وملی خدمات سے ایک زمانہ آشنا ہے۔ حضرت امیر خورد کرمانیؒ نے اپنی نگارشات میں ان کے روحانی کمالات کا اعتراف کیا ہے، مگر طوالت مضمون کے خوف سے بعض پوتوں کے ذکر خیر سے صرف نظر کر گئے ہیں۔

انہوں نے اپنی تصنیف لطیف سیر الاولیاء میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی خانقاہ سعادت گاہ سے فیضیاب ہونے والے چند پوتوں اور

نواسوں کے مختصر حالات رقم کرنے پر اکتفا کیا ہے اس حقیقت کو وہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "آپ کے (یعنی حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے) پوتے اور نواسے اس کثرت سے ہیں کہ مشرق سے لے کر مغرب تک عالم کو گھیرے ہوئے ہیں اور دنیا کا ہر گوشہ ان کے قدموں کے نور سے منور ہے اور زمانے کو اپنی حمایت میں لئے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے چند صاحبزادوں، پوتوں اور نواسوں کے مناقب و کرامات کا تذکرہ اس کتاب (سیر الاولیاء) میں لکھا جاتا ہے ان میں سے بعض سلطان المشائخؒ کی زیرنگرانی پرورش پاتے رہے یا راقم الحروف ان بزرگوں میں سے جن کی خدمت میں رہا ہے۔"

فاضل گرامی جناب خلیق احمد نظامی تحریر فرماتے ہیں:

It seems that the Shaikh's family has considerable increased in the last year of his life and consisted of a large number of sons, daughters, grandsons and grand daughters.

Some of his grandsons had left Ajodhan during his life time and settled at different places the vicinity".

ترجمہ: "ایسا معلوم ہوتا کہ زندگی کے آخری ایام میں (حضرت) بابا صاحب رحمۃ اللہ کا کنبہ بہت بڑھ گیا تھا، جن میں لڑکے لڑکیاں، پوتے پوتیاں شامل تھیں۔ آپ کے کچھ پوتے آپ کی زندگی میں اجودھن چھوڑ کر اس کے قرب و جوار میں جا بسے تھے۔"

## لقب سرور کی وجہ تسمیہ

متقدمین مشائخ کرامؒ کے اسمائے گرامی میں ان کا لقب مبارک متصل تحریر کیا

جاتا ہے۔ تاریخ ملفوظات میں اگر اختصار انشاء مقصود ہو تو محض لقب مبارک پر بھی اکتفا کیا جاتا ہے۔ مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے القابات عالیہ میں ان کے اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ جلوہ نما ہوتے ہیں اور بعض اوقات اسم سے زیادہ لقب مشہور ہو جاتا ہے۔ شیخ شیوخ العالم حضرت بابا حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لقب عالی مسعود ہے۔ آنجناب کئی بار اپنے آپ کو ''بندۂ مسعود'' فرما کر متکلم ہوئے۔ آپ کے برادر بزرگ حضرت شیخ اعز الدین ملقب بہ محمود تھے اور برادر خورد حضرت شیخ نجیب الدینؒ کا لقب متوکل تھا۔

منقولات و معقولات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ تادم زیست جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا کرتے رہے اور لشکر اسلام کی سیادت و قیادت کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ اس لیے شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے اپنے نور باطن سے مستقبل شناسی فرماتے ہوئے انہیں اوائل عمر میں ''سرور'' کے لقب سے سرفراز فرما دیا تھا اور وہ تاریخ کے صفحات پر ''حضرت تاج سرور'' کے اسم مبارک سے مشہور ہوئے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ کے لشکر میں علماء و حفاظ کی کثیر تعداد تھی جنہوں نے کلام پاک پڑھنے کے لیے آیات کریمہ آپس میں تقسیم کی ہوئی تھیں۔ جب ختم قرآن مجید مقصود ہوتا ہر فرد اپنے ذمہ مخصوص آیات قرآنی کا ورد کرتا اور چند ساعت میں قرآن پاک کا ختم شریف مکمل ہو جاتا۔ حضرت شیخ کا معمول تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ یا تبلیغی دورہ پر روانہ ہوتے وقت کلام اللہ کا ختم شریف کراتے۔ چنانچہ حضرت مولانا گل محمد شیروی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ تاج الدین سرور بن حضرت شیخ بدر الدین سلیمان بن حضرت

گنج شکر رحمۃ اللہ علیہما ظاہر کے اور باطن کے بھی بادشاہ تھے۔ جب وہ کسی جانب لشکر کشی فرماتے تو ان کے ساتھ خدام و علماء و حفّاظ کا جمِ غفیر ہوتا اور آپ انہیں کلام پاک کی تلاوت کا حکم فرماتے۔ چنانچہ وہ کثیر تعداد علماء و حفّاظ ایک ایک آیت پڑھ کر بہت کم وقت میں تلاوت کلام مجید مکمل کر لیتے۔''

## معرکہء جہاد

بہاول پور گزیٹر میں جہاد کا یہ واقعہ اختصار کے ساتھ لکھا ہوا ہے مگر زبانی روایات میں بہ وضاحت بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں نے مجاہدین سے کئی بار شکست کھانے کے بعد ایک مرتبہ بھاری جمعیت کے ساتھ ان کی رہائش گاہ (چشتیاں شریف) پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور وہ ''نقارے والی جنڈی'' کے میدان میں (جو چشتیاں شریف سے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلہ پر ہے اور اس وقت چک نمبر ۴۵ نہر فتح واہ میں اقوام کھچی کی ملکیت کے قریب ہے) جمع ہونے لگے۔ نو مسلم ارادت مندوں کی معرفت حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ کو ہندوؤں کی جنگی تیاریوں کا علم ہو گیا اور انہوں نے اپنی جماعت کو بھی تیار رہنے کا حکم دیا۔ مجاہدین نے باہم صلاح و مشورہ کر کے حضرت شیخؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم ان کے حملے کا انتظار کئے بغیر خود ان کے سر پر پہنچ جائیں اور اچانک حملہ کر کے انہیں منتشر کر دیں۔ اس تجویز پر سب نے اتفاق کیا اور چند نوجوانوں کو رہائش گاہ کے قلعہ کی حفاظت پر مامور کیا گیا اور مجاہدین کا لشکر اسلحہ جنگ سے لیس ہو کر اسی مقام کی جانبِ روانہ ہو گیا جہاں کفاران پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔

حضرت شیخؒ نے اس معرکۂ جہاد پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے ایک خلیفہ

معتمد و خادم خاص کو اپنی رہائش گاہ پر بطور محافظ متعین کیا اور فرمایا کہ جنگ میں فتح و شکست دونوں باتوں کا امکان ہوتا ہے لہٰذا قلعہ کے تمام محافظ و پہریدار ہمارے لشکر کی واپسی کے وقت اس کے علم پر نگاہ رکھیں۔ اگر علم نظر نہ آئے تو آنے والے لشکر کو دشمن کی فوج سمجھیں اور تمام آبادی کو دشمنوں کی آمد سے آگاہ کر دیں تا کہ ہر شخص اپنے تحفظ و دفاع کی تدابیر اختیار کر لے۔ اس تلقین کے بعد حضرت شیخؒ مجاہدین اسلام کی کثیر تعداد کے ساتھ منزل مقصود کی جانب روانہ ہو گئے اور کفار کے جم غفیر پر حملہ آور ہوئے۔ اس غیر متوقع حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے ہزاروں دشمنان دین لقمہ اجل بنے، بے شمار زخمی ہوئے اور بقیہ نے راہ فرار اختیار کی۔

لشکر اسلام فتح یاب ہو کر چشتیاں شریف کی جانب آ رہا تھا کہ باشندگان دیہہ کی نگاہیں ان کی راہوں پر لگی ہوئی تھیں۔ تیز رفتار شہسوار فتح و نصرت کی نوید لے کر اپنی رہائش گاہ کی جانب دوڑے مگر بے انتہا مسرت و انبساط میں حضرت شیخ کے احکامات کو یاد نہ رکھ سکے۔ علم بردار بڑے لشکر کے ہمراہ تھا اور وہ سب پیچھے آ رہے تھے۔ قلعہ کے محافظ و پہریدار چوکس تھے انہیں پیش رو دستوں میں مجاہدین کا علم نظر نہ آیا تو وہ آنے والے سواروں کو دشمن کا لشکر سمجھے اور قلعہ میں مجاہدین کی شکست کا اعلان کر دیا۔

محافظوں کی قلیل تعداد کے پیش نظر تمام آبادی نے قلعہ چھوڑ کر خفیہ راستوں سے باہر چلے جانے میں عافیت سمجھی۔ اس سراسیمگی کے عالم میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے درِ اقدس پر متعینہ محافظ نے اہل پردہ کو پیغام بھیجا کہ مجاہدین کو شکست ہو گئی ہے اور بہت جلد قلعہ چھوڑ کر کسی محفوظ مقام پر منتقل ہو جانا مناسب ہے۔ مستورات نے کہلا بھیجا کہ ہمیں دو نفل پڑھنے کی مہلت دیں اور کچھ دیر توقف کریں۔ حضرت شیخ

ؒ کے اہل خانہ نے دو نفل ادا کر کے بارگاہ رب العزت میں التجا کی کہ ’’یا الٰہ العالمین ہمیں اپنی رحمت سے اسی زمین میں دفن فرما دے‘‘۔ اہل پردہ شب بیدار، عابدہ، زاہدہ اور مستجاب الدعوات تھیں ان کی دعا بارگاہ الٰہی میں منظور ہوئی ...... زمین شق ہو گئی اور تمام مستورات زیر زمین دفن ہوگئیں اور زمین کے باہر سر مبارک کی چادروں کے معمولی حصے بطور علامت رہ گئے۔

دربان نے تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد پھر آواز دی مگر اندر سے کوئی جواب نہ ملا...... بڑے نازک لمحات تھے، تاخیر نقصان دہ تھی اور خادم خاص کو حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ سے اجازت حاصل تھی کہ ایسے خطرناک موقعہ پر حالات کے پیش نظر فوری اقدامات کیے جائیں ...... مکمل سکوت پا کر خادم نے ایک عورت کو حویلی کے اندر بھیجا تاکہ صورت حال معلوم کر لے۔ عورت جب واپس آئی تو اس نے دربان کو آگاہ کیا کہ عجیب وغریب صورت حال ہے۔ تمام اہل خانہ زمین میں دفن ہو چکے ہیں اور زمین کے باہر صرف چادروں کے نشانات موجود ہیں۔ اس حیرت انگیز واقعہ کی دربان نے حویلی میں پہنچ کر تصدیق کی اور باہر آ کر قلعہ کی فصیل پر کھڑے ہو کر حسرت ویاس کے عالم میں آنے والے لشکر پر غور کرنے لگے۔

مجاہدین کا لشکر جب قریب آیا تو ان کے جسم اور لباس گرد وغبار سے اٹے ہوئے تھے مگر ان کے چہرے مسرت وشادمانی سے چمک رہے تھے اور فضا نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی تھی۔ مجاہدین نے قلعہ والوں کو فتح ونصرت کی نوید سنائی اور دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر دربان حیرت واستعجاب کی تصویر بن گیا اور دروازہ کھلتے ہی حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ اور ان کے ہمراہی مجاہدانہ شان وشوکت سے داخل ہوئے۔

حضرت شیخ کا خادم حاضر ہوا اور زار و قطار روتے ہوئے ان کے قدموں میں گر پڑا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ حضرت شیخ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا! اب صبر کرو اللہ تبارک وتعالیٰ کو یونہی منظور تھا۔

موجودہ زمانے میں چشتیاں شریف کے وسط میں حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ کی رہائش گاہ عوام وخواص کی زیارت گاہ ہے۔ حویلی مبارکہ کے اندر مستورات زیارت کے لیے جاتی ہیں اور مرد زائرین کا جانا ممنوع ہے۔ یہ قطعۂ زمین متذکرہ کرامت سے گہرا نشیب بن گیا تھا جو ساڑھے سات سو سال کی طویل مدت گزرنے کے بعد بھی ایک تالاب کی مانند دکھائی دیتا ہے۔ خادم خاص وخلیفہ معتمد جو دربانی کے فرائض انجام دیتا تھا ایک مصدقہ روایت کی رو سے حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ کے روضہ میں مدفون ہے اور روضہ عالیہ میں داخل ہوتے وقت دائیں جانب اس کا مزار ہے۔ حضرت مولانا گل محمد چشتی شیرویؒ اس واقعہ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ

جب حضرت (شیخ تاج الدین سرورؒ) کفار کے ساتھ جنگ کے لئے گئے تو مستورات کو فرمایا کہ ہماری واپسی کے وقت اگر علم ہمارے ہاتھ میں دیکھیں تو تسلی رکھیں کہ ہم فتح یاب ہو کر آ رہے ہیں ورنہ ہمیں مقتول ومفتوح خیال کریں اور آنے والوں کو اپنا دشمن سمجھیں۔ جب شیخ نے توفیق ایزدی سے فتح حاصل کر کے گھر کا رخ کیا تو اتفاقاً علم بردار پیچھے رہ گیا۔ مستورات نے جب دور سے لشکر دیکھا اور علم نظر نہ آیا تو اسے دشمن کا لشکر سمجھ لیا لہٰذا سب مستورات نے وضو کر کے مصلوں پر بیٹھ کر خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ خدایا ہمیں اپنی پناہ میں لے لے اور پس پردہ کر دے ناگہاں زمین شق ہو گئی اور جملہ مستورات خانہ اس کے اندر غائب ہو گئیں۔ ابھی تک

مستورات اور اہل پردہ کا مقبرہ چشتیاں میں موجود ہے اور صرف عورتیں ہی اس کی زیارت کر سکتی ہیں، مردوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

## شہادت

نامور مؤرخ پروفیسر محمد شجاع الدین مرحوم (دیال سنگھ کالج لاہور) نے حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ کا واقعہ شہادت یوں تحریر کیا ہے:

ملت کی سربلندی افراد کی قربانیوں کی مرہون منت ہوتی ہے۔ ایسے خوش نصیب افراد جو قومی آزادی اور استقلال کی راہ میں ہمکنار شہادت ہوتے ہیں، ملت کا گراں بہا سرمایہ ہوتے ہیں اور ان کی سرفروشی اور جاں سوزی کی حکایاتِ خونچکاں ملت کی تاریخ کا سنہرا باب ہوتی ہیں اور ان کا مطالعہ نونہالان ملت کے لئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔

ہندوستان میں مسلمان حملہ آوروں سے قبل مسلمان کافی تعداد میں آباد ہو چکے تھے۔ اکثر اوقات ان لوگوں کو ہندو زمینداروں، راجاؤں اور مذہبی پیشواؤں کے تعصب کا ہدف بننا پڑتا تھا۔ ان آباد کاروں کے مسائل کئی بار مسلمان کشور کشاؤں کے حملوں کا باعث بنے۔ تاجداروں اور عسکری قائدوں کے علاوہ مقامی طور پر رضا کار دستے بھی دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔

ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں بھڑائچ کے مقام پر حضرت سالار مسعود غازیؒ کا مزار ہے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غزنی کے شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بھڑائچ کے علاقہ میں مسلم اقلیت پر ہندو اکثریت کے مظالم کی دلآزار داستان سنی تو بے حد بے قرار ہوئے اور حکومت کی کاروائی کا انتظار نہ کرتے ہوئے

رضا کاروں کے ہمراہ بھڑائچ گئے اور مظلوموں کی حمایت اور بے کسوں کی حفاظت جیسے بلند مرتبہ فریضہ کو ادا کرتے ہوئے منصب شہادت پر فائز ہوئے۔اس زمانے میں میر ملہم شہید بدایون میں ہندو سرداروں کے تعصب کا شکار ہوئے اور اپنے ساتھیوں سمیت ظالموں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مشرقی پاکستان میں متعدد بزرگوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ظالم ہندو سرداروں کے خلاف لڑتے ہوئے منصب شہادت پر فائز ہوئے ان میں حضرت جلال الدین تبریزیؒ (مدفون سلہٹ) اور حضرت ماہی سوارؒ (مدفن مہستان بوگرہ) کا نام نامی بطور مثال لیا جاسکتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں چار ادوار ایسے گزرے ہیں جب مسلم اقلیت کو ہندو اکثریت کے علاقوں میں ہدف جور و جفا بننا پڑا۔دور اوّلین مسلمان حملہ آوروں کا زمانہ اس سے تھوڑا پہلے کا دور ہے۔دوسرا دور فیروز تغلق کے زمانہ میں دہلی سلطنت کمزور ہو جانے اور بعد ازاں اس کا شیرازہ بکھر جانے کا زمانہ ہے۔اگرچہ مرکزی حکومت کے زوال کے باوجود بعض حصوں میں مسلمانوں کی مقامی سلطنتیں موجود تھیں تاہم ان علاقوں میں جہاں ہندوؤں کا غلبہ تھا مسلمانوں کے لئے عرصہء حیات تنگ تھا۔

برصغیر کے مسلمانوں کا تیسرا دور زوال دولت تیموریہ کے بعد شروع ہوتا ہے اور ان خطوں میں جہاں ہندو بالخصوص مرہٹے اور سکھ غالب آجاتے ہیں مسلمانوں کا ننگ و ناموس اور مال و جان معرض خطر میں تھا۔اسی دور میں بعض غیور مسلمان قائدین نے سکھوں سے جہاد کیا۔

مسلمانوں کے مصائب کا چوتھا دور 1947ء سے شروع ہوتا ہے جب انگریز

نے اس برصغیر کو اپنی غلامی سے آزاد کیا اور یہاں پاکستان اور ہندوستان کی دو آزاد مملکتیں قائم کیں۔ دورانِ انتقال اختیارات اور اس کے بعد ہندو اکثریت کے علاقوں میں مسلمانوں کو بے انتہاء مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا جو اب تک جاری ہے اور آئے دن مسلمانوں کے خون سے ہندوستان کی سرزمین لالہ زار بنتی رہتی ہے۔ ماضی کا تجربہ شاہد ہے کہ ہر دور مصائب میں مسلمانوں نے پامردی سے حالات کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ تاریک دور کے بعد برصغیر بھر میں ان کی سربلندی اور ترقی کا زمانہ شروع ہوا......اسی طرح ہندوستان کے مسلمانوں کا چوتھا دور کامرانی میں بدل جائے گا۔

یہاں صرف ہمارا مقصد مسلمانوں کے دوسرے دور مصائب کی نامور شخصیت شیخ تاج الدین سرورؒ عرف تاج سرورؒ کے حالات زندگی بیان کرنا ہے جنہیں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کی پاداش میں جام شہادت پینا پڑا۔

حضرت فریدالدین شکر گنجؒ پنجاب کے ایک مقتدر درویش تھے، جن کی مساعی جمیلہ سے جنوبی پنجاب کے متعدد قبائل حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ۵ محرم ۶۶۴ ہجری مطابق 15 اکتوبر 1265ء کو ان کا انتقال ہوا ان کی رحلت کے بعد متوسلین نے فیصلہ کیا کہ بدرالدین سلیمانؒ ان کے تیسرے صاحبزادے سجادہ نشین مقرر کیے جائیں۔ شیخ بدرالدین سلیمانؒ کے یہ فرزند جو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں موجودہ بہاولپور ڈویژن کے علاقے میں مقیم رہے، ان کا طریق کار یہ تھا کہ خاص ساتھیوں کی معیت میں جیسلمیر، بیکانیر اور راجپوتانہ کے دوسرے خطوں میں نکل جاتے تھے۔ ان کے فیضانِ محبت سے بہت سے راجپوت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ جب متمرد اور متعصب ہندو سرداروں نے یہ دیکھا کہ ایک مسلمان درویش ان کے خویش و اقارب کو ان کے آبائی مذہب اور تمدن سے بیگانہ کر رہا ہے تو انہوں نے اس خدا پرست

جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا پروگرام بنایا اور اچھی خاصی جمعیت تیار کر کے ان پر حملہ کر دیا۔

چشتی بزرگ زہد و عبادت اور فقر و ریاضت کی روایات کے باوصف شمشیر زنی سے بیگانہ نہ تھے حضرت بابا فریدؒ کے ایک صاحبزادے شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پاک پتن کے نواح میں منگولوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے حضرت شیخ تاج الدینؒ ان کے بھتیجے تھے جنہیں ترویج توحید کی پاداش میں مشرکین راجپوتانہ نے محاصرے میں لے لیا تھا۔ درویش بلند مرتبت ان سے بڑی بے جگری سے نبرد آزما ہوئے لیکن دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہزاروں مخالفین کو لقمہ اجل بنا کر اللہ والوں کی یہ پاکیزہ جماعت منصب شہادت سے سرفراز ہوئی۔

شہداء کو جہاں دفن کیا گیا اس کے متصل ایک بستی آباد ہو گئی جو اس محترم درویش کے نام پر تاج سرور کہلاتی، آج اس بستی کو چشتیاں شریف کہتے ہیں۔ یہ قصبہ ضلع بہاولنگر میں سمہ سٹہ بہاول نگر ریلوے لائن پر اول الذکر سے 86 میل اور مؤخر الذکر 28 میل دور ہے۔ شہید درویشوں کی قبریں زیارت گاہ خواص و عوام ہیں اور لوگ دور دور سے کسب فیض کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

بر سر تربت من چوں گزری ہمت خواہ
کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود!

ترجمہ: ”تو میری قبر کے قریب سے گزرے تو دعا مانگ کیوں کہ وہ رندان جہاں کی زیارت گاہ ہو گی۔“

## عرس مبارک

حق وباطل کا یہ معرکہ ۴ ذوالحجہ کوعمل میں آیا اس لئے چشتیاں شریف میں اسی تاریخ کو تاج العارفین حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ کا عرس مبارک بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔قرآن خوانی،صلوٰۃ وسلام اور نعت ومنقبت کی محافل منعقد ہوتی ہیں۔صبح 9 بجے تا 12 بجے دوپہر اور بعد نماز عصر تا مغرب مجالس سماع میں ملک کے نامور قوال صوفیانہ کلام پیش کرتے ہیں۔ختم شریف کے بعد شکر تقسیم ہوتی ہے عوام وخواص کا جم غفیر ہوتا ہے زائرین کی بکثرت آمد رہتی ہے اوران ایام میں ہمہ وقت لنگر جاری رہتا ہے۔

## روضہ ء عالیہ

حضرت شیخ بابا تاج الدین سرورؒ کا روضہ عالیہ ساتویں صدی ہجری کا تعمیر شدہ ہے اور تعمیر وتزئین کے لحاظ سے آپ کے برادر حقیقی قطب عالم حضرت شیخ علاؤالدین موج دریا سجادہ نشین دوم پاک پتن شریف کے روضہ اقدس سے گہری مشابہت رکھتا ہے اور تغلق دور کا فن تعمیر ہے۔دروازہ کے اوپر محرابی شکل میں منقوش آیات قرآنی، چہار پہلو ہشت پہلو فن تعمیر، گنبد کی ساخت میں شیشم کی لکڑی کا استعمال،اندرونی محرابیاں اور بیرونی نقش ونگار سب ایک جیسے ہیں۔

ان دنوں جناب حضرت دیوان امیر حسین چشتی سجادہ نشین درگاہ عالیہ ہیں۔

۞۞۞۞

# حضرت شیخ محمد فاضل چشتی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

پیر اجمل صاحب چشتی فاروقی نے اپنی کتاب ''تاج العارفین'' میں حضرت شیخ فاضل محمد چشتی صاحب کے متعلق تحریر کیا ہے کہ وہ چشتیاں شریف میں پیدا ہوئے اور کھیتی باڑی کرتے تھے۔ بے آب زمین تھی اور فصل کم ہوتی تھی۔ ایک دن مزار شریف بابا تاج الدین پر حاضری کے لئے آئے اور کافی دیر تک بیٹھے ہوئے روتے رہے۔ بعدازاں روضہ عالیہ کے ملحقہ جانب جنوب حُجرہ میں عبادت کے لئے تشریف فرما ہوئے اور ذکر وفکر آپ کا روزمرہ کا معمول ہوگیا۔ آپ کے مرشد گرامی کے پوتے حضرت خواجہ محمد جاوید تونسویؒ چشتیاں شریف تشریف لائے تو حضرت بابا تاج الدین سرور شہید کی۔ زیارت کی اور متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپ نے ایک خادم سے پوچھا کہ یہاں کوئی چلہ کشی کررہا ہے؟ وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ خادم نے عرض کی کہ روضہ عالیہ سے متصل چلہ گاہ میں فاضل محمد چشتی کئی ماہ سے عبادت میں مشغول ہیں۔ فرمایا اسے بلاؤ...... حضرت خواجہ محمد جاوید صاحب خادم خانقاہ نے ان کو شیخ زادہ کا پیغام دیا تو وہ فوراً حجرہ سے باہر آئے اور دست بوس ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد حامد نے اُن کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا اور حاضرین سے تھوڑی دُور جا کر چند وظائف کی تلقین کی اور فرمایا کہ بس اب گھر جا کر بیٹھ جاؤ اور پابندی صوم وصلوٰۃ کے ساتھ یہ وظائف جاری رکھو۔ شیخ فاضل محمد چشتی اپنے گھر کو واپس لوٹے اور فرمودات شیخ پر کاربند ہوگئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی جانب رجوع خلق ہو۔ ہزاروں مریض آپ کی دعا سے شفایاب

ہوئے۔ آپ تعویذ دیتے، دم کرتے اور آپ کو جنات کی تسخیر عطا ہوئی۔ حضرت شیخ فاضل محمد کو حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی سے خلافت و اجازت حاصل تھی، بے شمار لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ فاضل ادیب عبدالرحمٰن شوق امرتسری آپ کے عقیدت مند تھے وہ براستہ لاہور امرتسر سے ریل کے ذریعے سفر کر کے چشتیاں شریف میں حاضر خدمت ہوئے اسی طرح موضع ہوتہ بخشہ تحصیل و ضلع پاکپتن کے سید محفوظ شاہ علی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ماڑی حضرت شوق الٰہی کے سجادہ نشین حضرت سید فیض علی شاہ کو آپ کی خلوتوں میں ہم نشینی کا شرف حاصل تھا آپ کی رہنمائی میں اجمیر شریف، وچولستان کے بعض مقامات پر چلہ کشی کرتے رہے اور اپنی مجالس میں حضرت شیخ فاضل محمد چشتی کے روحانی کمالات بیان کرتے رہے۔ چشتیاں شریف کے جنوبی محلّہ میں حضرت گاماں چشتی کے مزار کے نزدیک آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور اس کے قریب ہی آپ کا حجرہ عبادت تھا۔ آپ کی اولاد کثیر تعداد میں وہاں آباد ہیں۔

آپ کا شجرہ نسب یہ ہے۔ شیخ محمد فاضل بن محمد مراد بن شیخ فتح محمد بن شیخ کبیر بن شیخ ذکاء اللہ بن شیخ محمد بن شیخ اسماعیل بن شیخ عثمان بن شیخ مودود بن شیخ بدرالدین بن بابا فریدالدین مسعود گنج شکر ہے۔

آپ کے خاندان کی مشہور شخصیات میں سے پیر غلام محی الدین چشتی ایم پی اے پیر ذوالفقار چشتی ایم پی اے منظر اقبال چشتی، مظفر اقبال چشتی ناظم اور راقم کے تین ساتھی پیر فلک شیر چشتی، پیر عبدالمجید چشتی اور پیر انور علی چشتی جو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی اسامیوں پر تعینات ہیں۔

اس وقت پیر محمد اشرف چشتی سجادہ نشین ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 29,28,27 جولائی کو منعقد ہوتا ہے۔

# حضرت پیر محمد اجمل چشتی مدظلہ'

## چشتیاں شریف

قبل اس کے کہ میں بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے پوتے بابا تاج الدین سرور شہیدؒ آف چشتیاں شریف کا ذکر کیا جائے میں یہاں پیر اجمل چشتی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ایک کتاب تاج العارفین کے نام سے مرتب کی، اس کتاب کے مطالعہ سے سلسلہ چشتیہ کے متعلق بہت سی معلومات کے حصول کا ذریعہ ہے جس میں بابا تاج الدین سرور شہیدؒ کے حالات زندگی، ان کی تبلیغ کی خدمات کے حوالے سے تفصیل ملتی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ پیر اجمل چشتی صاحب سے میری شناسائی اس وقت ہوئی جب 1991ء میں اوکاڑہ میں ایس ایچ او دیپالپور تعینات تھا۔ انتہائی ملنسار شفیق انسان ہیں اور چشتی برادری جہاں بھی نظر آجائے وہ بابا صاحب کی اولاد سمجھ کر ان کو ملنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ اسکے بعد پیر صاحب کے ساتھ آج تک میرا باقاعدہ رابطہ ہے۔

راقم الحروف 2001ء میں نیب پنجاب لاہور میں تعینات تھا۔ جب ضلع بہاول نگر کے ڈپٹی کمشنر محمد سعید ظفر کی انکوائری میرے پاس آئی تو اس سلسلہ میں مجھے چار پانچ مرتبہ بہاول نگر، چشتیاں، ہارون آباد جانے کا اتفاق ہوا تو پیر صاحب سے شرف ملاقات حاصل رہا پیر صاحب نے کمال شفقت فرمائی اور راقم الحروف کو مختلف تحائف سے نوازا۔ راقم نے دربار بابا تاج الدین سرور شہیدؒ اور مہاروی صاحبؒ کے دربار پر حاضری دی۔

پیر اجمل صاحب نے میرا تعارف مہاروی صاحب کے دربار پر بیٹھے متولی

سے کروایا تو انھوں نے مجھے دستار سے نوازا، اور بہت عزت افزائی کی۔ پیر صاحب کی شفقت و محبت ہے کہ وہ ہر سال راقم الحروف کو چشتیاں شریف کے تبرک کی نسبت کوئی تحفہ ضرور بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم دائم رکھیں۔

بابا تاج الدین سرور شہیدؒ کے حالات زندگی کے اقتباس ان کی کتاب ''تاج العارفین'' سے لئے گئے ہیں۔

آپ درج ذیل کتب کے مصنف ہیں

1......تاج العارفین

2......حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی تبلیغی خدمات

3......حضرت شیخ محمود چشتی بن حضرت شیخ بدر الدین سلیمانی

4......چلہ گاہیں

ان کی کتب کے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ پیر اجمل صاحب سلسلہ چشتیہ سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ پیر صاحب نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی جن چلہ گاہوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے، انہوں نے اُن چلہ گاہوں کی خود زیارت بھی کی ہے یعنی جو انہوں نے لکھا ہے وہ ان کے چشم دید ہیں جو دیکھا ہے وہ قلم کے ذریعے ہم تک پہنچانے کی کوشش کی ہیں۔ چلہ گاہیں پورے پاک وہند میں مختلف اضلاع میں واقع ہیں۔ ان کی کتب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے ان کی والہانہ محبت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

✿✿✿✿

# چشتیاں شریف سے چٹی شیخاں

حضرت پیر اجمل چشتی کی تصنیف لطیف تاج العارفین کے مطابق قصبہ چٹی شیخاں ضلع سیالکوٹ ابنان فرید و غلامان فرید کا قدیمی مسکن ہے جہاں شیخ العالم حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی نسبت سے اولاد فرید اپنے فرزندوں کے نام غلام فرید رکھتی ہے۔ تاج العارفین حضرت بابا تاج الدین سرور شہیدؒ نے اپنے دست مبارک سے قلعہ شہر فرید کی بنیاد رکھی۔ شہر فرید جوئیا راجپوتوں کی راجدھانی تھا۔ چٹی شیخاں ضلع سیالکوٹ کا ایک مشہور قصبہ ہے جو شہر سیالکوٹ سے جانب شمال مغرب چار میل کے فاصلہ پر نالہ پلکھو کے متصل واقع ہے اور سلسلہ تصوف کی ایک مستند کتاب جواہر فریدی مطبوعہ کریمی پریس لاہور کے صفحہ ۳۱۰ پر چٹی شیخاں کا نام سیالکوٹ چٹی درج ہے۔ مصنف جواہر فریدی مولانا علی اصغر قریشی فریدی سجادہ نشین فتح پور (یوپی) کے بیان کے مطابق حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کی اولاد میں سے شیخ صالح محمد اور شیخ عبدالفتاح وغیرہ اصحاب پاکپتن سے تشریف لائے اور چٹی میں آباد ہو گئے۔ تاریخ سیالکوٹ کے مصنف رشید نیاز کی مؤرخانہ تحقیق کے مطابق حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سلسلہ عالیہ میں سے نواب عبدالفتاح چٹی کے حاکم مقرر ہوئے چونکہ حضرت بابا گنج شکر سلسلہ عالیہ خواجگان چشت میں اپنے وقت کے شیخ طریقت تھے اس لئے ان کی آل اولاد کے سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے موضع کا نام چشتی شیخاں تجویز ہوا لیکن حالات کے تغیر و تبدل کی بدولت ایک عرصے کے بعد چشتی

شیخاں کی بجائے چٹی شیخاں مشہور ہو گیا۔

خاندان قریش (چٹی شیخاں) کی ایک شاخ نے فن طب میں کمال حاصل کیا۔ یہ خاندان پنجاب کے علمی حلقوں میں کافی متعارف ہے۔ان کی فنی صلاحیتوں کا دائرہ عمل بہت وسیع تھا۔ اس خاندان نے حکیم قطب الدین ...... حکیم محمد غوث معین الدین...... حکیم فضل دین...... حکیم کرم الٰہی...... حکیم نور دین...... حکیم ضیاءالدین...... اور حکیم محکم دین جیسے شہرہ آفاق طبیب پیدا کئے۔ حکیم خاندان کے مولانا عبدالمجید قریشی اتنے جید اور متبحر عالم تھے کہ پنجابی زبان کے مشہور شاعر حافظ برخوردار آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور آپ کی فقیہانہ صلاحیتوں سے اکتساب فیض کیا۔ حکیم بہاء الدین، حکیم عزیز الدین اور حکیم فخر الدین حقیقی برادران تھے اور باہمی خلوص و تعاون کی بدولت بڑی کامیاب زندگی کے مالک تھے۔حکیم عبدالمجید قریشی مستند طبیہ کالج دہلی اپنے اسلاف کے مخصوص اوصاف و کمالات کے امین اور اپنی خاندانی روایات کے علمبردار ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔خاندان حکیماں کے ایک سپوت فن اداکاری میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں ان کو بابر علی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جواہر فریدی کے مطابق چٹی شیخاں میں تاج العارفین حضرت شیخ بابا تاج الدین سرور شہید چشتیؒ بانی چشتیاں شریف کی اولاد آباد ہے ان میں شیخ عبدالفتاح کی شخصیت ایک معروف اور مرکزی شخصیت تھی۔ شیخ عبدالفتاح سیاسی اثر و رسوخ کے مالک تھے اور خاندان کے اندرونی نظم و نسق کے واحد ذمہ دار تھے۔آپ نے قدیم زمانہ کی تمدنی زندگی کے اصولوں کے مطابق چٹی شیخاں میں خاندانی نظام کی بنیاد رکھی اور اپنے خاندان کے قیام کے لئے آبادی کے وسط میں جگہ منتخب کی اور

گاؤں کی عام سطح سے نہایت بلند مقام پر اپنا خاندانی مرکز قائم کیا اور اپنی قیام گاہ کا نام ''قلعہ'' رکھا۔ چنانچہ آپ کی اولاد کے مکانات اب بھی کافی بلندی پر موجود ہیں اور یہ قلعہ والے کہلاتے ہیں۔

✡✡✡✡

# حضرت کمال الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کمال الدین چشتیؒ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے پوتے حضرت تاج الدین سرور چشتیاں شریف کے بیٹے حضرت شاہ حسین کی اولاد میں سے ہیں۔محمد اختر چشتی صاحب نے اپنی کتاب ''آل عمر فاروق'' میں اپنے گاؤں کماپور چشتیاں کی تاریخ کچھ ان الفاظ میں تحریر کی ہے کہ حضرت کمال الدین فاروقی چشتی بن حضرت بھاگ شاہ فاروقی چشتی دسویں صدی ہجری میں ماڑی (آم والی) نزد پاکپتن کے مقام پر پیدا ہوئے ،ان کا شجرہ نسب دس واسطوں سے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر سے جا ملتا ہے۔آپ نے ابتدائی تعلیم ماڑی آم والی میں حاصل کی بعد ازاں اپنے جد امجد حضرت بابا صاحب کے آستانہ عالیہ پر پاکپتن چلے گئے اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے بعد تبلیغ دین کے فرائض انجام دینے لگے ۔اس سلسلے میں بہت سے علاقوں کا سفر کیا اور بے شمار غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا اور پھر قصور میں ایک اونچے ٹیلے پر قیام پذیر ہو گئے۔

قصور کا ہندو راجہ بڑا ظالم تھا اور وہاں کے لوگ اس کے ظلم و ستم اور بداعمالیوں سے سخت پریشان تھے۔حضرت کمال الدین فاروقی چشتیؒ نے راجہ کو بہت سمجھایا مگر وہ اُلٹا حضرت کے خلاف ہو گیا بلکہ ان کے تبلیغی مشن میں بھی طرح طرح سے رَخنہ اندازی کرنے لگا۔مجبوراً آپ اپنے بیٹے شکر الدین فاروقی اور جواں سال پوتے جناب نصیر الدین فاروقی چشتی کے ہمراہ قصور سے سیالکوٹ کے نزدیک قصبہ

(پرگنہ) پسرور پہنچے۔علاقہ کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ پُرسرور (پسرور) میں پانی کی شدید قلت ہے جس کی وجہ سے اہلِ پسرور سخت پریشان ہیں لہٰذا حضرت کمال الدین فاروقی چشتی نے پسرور سے تین میل کے فاصلہ پر بجانب مشرق نالہء ڈیک کے قریب اپنے قیام کے لیے جگہ کا انتخاب کیا اور یہاں پر کمال پور چشتیاں کے نام سے ایک بستی آباد کی بعدازاں آپ نے اپنے خاندان کے تمام افراد کو قصور سے پسرور بُلوا لیا۔

اس آبادی کے چاروں طرف ہندوؤں کے گاؤں تھے مگر بعد میں سِکھ راجاؤں رنجیت سنگھ اور ناہر سنگھ وغیرہ کے زمانے میں دیہات میں سِکھوں کی اکثریت ہوگئی۔

کچھ عرصے بعد حضرت کمال الدین فاروقی چشتیؒ کے حسن اِخلاق گردونواح کے لوگ متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا مگر ہندو راجہ کے خوف کا یہ عالم تھا کہ مسلمان اذان تک نہیں دے سکتے تھے۔ان مشکل حالات کا تذکرہ دلشاد پسروری نے ان الفاظ میں کیا ہے

غرضیکہ ایسے خطرناک حالات میں حضرت کمال الدین فاروقی چشتیؒ نے اپنا مشن جاری رکھا اور کئی سال تک یہاں مقیم رہ کر دین اسلام اور محبت کے چراغ روشن کرتے رہے۔ان کا یہ معمول تھا کہ ماہِ محرم میں اپنے جدامجد بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے سالانہ عرس میں شرکت کے لیے پاکپتن تشریف لے جاتے پاک پتن جاتے ہوئے ہمیشہ آپ کا گذر قصور سے ہوتا تو بڑی تعداد میں عقیدت مند آپ کو قصور میں واپس آنے پر مجبور کرتے چنانچہ آپ نے لوگوں کے اصرار پر قصور میں قیام کا فیصلہ کر لیا اور اپنے پوتے شاہ نصیرالدین فاروقیؒ کو اپنے ساتھ لیا اور اپنی سابقہ جگہ پر

رہائش اختیار کر لی ۔اسی اثناء میں آپ کے بیٹے شکر الدین فاروقیؒ کا انتقال ہوا تو آپ کمال پور چشتیاں آئے ،اور چند دن قیام کے بعد قصور واپس چلے گئے ۔قصور میں آپ کا تبلیغی مشن حوصلہ افزا رہا کیونکہ اس علاقے کے ہزاروں غیر مسلموں کو اسلام سے رغبت پیدا ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ مسلمان ہو گئے ۔

حضرت کمال الدین فاروقی چشتیؒ نوے سال کی عمر میں رحلت فرما گئے اور قصور کے ایک اونچے ٹیلے پر جہاں پر آپ کی رہائش تھی وہیں پر دفن ہوئے ۔عبداللہ خویشگی قصوری نے آپ کا زمانہ عہدِ اکبری بتایا ہے اس وقت قصور راجہ رائے سنگھ کی جاگیر میں راجہ رائے سنگھ آپ کے مزار کی جگہ قلعہ بنانا چاہتا تھا لیکن ناکام رہا اور اسے قلعہ کی جگہ تبدیل کرنی پڑی۔

قصور میں بابا بُلھے شاہ اور پیر وتو چشتی شوریانی کے علاوہ بھی کئی ایک بزرگوں کے مزارات ہیں مگر یہ سب کے سب حضرت کمال الدین فاروقی چشتیؒ سے بہت بعد کے ہیں۔

✿✿✿✿

# پیر منور شاہ فاروقی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

پیر منور شاہ فاروقی چشتیؒ حضرت کمال الدین فاروقی کے پوتے اور نصیر الدین کے بڑے بیٹے ہیں جو کمال پور چشتیاں تحصیل قصور میں آ کر آباد ہوئے اور کماپور چشتیاں کے اردگرد کے غیر مسلموں کو اپنی شبانہ روز کوششوں سے حلقہء اسلام میں داخل کیا جن میں مواضیات الکڑے......ڈوگری ہندلاں......اور دھیٹر سوہڈیاں کے سکھ قابل ذکر ہیں۔

پیر منور شاہ فاروقی چشتی کے چھ بیٹے تھے جن کی اولاد کا مسکن موضع کماپور چشتیاں میں چلا آ رہا ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں

۱...... صاحب الدین فاروقی چشتی۔

۲......فیض اللہ فاروقی چشتی۔

۳......فتح محمد فاروقی چشتی۔

۴......نظام الدین فاروقی

۵......ہیرا شاہ عرف میاں جی فاروقی چشتی۔

۶......صالح محمد فاروقی چشتی۔

ہیرا شاہ عرف میاں جیؒ جو دادا نصیر الدین فاروقی کے ساتھ پاکپتن شریف چلے گئے تھے عرصہء دراز بعد جب واپس کماپور چشتیاں لوٹے تو حالات بدل چکے تھے۔ حکومت وقت کے بندوبست اراضی کے دوران تمام اراضی ان کے پانچ

بھائیوں کے درمیان اٹھاون ایکڑ فی کس کے حساب سے یکساں تقسیم ہو کر منتقل ہو چکی تھی۔

کمال پور چشتیاں کی خاص بات یہ ہے کہ یہاں پر دیگر کوئی قوم آباد نہیں ہے۔ یہاں کے رہائشی چونکہ ایک ہی خاندان کی اولاد ہیں جو اپنے بچوں کی شادیاں بھی آپس میں ہی کرتے ہیں اس گاؤں میں صرف غیر مسلم (ماشوں) کے 4/5 گھر تھے جو جنرل ایوب خان کے دور میں مسلمان ہو گئے اور اب نو مسلم کہلاتے ہیں۔

پیر منور شاہؒ کی اولاد نے زیادہ توجہ تعلیم پر دی اور اس گاؤں نے بڑے بڑے سکالر اور آفیسر پیدا کئے جو اس وقت مختلف شعبوں میں پاکستان کی خدمت کر رہے ہیں جن میں سابقہ رجسٹرار سپریم کورٹ محمد امین فاروقی۔ محمد شاہ چشتی ریلوے کی ملازمت کو خیر باد کہہ کر صنعت کے شعبہ سے منسلک ہو گئے جبکہ ان کے بیٹے خالد چشتی جو اس وقت بیس کمانڈر ائیر فورس اسلام آباد میں ڈیوٹی سر انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر ظفر اقبال جو کہ لمز یونیورسٹی لاہور کے ڈین اور وزیر اعلیٰ ایجوکیشن کمیشن کے ممبر ہیں۔

راقم الحروف نے اپنے طور پر تحقیق کی ہے اور گاؤں کے بڑے بزرگوں سے بھی معلومات حاصل کی ہیں اور یہ ثابت ہوا ہے کہ آج سے تقریباً 60/70 سال قبل پاکپتن شریف سے سجادہ نشین یا ان کے درویش اس گاؤں میں ہر سال آتے رہے ہیں۔ ان کے آنے کے دو مقاصد نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنی اولاد کو پھلتا پھولتا دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور ساتھ ساتھ خبر گیری رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ وہ ہر سال غلہ بھی اکٹھا کر کے لے جاتے تھے جو بابا حضور کے لنگر کا حصہ بنتا تھا۔

پہلے پہل باقاعدہ گیارہوں شریف کا ختم بھی ہوا کرتا تھا۔ بعد میں بابا فرید گنج

شکر کے سجادہ نشین حضرات نے آہستہ آہستہ آنا جانا بند کر دیا تو گاؤں کے لوگوں میں بھی تبدیلی آنا شروع ہوگئی۔ کماں پور چشتیاں پسرور کے قریب تقریباً 3 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ جس میں دو بڑی مساجد ہوا کرتی تھیں ایک مسجد مولانا بشیر احمد صاحب کی ان کا مسلک دیو بند تھا اور دوسری مسجد لوہاری منڈی کے اندر ہوتی تھی جو اہل سنت مسلک کی تھی جس کے مولوی اقبال صاحب خطیب تھے۔ مولانا بشیر احمد دیو بندی کی مسجد چونکہ پسرور میں کماں پور چشتیاں سے نزدیک پڑتی تھی۔ لہٰذا لوگوں نے مولانا بشیر احمد صاحب کی مسجد میں ہی جمعہ پڑھنا شروع کر دیا۔

لوہاری منڈی والی مسجد اہل سنت میں چند لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے جاتے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ بھی کم ہوگئے گویا مولانا بشیر احمد صاحب کی تبلیغ نے مکمل طور پر اس گاؤں کے لوگوں کو اپنے احاطہ میں کر لیا اور جو غلہ پاکپتن شریف جاتا تھا وہ مولانا بشیر احمد صاحب کے مدرسہ میں جانا شروع ہوگیا جب کبھی گاؤں میں جمعہ پڑھنے پر اصرار کیا جاتا یا کچھ لوگ کوشش کرتے تو مولانا بشیر احمد صاحب فتویٰ جاری فرما دیتے کہ یہاں پر بجلی نہ ہے، تعداد کم ہے وغیرہ وغیرہ، لہٰذا یہاں پر جمعہ نہیں ہو سکتا۔

اس وقت محمد فضل ریٹائرڈ صوبیدار جن کے والد محترم خدا بخش پیر جماعت علی شاہ علی پور سیداں شریف کے مرید تھے نے ہمت کر کے ایک جامع مسجد غوثیہ انوارِ لاثانی اہل سنت کی بنیاد رکھی ہے جس کی وجہ سے اب گاؤں کے کچھ لوگ اپنی اصلیت کی طرف آ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس گاؤں کے لوگ جو کہ ولیوں کی اولادیں سے تھے مناسب نگہداشت اور بزرگوں کی نمائندگی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مسلک سے ہٹ گئے ہیں حالانکہ جو اس گاؤں کے رہائشی دیگر شہروں میں رہ رہے ہیں۔ جیسے عارف والا، چیچہ وطنی، لاہور اور اسلام آباد وغیرہ وہ لوگ اب بھی میلاد

کرواتے ہیں اور اپنے مسلک اہل سنت پر سختی سے کاربند ہیں۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے اور وہ اپنی اصلیت کی طرف آئیں۔آمین ثم آمین

راقم الحروف کا تعلق پیر منور شاہ فاروقی چشتی کے بڑے بیٹے صاحب دین فاروقی کی اولاد سے ہے۔مؤلف کا شجرہ نسب درج ذیل ہے۔

# مؤلف کا شجرہ نسب

## حضرت فریدالدین گنج شکرؒ

- حضرت نصیرالدین فاروقی
- حضرت شہاب الدین
- حضرت بدرالدین
  - حضرت محمد فاروقی
  - حضرت علاؤالدین موج دریا
  - حضرت تاج الدین سرور
    - شاہ احمد فاروقی
    - شاہ حسین فاروقی
    - شاہ حسن فاروقی
      - شاہ خیرالدین فاروقی چشتی
        - شاہ نصیرالدین فاروقی چشتی
          - شاہ علی فاروقی چشتی
            - شاہ مبارک فاروقی چشتی
              - حضرت بھاگ شاہ فاروقی (شیخ بھاگوؒ)
                - حضرت کمال الدین فاروقی چشتی (مدفونہ قصور)
                  - شاہ شکرالدین فاروقی
                    - شاہ نصیرالدین فاروقی
                      - پیر منور شاہ فاروقی چشتی (ان کے چھ بیٹوں کی اولاد دکھاپور چشتیاں میں آباد ہے)
                        - صاحب دین فاروقی
                          - محمد حنیف
                            - اسماعیل شاہ
                              - چراغ شاہ
                                - دسوندھی شاہ
                                  - غلام محمد
                                    - **عبدالرؤف چشتی** (مؤلف کتاب)
                                      - حمزہ رؤف چشتی
                                      - ہمایوں رؤف چشتی
                                      - ہارون رؤف چشتی
                                      - حافظ حماد رؤف چشتی
                        - فیض اللہ فاروقی
                        - نظام الدین فاروقی
                        - فتح محمد فاروقی
                        - ہیرا شاہ فاروقی
                        - صالح محمد فاروقی
    - شاہ محفوظ فاروقی
    - شاہ عبدالحفیظ فاروقی
    - شاہ سعدالدین فاروقی
  - حضرت محمود احمد فاروقی
  - حضرت مجدالدین
  - حضرت محمد احمد فاروقی
- حضرت نظام الدین
- حضرت شاہ عبداللہ فاروقی
- حضرت صدرالدین یعقوب

# حضرت پیر عبدالعزیز چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر عبدالعزیز چشتی ۲۶ جنوری ۱۸۷۰ء بمقام چشتیاں تحصیل پسرور میں پیدا ہوئے۔ آپ پیر منور شاہ کے صاحبزادے نظام الدین فاروقی چشتیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ نے بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کو عربی، فارسی اور انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں دو کتب تصنیف کیں۔ ایک کتاب طب کے حوالے سے اور دوسری دردِ دل کے نام سے ہے جس میں مرزا قادیانی کو مالیخولیا کا مریض ثابت کیا ہے۔ آپ بعد میں عارف والا ضلع پاکپتن میں تشریف لے گئے جہاں پر ضلع دار کی حیثیت سے ملازمت کی۔ مگر جلد ہی انگریزوں کی عادات واطوار کو دیکھتے ہوئے سرکاری ملازمت چھوڑ دی۔ آپ نے ایک وقت مرزائیوں کو مناظرہ کی دعوت دی اور اس کے لئے باقاعدہ وقت مقرر کیا گیا مگر قادیانی مبلغ وقت پر حاضر نہ ہوئے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات پر آپ کو مجاہد کا خطاب دیا گیا۔ آپ کے نام پر عارف والا ضلع پاکپتن میں ریلوے اسٹیشن پیر عبدالعزیز چشتی تعمیر کیا گیا ہے۔ آپ کے سات بیٹے ہیں جو کہ تمام قصبہ عارف والا میں مقیم ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

1...... پیر محمد رفیق چشتی

2...... پیر انور عزیز چشتی

3...... پیر محمد شفیق عزیز چشتی

4...... پیر اسد العزیز چشتی

5...... پیر اظہار العزیز چشتی

6...... پیر بدر عزیز چشتی

7...... پیر قمر عزیز چشتی

ان تمام صاحبزادگان کی اولاد عارف والا میں ہی مقیم ہے، کتاب کی آخر میں آپ کے خاندان کا شجرہ نسب تفصیلاً درج کیا گیا ہے۔آپ انتہائی خلیق بڑے بااخلاق اور مدبّر انسان تھے۔آپ نے متعدد غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

## وصال مبارک

پیر عبد العزیز چشتی ؒ نے ۲۶ جنوری ۱۹۶۱ء بروز جمعرات قصبہ عارف والا ضلع پاکپتن میں وصال فرمایا۔آپ کا مزار شریف عارف والا میں ہے۔پیر حماد شفیق چشتی آستانہ کے سجادہ نشین ہیں جو مخلوق خدا میں پیغام محبت کو عام کر رہے ہیں۔

✿✿✿✿

# حصہ دوم

# تصوف

# تصوف کیا ہے؟

تصوف فکر اسلامی کا ایک اہم مکتب ہے۔ لغوی طور پر یہ لفظ بعض کے نزدیک صوف سے نکلا ہے، جس کے معنی اون کے ہیں یعنی اون پہننے والے یا گدڑی پوش صوفی کہلائے اور ان کا فکر تصوف ٹھہرا...... بعض نے اسے صفہ سے مشتق قرار دیا ہے کیونکہ اصحاب صفہ نے اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کر رکھی تھیں ...... بعض اسے صفا (پاک) سے مشتق قرار دیتے ہیں ......اور بعض کے خیال میں یہ یونانی لفظ سوف سے نکلا ہے، جس کے معنی حکمت وغیرہ ہیں۔

## تصوف کی ماہیت

تصوف کی کوئی تعریف جامع و مانع نہیں ہے ہر صوفی کے نزدیک اس کا مفہوم ذاتی ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں: ''تصوف ایک صفت ہے، جو بندہ میں قائم ہے'' کسی نے پوچھا یہ بندہ کی صفت ہے یا خدا کی؟ آپ نے فرمایا: ''وہ حقیقت میں خدا کی صفت ہے اور ظاہر میں بندے کی'' یعنی در حقیقت تصوف بندہ کی بشری صفت کے فنا ہونے کا تقاضا کرتا ہے تاکہ وہ خدا کی صفت کے ساتھ باقی رہے۔

بقول ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ تصوف نفس کی ہر لذت کو چھوڑ دینا ہے...... حضری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصوف مخالف کی کدورت (آلودگی) سے باطن کو

پاک کرنا ہے ...... حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے یعنی سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، صوف پہننا، سیر اور فقر۔ سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتدا ہے ...... رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اقتدا ہے ...... صبر حضرت ایوب علیہ السلام کا اتباع ہے ...... اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام کا اتباع ...... غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیروی ...... سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع ...... صوف پہننا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی ...... اور فقر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

## تصوف کیا ہے؟

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تصوف عملی طور پر وہ طریقۂ حیات ہے جس کا مقصود ذات خداوندی سے بلاواسطہ رابطہ پیدا کرنا ہے۔ اس رابطے کے حصول کے لئے ہر شخص کو چند روحانی تجربات میں سے گذرنا پڑتا ہے، جنہیں وارداتِ قلب کہتے ہیں صوفیا کا علم ان کے نفس کی گہرائیوں سے پیدا ہوتا ہے جسے مشاہدے یا کشف کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ علم مشاہدات اور واردات تک تو صحیح رہتا ہے لیکن اسے الفاظ کا جامہ پہنانا بڑا مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ جب یہ تجربات اور مشاہدات الفاظ و بیان کا جامہ پہن کر آتے ہیں تو نہ صرف صوفیاء بلکہ حکماء کے لئے بھی ایک الجھن کا باعث بن جاتے ہیں کیونکہ تضادات ابھر کر سامنے آ جاتے ہیں، مختلف سوالات مثلاً خدا اور انسانوں کے مابین کس قسم کا تعلق ہے؟ ...... وحدت اور کثرت سے وابستہ، تعلقات کس جگہ اور کس طرح ملتے ہیں؟ ...... انسان لافانی اور ماورائے عقل ہستی کا مشاہدہ کس طرح کر سکتا ہے؟ ...... محسوسات اور مشاہدات کی حد تک تو شاید انسان اس

قابل ہوسکتا ہے کہ وہ ہستی مطلق کا ادراک کر لے، لیکن جب بھی اس حقیقت کو الفاظ کا لباس پہنایا جائے گا، تو اس کا کوئی نہ کوئی پہلو نظر سے اوجھل اور تفہیم سے ماوراء ہو جائے گا، یوں صداقت میں کذب کی آمیزش ہو کر اختلافات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ ان مشکلات سے بچنے کے لئے صوفیاء نے اصطلاحات تصوف کا سہارا لیا لیکن ان کی تشریح میں بھی اختلافات پیدا ہو گئے۔ ہر مذہب اور مکتب فکر کے لوگوں نے ان واردات تصوف کو اپنے رنگ میں بیان کیا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی، یہودی، یونانی، ہندی، چینی اور اسلامی تصوف ایک دوسرے سے بآسانی تمیز کئے جاسکتے ہیں۔

## تصوف اور مذہب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصوف نے مذہب کے ساتھ تعلق کیوں قائم کیا ہے؟ اور کن حالات میں صرف توحیدی مذاہب میں نمودار ہوا ہے؟ اس کا جواب اکثر یوں دیا جاتا ہے کہ ہر مذہب حقیقی معنوں میں تصوف ہے یا اس پر مبنی ہے۔ اگر تصوف سے مراد یاد خدا سے بلا واسطہ تعلق کا احساس ہے تو ہر مذہب کی بنیاد اسی اساس پر قائم ہے۔ اگر انسان اور خدا کے درمیان جذبہء اتحاد اور محبت کو اہمیت نہ دی جائے تو مذہب محض چند بے جان رسوم کا مجموعہ بن کر رہ جاتا ہے اس کے باوجود ہم تصوف اور مذہب کے مابین تمیز کر سکتے ہیں۔ مذہب انسان کے تمام داعیات و ضروریات کی تسکین چاہتا ہے گویا داخلیت و خارجیت دونوں پہلوؤں سے مذہب زندگی پر حاوی ہوتا ہے، جبکہ تصوف سراسر داخلیت کا نمائندہ ہے اور داخلی و جذباتی زندگی ہی کو اپنی توجہ کا مرکز بناتا ہے گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تصوف مذہب کے داخلی پہلو پر توجہ مرکوز کرنے اور اسے اس حد تک ابھارنے کا نام ہے کہ یہ مذہب سے جدا

ایک مکتب کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

پھر ایک دور آیا جس میں خدا کو علیم و بصیر ہونے کے ساتھ ساتھ لافانی، ماوراء اور لامحدود اور انسان کو فانی، کمزور اور محدود قرار دیا گیا۔ یہ فرق اتنی شدت کے ساتھ پیش کیا گیا کہ تصوف ابھر ہی نہ سکا تاہم اسی دور میں ہمارے سامنے وحی آتی ہے جو خدا اور انسان کے مابین اس دوئی کی خلیج کو پاٹ دیتی ہے۔ وحی انسان کو نصب العین بتاتی ہے اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے سے دوری ختم ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب نیک اعمال انفرادی سے سماجی صورت اختیار کر جاتے ہیں اور انسان ان احکامات وحی کی پیروی محض ایک میکانکی طریقے سے کرنا شروع کر دیتا ہے تو قلب میں ایک روحانی خلا باقی رہ جاتا ہے چنانچہ یہ وہ دور ہے جب تصوف کا آغاز ہوتا ہے اور انسان اس کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے کہ وہ دوئی اور کثرت کو ختم کر کے حقیقی وحدت تک جا پہنچے گویا ایک طرح سے یہ اسطوری دور کی طرف مراجعت کا نام ہے جب دوئی ناپید تھی اور انسان کے ہر طرف، آمنے سامنے وحدت کارفرما تھی لیکن وحی نے انسان اور خدا کے درمیان تمیز پیدا کر دی اور من وتو کی تمیز پیدا ہوگئی، جسے ختم کرنے کے لئے تصوف سامنے آیا۔ اگرچہ صوفیاء وحی سے منکر نہیں ہوتے، لیکن وہ اپنے الہامات اور مشاہدات قلب کو بھی اہمیت دیتے ہیں چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ الہام کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوتا اور انسان اور خدا کا تعلق کسی دور میں بھی ختم نہیں ہوسکتا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تصوف کی صحیح اور اصل صورت اسلام اور بانی اسلام کے بعد ہمارے سامنے آتی ہے گویا تصوف کا آغاز بجا طور پر بعثت نبوت کے بعد ہوتا ہے اور یوں گویا انسان اور خدا کے تعلق کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

## متصوفانہ واردات

تصوف کا بہترین مظہر وہ تجربہ ہے جہاں صوفی ایک جذب و انہماک کی حالت میں دنیاومافیہا سے بالکل غافل ہوجاتا ہے عام طور پر صوفیاء نے اس تجربے کو بیان کرتے ہوئے، اسے نور سے تشبیہ دی ہے یعنی جب وہ اس واردات کا تجربہ حاصل کرتے ہیں تو انہیں یوں معلوم ہوتا ہے گویا وہ ہر طرف سے ایک ملکوتی نور میں لپٹے ہوئے ہیں اسی نور کے باعث وہ حقیقت کا علم حاصل کرتے ہیں یہ علم استدلالی نہیں بلکہ عینی ہوتا ہے۔اس منزل میں آکر قرب خداوندی کا وہ احساس پیدا ہوتا ہے، جس کے لئے صوفیاء نے اتحاد اور وصول کی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔اس حالت میں خودی اور انفرادیت کا احساس کلی طور پر محو ہوجاتا ہے اور انسان ہر شے کو فراموش کر کے صرف ذات خداوندی اور اس کے انوار کے مشاہدات میں منہمک ہو جاتا ہے لیکن اس انہماک اور استغراق کے باعث صوفی ایک غیر معمولی قوت کا حامل ہو جاتا ہے،اس دیدارِ ذات کے بعد اس کی خودی میں کمال وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی ہے، پرانے تصورات اور محرکات تقریباً ختم ہو جاتے ہیں اور زندگی کا ایک عظیم تر دور شروع ہو جاتا ہے جس کے سامنے بلند تر مقاصد ہوتے ہیں۔بقول اقبال

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھے مئے لا الہ الا ھو

## خودی اور نفیٔ خودی

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ تصوف نفیٔ خودی کی تعلیم دیتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ صوفی صرف خودفراموشی پر کاربند ہوتا ہے اور یہ نفسیاتی طور پر احساس،خودی کے

ایک بلند ترین نصب العین کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ انسان اپنے سارے وجود کو خدائے مطلق کے حضور پیش کرتا اور اس سے وصل کا خواہاں ہوتا ہے تاہم اس تمام سپردگی کے عمل میں انسان کی قوت ارادی کارفرما ہوتی ہے اور یہ انفرادیت اور خودی کا اظہار ہے جس سے بہتر مظاہرہ شاید ممکن نہیں۔ ہاکنگ کے خیال میں صوفی اپنی خودی اور انفرادیت کو نئے سرے سے محسوس کرتا ہے جس میں وہ دنیا کی ہر پابندی سے بے نیاز اور ماوراء ہو جاتا ہے بقول فلاطینوس ایک واحد دوسرے واحد سے دوچار ہوتا ہے۔

## تصوف اور سائنس

روئیس ایک جگہ لکھتا ہے کہ تاریخ فلسفہ میں سب سے زیادہ تجربیت پسند انسان صرف صوفی ہی ہے جو اپنے تجربات اور واردات کو ہر قسم کے خارجی معیار پر پرکھتا اور جانچتا ہے اور اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ خالص معروضی حقیقت تک پہنچ سکے جسے عام علمی زبان میں بیان کر سکے اور یہی طریق کار سائنس کا ہے۔ اب سائنس کا یہ فرض ہے کہ وہ صوفیانہ واردات کا کھوج لگائے اور ان تمام مشاہدات کو معروضات کی صورت میں پیش کر دے، جو آج تک شخصی اور ذاتی رہی ہیں اور شاید یہی معراج علمیت ہے۔

## ذاتی واردات اور اختلافات

ولیم جیمز کے نزدیک ہر متصوفانہ واردات اور تجربہ ناقابل بیان ہوتا ہے۔ اس تجربے میں جو کچھ واردات اس پر گذرتی ہے، وہ اسے خود تو محسوس کرتا ہے اور الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے لیکن چونکہ اس کا مواد محسوسات کی دنیا سے متعلق نہیں ہوتا اس لئے اسے مادی لباس پہنانا محال ہو جاتا ہے۔ اس پر غور کرنے

سے ہمیں پتا چلے گا کہ صرف متصوفانہ واردات ہی نہیں، ہر جذباتی تجربہ بھی ذاتی ہوتا ہے، جس میں یہ صفت موجود ہوتی ہے چنانچہ ہر جذباتی تجربہ بھی بعینہ دوسرے تک منتقل نہیں ہوسکتا مثلاً محبت کے جذبات کے بارے میں کسی دوسرے کو سمجھانا محال ہے، عشق کسی استدلال کا محتاج نہیں ہوتا۔ بطور تجربہ اور واردات وہ ایک ذاتی اور انفرادی کیفیت ہے، جس میں کوئی دوسرا شامل نہیں ۔ یہاں ایک اور مثال بھی بہتر رہے گی مثلاً گلاب کے پھول کی خوشبو جس طرح سے ایک شخص نے محسوس کی ہے، ہو سکتا ہے کہ دوسرا بعینہ محسوس نہ کرتا ہو کیونکہ اشتراک احساس صرف الفاظ اور تشبیہات کا محتاج ہے جبکہ تشبیہہ کا مشاہدہ بھی ایک انفرادی اور ذاتی فعل ہے اور یوں ہم پھول کی خوشبو کے متعلق اپنے احساسات اور خیالات دوسرے تک پہنچانے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف متصوفانہ تجربہ ہی نہیں بلکہ ہر جذباتی تجربہ ذاتی اور انفرادی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے بیان میں اختلافات کا رونما ہونا ضروری ہو جاتا ہے گویا جس حقیقت کا ادراک صوفی کرتا ہے وہ ہر قسم کے مادی لباس، الفاظ و تشبیہات سے ماوراء ہوتا ہے۔

## محبت اور فنا

صوفی کا تعلق اس ذات باری کے ساتھ ایک گہرے جذبے پر قائم ہوتا ہے بعض اوقات یہ تعلق اتنا جامع اور ہمہ گیر ہوتا ہے کہ اس میں کوئی اور جذبہ نہیں سما سکتا اسے محبت اور عشق کا نام دیا گیا۔ ایسی محبت کی مثالیں اکثر صوفیاء کے ہاں ملتی ہیں۔ انہوں نے اس محبت کی خاطر تمام دنیاوی تعلقات سے منہ موڑ لیا حتیٰ کہ بعض نے اولاد کی محبت کو بھی اس کے منافی جانا......تاہم بعض صوفیاء کے نزدیک اس محبت میں

مخلوق سے محبت شامل ہے۔صوفی جب محبت خداوندی سے سرشار ہوتا ہے تو اسی کا ایک مظہر مخلوق خداوندی سے محبت بھی ہوتا ہے جس کے باعث وہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے۔

محبت ایک انفعالی جذبہ ہے اسی بناء پر محققین کے نزدیک صوفی اپنے آپ کو کسی دوسری قوت کے ہاتھ میں ایک آلۂ کار سمجھتا ہے۔اس کے اعمال اور اقوال گویا اس کے اپنے نہیں بلکہ دوسری شخصیت کے ہیں لیکن یہ انفعالیت محض عارضی ہوتی ہے جو بہت جلد ایک اعلیٰ فعالیت میں تبدیل ہو جاتی ہے یعنی محبت، داد، دو کیفیتوں کے مجموعے کا نام بن جاتی ہے داد کی حالت میں خود سپردگی ہوتی ہے، جسے صوفیاء فنا کا نام دیتے ہیں اس میں من وتو کی تمیز ختم ہو جاتی ہے، دوئی کی جگہ یکتائی اور وحدت کا شدید احساس ہوتا ہے اسی بناء پر اکثر صوفیاء کے ہاں وحدت الوجود کا تصور پایا جاتا ہے اس احساس کے ساتھ ساتھ صوفی خود کو ذات باری میں گم نہیں کر دیتا بلکہ اس میں ایک عمیق ترین تخلیقی قوت بیدار ہو جاتی ہے جس کے ذریعے وہ معروضات پیش کرتا ہے اور لوگوں کو نئی اقدار کی تعلیم دیتا ہے۔

برگساں کے نزدیک صوفی یوں محسوس کرتا ہے گویا صداقت اپنے مصدر و منبع سے اسکے تمام وجود میں سرایت کر رہی ہے اور اس کے سارے جسم میں محبت ہی محبت کارفرما نظر آتی ہے۔اسی ملکوتی محبت سے وہ تمام انسانوں سے بلا امتیاز محبت کرتا ہے، خدا کی صفت تخلیق کا عکس اس کی ذات میں منعکس ہو کر اسے بلند ترین تخلیقی کارناموں پر ابھارتا ہے، جس کے ہر پہلو میں انسانیت سے محبت موجزن نظر آتی ہے۔یہی وہ لوگ ہیں جو برگساں کی نظر میں مذہب کو جمود، سکون اور رسمیت سے نکال کر نئی زندگی اور حرکت بخشتے ہیں۔

# تصوف قبل از اسلام

صحیح مسلم شریف کتاب التوبۃ باب قبول توبتہ القائل ...... مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار والتوبتہ صفحہ۲۰۳ ...... ابن ماجہ صفحہ۱۹۲ ...... مسند امام احمد بن حنبل جلد۳ صفحہ۲۰ پر حدیث ہے جس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کا ایک آدمی جس نے ننانوے قتل کیے تھے اس کے دل میں جب خوف خدا پیدا اور توبہ کرنا چاہتا تھا تو اس نے لوگوں سے پوچھا یہاں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ ...... تو اس کو ایک راہب کا پتہ بتایا گیا۔ جب وہ راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو راہب نے جواب دیا (لا) نہیں۔ یہ جواب سن کر اس نے غصے میں آ کر راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اب پورا100 بندہ قتل کر دیا مگر بے قراری و بے چینی میں پھر لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ روئے زمین پر کوئی نیک ولی کامل ہے تو کسی نے بتلایا کہ (اِیْتِ قَرْیَۃَ کَذَا وَ کَذَا) فلاں بستی میں ولی اللہ رہتا ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ ہو سکتا ہے خلاّق عالم تمہاری توبہ قبول فرمائے۔ اب یہ شخص اس ولی اللہ کی طرف چل نکلا۔ لیکن ابھی چند قدم ہی چلا کہ موت کا وقت قریب آ گیا (اَنَّہٗ لَمَّا اَتَاہُ الْمَوْتَ نَآءَ بِصَدْرِہٖ) جب اس پر موت آ گئی تو وہ اپنے سینے کے بل آگے بڑھا اور وہ زمین پر خود کو گھسیٹتا ہوا اور سینہ رگڑتا ہوا ولی اللہ کی طرف بڑھ رہا ہے، وہ موت کے منہ میں ہے لیکن کوشش کر رہا ہے کہ اس دھرتی کے قریب ہو جاؤں جہاں ولی کامل مرد خدا بیٹھا ہے مگر سلسلہ حیات منقطع ہو گیا۔ جب یہ شخص فوت ہو گیا تو

فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلَا ئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ قَالُوْا جَاءَ تَا ئِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِہٖ اِلَی اللّٰہِ

رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ شخص توبہ کرتے ہوئے ولی اللہ کی طرف متوجہ

ہوتا ہوا آیا تھا۔ اگرچہ یہ ولی اللہ کے پاس پہنچ نہیں سکا لیکن توبہ کی نیت سے اللہ کے نیک بندے کے پاس جا رہا تھا اس کا دل موم ہو چکا تھا۔ یہ ولی اللہ کی محبت میں سفر کر رہا تھا لہٰذا ہم اسے جنت میں لے کے جائیں گے۔

پھر (جَاءَ مَلَا ئِكَةُ الْعَذَابِ) عذاب کے فرشتے بھی آ گئے (وَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا) اور کہا اس نے کوئی نیک کام کیا نہیں بلکہ پورے 100 آدمیوں کا قاتل ہے۔ اب جنت والے کہتے ہیں یہ ہمارا ہے، جہنم والے کہتے ہیں ہمارا ہے، اب یہ مسئلہ حل کس طرح ہوگا۔ رب العزت نے ایک فرشتہ انسان کی صورت میں ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اس کو اپنے درمیان حاکم بنا لیا اس نے کہا

(قِيْسُوْا مَا بَيْنَ الْاَرْضَيْنِ فَاِلٰى اَيَّتِهِمَا كَانَ اَدْنٰى فَهُوَ لَهٗ) دونوں طرف کی پیمائش کرو وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔ جس جگہ یہ شخص فوت ہوا اس جگہ سے لے کر جہاں سے چلا تھا اور جس جگہ جانا چاہتا تھا دونوں جانب کی جگہ کی پیمائش کرلو۔ جہاں سے سفر شروع کیا اگر وہ فاصلہ کم ہوا تو یہ بندہ دوزخ والے فرشتوں کے حوالے کر دو...... اگر جہاں جانا چاہتا تھا وہ فاصلہ کم ہوا تو بندہ جنت والے فرشتوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ یہ بندہ ابھی تو اپنے مقام سے چلا ہی تھا کہ چند قدم پر موت آ گئی، ولی کامل کی دھرتی تو ابھی کافی دور تھی۔ مگر جب پیمائش ہونے لگی (فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِىْ وَاِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِىْ) اللہ نے اک زمین سے کہا تو دور ہو جا، اک زمین سے کہا تو قریب ہو جا۔ اس بندے کے وفات پانے والی جگہ سے ولی کامل کی بستی قریب ہو گئی (فَقَبَضَتْهُ مَلَا ئِكَةُ الرَّحْمَةِ) پھر رحمت کے فرشتوں نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور جنت میں لے گئے۔

اب دیکھیں اللہ رب العزت کو اپنے ولی کامل کی بارگاہ کی حاضری کتنی پسند ہے کہ جو شخص ناکام تھا زمین کو حکم دے کر کامیاب کروا دیا۔ معلوم ہوا جو ولیوں کی بار گاہ میں جاتا ہے اس پر دوزخ کی آگ حرام اور جنت واجب ہو جاتی ہے اس لیے کہتے ہیں چشت اھل بہشت

اوس پاسے رحمت خالق دا دارا ہو گیا
جس طرف ولی کامل دا اشارہ ہو گیا

تصوف کی ابتداء کے بارے میں واضح طور پر کچھ کہنا بڑا مشکل ہے شاید اس لئے سب سے پہلے فارس میں اپنا مقام بنایا زرتشی عقائد رفتہ رفتہ دنیا بھر میں پھیلتے چلے گئے اور پھر ایک طرف تو شام اور مصر کی راہ سے یونان میں اور دوسری طرف چین اور ہندوستان میں داخل ہوئے تاہم وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ تصوف کا بنیادی ماخذ کہاں ہے مختصراً یونانی، چینی، عیسائی، یہودی اور پھر اسلامی تصوف کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

## یونانی تصوف

یونان میں صوفیانہ تصورات کا آغاز ایک نیم دیومالائی شخص آرمینس سے ہوتا ہے اس وقت مغربی ایشیا میں سامی افکار اور زرتشی عقائد پھیلے ہوئے تھے جنہوں نے رفتہ رفتہ عمومی رسوم کی صورت اختیار کر لی۔ فلسفیانہ افکار نے عقلیت پسند ذہنوں کو ان رسوم سے بدگمان کر دیا، انہوں نے ایک طرف تو خیر و شر کی پائیدار اقدار کی تلاش شروع کر دی تو دوسری طرف شر سے محفوظ رہنے کے طریقوں کو تلاش کیا۔ اسی ماحول میں آرمینس کی باطنی رسوم نے جنم لیا اس نے زہد و اتقاء کو بنیاد قرار دے کر ذاتی

تجربے اور اس کی فکری توجیہات کی اشاعت شروع کی۔ اس نے تاریخ میں پہلی بار خانقاہیں قائم کیں۔ اس سے یہ عقیدہ پیدا ہوا کہ اگر روح جسم کی بندشوں اور مادی حدود سے آزاد ہو جائے تو اس کی قوتوں میں بے حد اضافہ ہوگا اسی چیز نے تصوف اور رہبانیت کا آغاز کیا۔ ان کے ہاں آواگون کا فلسفہ بھی کارفرما تھا، جو ہوسکتا ہے کہ ہندی اثرات کے تحت وہاں پہنچا ہو۔ آرمینس کے بعد یونانی شاعر پنڈار ہمارے سامنے آتا ہے اس نے جنت کا تصور بھی پیش کیا اس سے فیثا غورث، سقراط اور افلاطون بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ فیثا غورث نے ان رسوم میں نیت اور روح کو بے حد اہمیت دی۔ آرمینس کے نزدیک نجات کے لئے مجاہدہ اور ریاضت کافی ہے جس میں فنا یا قرب الٰہی کا مقام بھی آتا ہے جبکہ فیثا غورث نے اس مقصد کے لئے جذبات کی برانگیختی کو ختم کرنے کا حکم دیا تاہم وہ بھی آواگون کا قائل رہا۔ آرمینس کے نزدیک روح جسم میں مقید ہے اور یہ انسان کی بدقسمتی ہے کہ وہ اپنی فطری نورانیت سے محروم ہو گیا ہے جبکہ فیثا غورث نے اسے انسان کی بھلائی اور عروج وارتقاء کا ایک ذریعہ سمجھا اور اسے بلند ترین روحانی قوتوں کے حصول کا ایک ذریعہ جانا لیکن یہ بھی کہا کہ افزائش نسل کا سلسلہ ختم کرنا چاہئے تاکہ انسان مادی دنیا کی قید سے نجات حاصل کر سکے۔ یونان کے بعد اسکندریہ میں نوفیثا غورثی فلسفہ قائم ہوا جس کی رو سے خدا روح اور جسم تین مختلف چیزیں ہیں۔ خدا نے روح کو جو خیر مطلق تھی جسم میں مقید کر دیا ہے، جو شر ہے چنانچہ جسمانی جذبات اور خواہشات پر قابو پانا ہی روح کی معراج ہے چنانچہ اس کے حصول کے لئے زہد، عبادت اور صوفیانہ رسوم کو رواج دیا گیا۔

فیثا غورث کے بعد یونان کا بڑا فلسفی فلاطینوس تھا اس کے نزدیک خدا ہر شے سے بالا اور ماوراء ہے اس کے نزدیک دو عالم ہیں ایک محسوسات کا اور دوسرے

معقولات کا۔ روح محسوسات کے عالم سے تعلق رکھتی ہے اور انسان کی بلند ترین حیثیت کا انحصار صرف روح پر ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تصویر کشی کا مخالف تھا۔ اس فلسفی صوفی کا اثر ہمیں عیسائی، یہودی اور اسلامی تصوف پر بے حد ملتا ہے۔

## یہودی تصوف

یہودیوں کے ہاں ظاہری رسوم کی پابندی پر زور دیا گیا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہاں تصوف پنپ نہ سکا۔ یونانی اثرات کے تحت یہودیوں کے ہاں بھی تصوف نے جنم لیا جس کا بہترین نمائندہ حکیم فیلو ہے اس نے مذہب اور فلسفہ دونوں کا مطالعہ کیا اور ان میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی گویا وہ ایک طرح سے متکلمین میں سے تھا اس کے بعد یہودی تصوف زیادہ تر اسلامی تصوف کے زیر اثر پیدا ہوا جسے قبالہ کا نام دیا گیا ہے۔ عام طور پر یہودی تصوف میں خدائے خالق اور خدائے مطلق کے دو جداگانہ وجود ملتے ہیں ان کے نزدیک تورات کا خدا خدائے خالق ہے لیکن حقیقی خدا اس سے ایک علیحدہ ہستی ہے جو انسانوں کی عقل سے ماوراء ہے۔ اس خدائے خالق کو انہوں نے حقیقی خدا کا مشاہدہ مراقبہ قرار دیا چنانچہ ان کا تصوف مشاہدۂ عرش تک محدود رہا۔

## عیسائی تصوف

عیسائی تصوف کی بنیادیں بابلی اور مصری باطنیت میں گھڑی ہوئی ہیں بابلی صوفیاء کے نزدیک کائنات کے تمام واقعات نہ تو قوانین فطرت اور نہ انسانی ارادے سے ظاہر ہوتے ہیں، بلکہ دیوتاؤں کے فیصلے کا نتیجہ ہیں۔ یہ دیومالائی فیصلے

باطنی اسرار ہیں، جو انسان ایک خاص قسم کے عمل سے پا سکتا ہے اسی بناء پر بابل میں صوفیانہ حلقے قائم ہوئے یہی چیز یونان میں دیو مالا کی صورت اختیار کر گئی۔ ادھر بابل اور مصر میں اس چیز نے نجوم اور دیگر خرافات کی صورت اختیار کر لی۔ ایران سے اہرمن اور یزدان کی کشمکش کا فلسفہ بھی بابل میں آن وارد ہوا۔ ان تمام فلسفوں کے معجون مرکب نے مصر کے باطنی نظام پر اثر ڈالا اور یوں وہاں تصوف کا رواج ہوا۔ ہرمیس کے نوشتے قدیم صوفیانہ تحریک میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ ہرمیس، فیلو کا ہم عصر تھا اس کے نزدیک انسان فطری طور پر لافانی اور ابدی وجود ہے چونکہ وہ مادی دنیا میں ملوث ہو چکا ہے، اس لئے اس کی ابدیت ختم ہو گئی اور وہ موت کا شکار ہو گیا۔ جنسی عمل اور توالد و تناسل ہی ہبوط آدم کا باعث ہے اس لعنت سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ انسان مادی اور جسمانی تقاضے پوری طرح دبا دے۔ ہرمیس کے نزدیک وہ انسان جو علم رکھتا ہے وہ خدا کی مانند ہے اور موت اسے کبھی نہیں چھوئے گی یہ علم خیر و شر کی تمیز کا علم نہیں بلکہ اپنے نفس کا عرفان ہے اور یہ عرفان تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک کائنات خدا اور انسان کے درمیان ایک واسطے کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ یہ کائنات خدا کی شبیہہ کا عکس ہے اور انسان اس کائنات کی پیدائش ہے انسان اس وسیلے کے بغیر خدا کو نہیں سمجھ سکتا یہی تصورات بعد میں عیسائیت نے اپنا لئے اور انہوں نے کائنات کی بجائے مسیح کو وسیلۂ نجات قرار دے دیا۔

عیسائیت میں مذہب کا تصور بالکل داخلی اور ذاتی ہو کر رہ گیا چنانچہ حواریٔ مسیح کے لقب سے بہت سے صوفیاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فقرے ''آسمانی بادشاہت تمہارے اندر ہے جو کوئی اپنے نفس کو پہچان لے گا وہ اسے پالے گا'' سے عیسائی تصوف کا آغاز ہوتا ہے اس تصوف

کی بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان بلاواسطہ خدا کے ساتھ تعلق قائم نہیں کرسکتا اور یہ واسطہ صرف مسیح علیہ السلام ہے، جبکہ اسلام نے خدا اور بندے کے درمیان کسی کو واسطہ نہیں ٹھہرایا۔

عیسائی تصوف کا بانی پولوس ہے اس نے اپنے مکاشفے کے بعد سے اپنی تعلیمات کی تبلیغ کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے متعلق اس نے جو تصور پیش کیا، وہ یونانی فکر، یہودی اور مروجہ مشرکانہ مذاہب کے تصورات کی آمیزش تھی۔ اس کے نزدیک عیسیٰ ایک روحانی وجود ہے، نورانی، مختار کل، جو دلوں کے خفیہ راز سے واقف ہے وہ سب انسانوں کے لئے قابل پرستش ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ خدا کی طرح لوگوں پر فضل کی بارش کرے۔

پولوس کے بعد دوسری اہم شخصیت کلیمنٹ ہے وہ یونانی فلسفے اور تمام قدیم و جدید مذاہب سے پوری طرح آشنا تھا۔ اس کے نزدیک خدا کا تصور بالکل سلبی ہے جس میں فلاطینوس کا اثر نمایاں ہے خدا تک پہنچنے کیلئے وہ تین منزلیں بتاتا ہے۔ پہلی منزل طہارت ہے جس میں انسان خود کو نفسانی خواہشات سے آزاد کرا لیتا ہے دوسری منزل منطقی تجزیہ ہے یہ ایک عقلی علم ہے، جس میں انسان مادی اشیاء کو ان کی صفات سے علیحدہ کر دیتا ہے اور تیسری منزل میں مسیح کی وسیع ذات میں داخل ہونا ہے اس سے بھی ہمیں یہ علم نہیں ہوگا کہ خدا کیا ہے؟ البتہ ہم یہ سمجھ سکیں گے کہ وہ کیا نہیں ہے؟ یہ علم سلبی ہوگا اثباتی نہیں۔

عیسائی تصوف کی دوسری اہم شخصیت آگستائن ہے اس نے عیسائیت، مانویت، فلسفہ اور سائنس غرضیکہ ہر علم اور مکتب فکر کا گہرا مطالعہ کیا اور پھر عیسائی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس نے اعلان کیا کہ انسان فطرتاً گناہگار ہے اور نیکی و بدی اختیار کرنے کی

قوت رکھتا ہے نفسانی خواہشات شر انگیز ہیں اور اگر کوئی شخص انہیں پورا کرتا ہے تو وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے چنانچہ عیسائیت میں قنوطیت اور رہبانیت نے جنم لیا آگسٹائن کے نزدیک جذب و مشاہدے کا راستہ انسانی زندگی کا بہترین اور بلند ترین مقصد ہے اور یہ مشاہدہ اسی دنیا میں ممکن ہے۔

# اسلامی تصوف

## آغاز

اسلام میں تصوف کی اصطلاح غالباً تیسری صدی ہجری میں اہل بغداد نے رائج کی تھی امام قشیری کے بقول یہ لفظ دوسری صدی ہجری میں جاری ہوا۔ اس کا سرچشمہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے اور آپ ہی سے یہ علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملا ان سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نے استفادہ کیا۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلا شخص جسے صوفی کے لقب سے نوازا گیا، کون تھا بقول صاحب ''کشف الظنون'' سب سے پہلا صوفی ابو ہاشم تھا جنہوں نے ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی اور بقول مولانا جامی وہ شخص جس نے سب سے پہلے تصوف کی تعلیم دی ذوالنون مصری تھے، جس کا انتقال ۲۴۵ ہجری میں ہوا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی زندگی کی بنیاد خوف خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر رکھی تھی۔ سادگی میں تمام صحابہ اعلیٰ رتبے کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں شریعت اور طریقت یعنی دین اور تصوف دو جداگانہ چیزیں نہ تھیں رفتہ رفتہ جب سیاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا تو علوم واعمال ظاہری اور باطنی اصلاح میں تمیز کی جانے لگی اور تصوف کو بطور فن ایک جداگانہ حیثیت حاصل ہوگئی۔

## مشہور صوفیاء

یوں تو اسلامی تصوف کے معمار تمام مسلم صوفیاء ہیں لیکن ان میں مندرجہ ذیل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ (وصالِ باکمال ۶۶۱ء)، حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا (۸۱۰ء) حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (۸۲۱ء)، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (۸۷۴ء)، حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ (۸۷۵ء) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۰ء)، حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (۹۴۶ء)، امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۲ء)، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۶۶ء)، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۹۱ء)، حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۹ء)، حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۰ء)، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۳ء)، حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۸ء)، خواجہ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۶ء)، مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۹۲ء) اور ہندوستان میں حضرت داتا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۲ء)، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۴ء)، خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۶ء)، خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۵ء)، خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۴)، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۲۴ء) وغیرہ اہم ہیں۔

## تصانیف

مسلمان صوفیاء بڑے عالم فاضل ہستیاں ہوتے تھے ہر وقت ان کے گرد

طالبان علم کا ہجوم رہتا تھا چنانچہ انہوں نے مختلف کتابیں لکھیں ان کی اہم ترین تصانیف یہ ہیں۔

- ......کتاب التعرف لمذہب اہل تصوف از امام الکلابادی
- ......اللمع فی التصوف از حضرت ابونصر سراج (وفات ۹۸۸ء)
- ......کشف المحجوب از حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری
- ......رسالہء قشیریہ از امام ابوالقاسم قشیری
- ......احیاء العلوم از امام محمد غزالی
- ......عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی
- ......منطق الطیر از خواجہ فرید الدین عطار
- ......فتوحات کلیہ اور فصوص الحکم از حضرت محی الدین ابن عربی
- ......حدیقہ از حکیم سنائی
- ......مثنوی از مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ
- ......گلشن زار از حضرت شبستری رحمۃ اللہ علیہ
- ......انسان کامل از حضرت عبدالکریم جیلی
- ......لمعات اور لوامع توائح از مولانا عبدالرحمٰن جامی
- ......مکتوبات امام ربانی از حضرت مجدد الف شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

## تعلیمات

صوفیوں کا نقطہ نظر مختصراً یہ ہے کہ ہستی باری تعالیٰ ایک لامعرف، غیر تعین پذیر، غیر انقسام پذیر اور ماورائے ادراک وحدت ہے اکثر صوفیاء یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کا عین حسن ہے جسے اصطلاحاً کمال کہتے ہیں اور بعض ارادے کو، بعض نور کو اور بعض علم کو اللہ تعالیٰ کا عین قرار دیتے ہیں۔ پہلے مکتب فکر کے پیرو شفیق بلخی، ابراہیم بن ادھم اور رابعہ بصری ہیں دوسرے مکتب فکر کے پیرووُں میں ممتاز ترین شخصیت منصور بن حلاج کی تھی تیسرا مکتب فکر شہاب الدین سہروردی کا اور چوتھا مکتب فکر حضرت محی الدین ابن عربی کا ہے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات اس کا عین ہیں۔

جہاں تک دنیائے حقیقت کا تعلق ہے یہ ایک عکس اور باری تعالیٰ کی صفات ممیز عین العین پر مشتمل ہے یہ نظر کا دھوکا ہے اس کے برعکس تمام اشیاء چونکہ ہستی باری تعالیٰ کے انعکاسات، صدورات یا حسب مراتب صفا اس کے کمال یا حسن کی تجلیاں ہیں، وہ فی نفسہٖ اپنی اصل سے قرب و بعد کے اعتبار سے حسین اور سزاوار محبت ہیں۔

روح انسانی بھی اللہ تعالیٰ کا ایک صدور ہے، جیسے شعاع آفتاب کی صدور ہے جس طرح شعاع عمل اشعاع سے پہلے آفتاب کے ساتھ ایک تھی اس طرح روح انسانی بھی روح بننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تھی۔ مادے کے ساتھ خلاف طبع اتصال نے ذرات گرد و غبار کے ساتھ شعاع نور کے اتصال کی طرح اسے ایک ممیز شکل دے دی ہے۔ انسان ایک کائنات اصغر ہے جس میں باری تعالیٰ کی تمام صفات ناتمام صورت میں جلوہ گر ہیں اسی لیے کائنات میں انسان کا مقام یکتا اور بے عدیل ہے۔

ہر شے کی طرح انسان بھی اپنی اصل میں دوبارہ مل جانے کے لئے مضطرب و بے قرار ہے یہی اضطراب و بے قراری، درجہ استکمال سے گذر جانے کے بعد یہ تڑپ، اور حسن کامل کے ساتھ مل کر ایک ہو جانے کی یہ تمنا ہی دراصل عشق ہے۔ عشق ہی تمام مذاہب کی روح رواں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا مقام نہ مندر ہے، نہ مسجد اور نہ کلیسا

بلکہ وہ تو قلب انسانی ہے۔

عشق کا مقصود حقیقی جمال الٰہی ہے لیکن اس حد تک پہنچنے کے لیے صوفی پر لازم ہے کہ وہ پہلے حسانِ عالم سے عشق کرے اور ان کے مراقبے میں رہے اور ایسے عمل کرے جو محبوب کے پسند خاطر ہوں۔ سلوک کی راہ میں صوفی متعدد منازل واحوال سے گذرتا ہوا جب محبوب کے حسن کامل کے حضور پہنچتا ہے تو اس وقت اس کی تمام صفات زائل ہو جاتی ہیں اور صوفی کی ہستی اپنے محبوب حقیقی کی ہستی میں فنا ہو جاتی ہے۔

جنت وصل یا تقرب کا سرور ہے اور جہنم درد کا نام ہے صوفی اس راہ کے تمام شدائد ومصائب کو خوش آمدید کہتا ہے کیونکہ اس کا نزول اس کے محبوب کی طرف سے ہوتا ہے صوفی پر لازم ہے کہ محبوب میں فنا ہو جانے کے لئے محبوب کی تقلید کرے۔

## طریقۂ تصوف

چونکہ انسانی زندگی کا مقصد تلاش حق ہے اور حق روشنی اور تاریکی کے ستر ہزار پردوں میں چھپا ہوا ہے اس لئے حق کے متلاشی کے لئے ضروری ہے کہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے نہایت ریاضت اور محنت سے کام لے حق تک رسائی حاصل کرنے کے لئے صوفیا نے سات منزلوں کے نام بتائے ہیں۔

۱......عبودیت، ۲......عشق، ۳......ایذاء، ۴......معرفت، ۵......وجد
۶......حقیقت، ۷......وصل

اس روحانی سفر میں طالب حق جسے اصطلاح میں سالک کہا جاتا ہے یہ سات منازل طے کرتا ہے بعض صوفیاء نے چار منازل گنوائی ہیں۔

۱......شریعت، ۲......طریقت، ۳......معرفت، ۴......حقیقت

یہاں شریعت سے مراد اطاعت خدا اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ عبادت کے ذریعے انسانی ذہن کی جلا ہوتی ہے اس کے بعد سالک دوسرے مرحلے یعنی طریقت میں داخل ہوتا ہے جس میں شریعت کی پابندی کے ساتھ ساتھ ایسے ایک مرشد کی تلاش کرنی چاہئے جو اسے ضبط نفس کی تلقین کر سکے جس پر عمل پیرا ہو کر طالب حق تیسری منزل یعنی معرفت میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا قلب اس قابل ہو جاتا ہے کہ حق کا علم حاصل کر سکے اس کے ساتھ ہی چوتھی اور آخری منزل حاصل ہو جاتی ہے جو حقیقت ہے۔

اس سفر میں سالک کو ایک رہبر کی ضرورت ہوتی ہے جس کی اطاعت اسی طرح کرنا ہوتی ہے جس طرح محبوب حقیقی کی راہ عشق میں کوئی منطق نہیں چلتی یہاں بلا چون و چرا تعمیل حکم کرنا ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک رہبر ناقص اسے راستے سے بھٹکا دے اس لئے اس پر لازم ہے کہ ایک سچے راہبر کی تلاش کرنے میں اپنی پوری سمجھ بوجھ سے کام لے اور اس کے انتخاب میں انتہائی حزم و احتیاط ملحوظ رکھے۔

الٰہی صوفیا فنا فی اللہ کی باتیں نہیں کرتے بلکہ وہ تجلّی رب یا تقرب الٰہی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مرشد کی تعلیم کا پہلا زینہ ریاضت اور مجاہدہ ہے اس کی دو قسمیں ہیں اصولی اور تفصیلی۔ مجاہدہ اصولی کے اصول چار ہیں قلت کلام...... قلب طعام...... قلت منام...... قلت اخلاط مع الانام۔ مجاہدۂ تفصیلی کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اخلاق حمیدہ حاصل کرنا۔ دوسری قسم اخلاق ذمیمہ سے بچنا۔ اخلاق حمیدہ یہ ہیں۔

۱۔ توبہ...... گناہ کو یاد کر کے افسوس کرنا اور نادم ہونا اور ترک کر دینے کا عہد کرنا۔

۲۔صبر......ہوائے نفسانی پر غالب آنا۔

۳۔شکر......نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور پھر خوش ہو کر اس کی اطاعت کرنا۔

۴۔رجا......فضل اور مغفرت اور جنت و نعمت کے انتظار میں قلب کو راحت ہونا اور ان کے حصول کی کوشش کرنا۔

۵۔خوف......عتاب وعذاب کے خیال سے دل کو دردمند کرنا۔

۶۔زُہد......فانی چیزوں کی خواہشات کو ترک کر کے آخرت کی طرف مائل ہونا۔

۷۔توحید......یہ یقین رکھنا کہ بدون ارادہ خدا کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

۸۔توکل......صرف وکیل یا کارساز پر قلب کا اعتماد رکھنا۔

۹۔محبت......طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے حقیقی لذت حاصل ہو۔

۱۰۔شوق......محبوب کو اس کے کمال کے ساتھ دیکھنے کی خواہش کرنا۔

۱۱۔اُنس......محبوب کی معلومہ وجوہ پر نظر کر کے قلب کو سرور حاصل ہونا۔

۱۲۔رضا......حکم قضاء پر اعتراض نہ کرنا۔

۱۳۔نیّت......دل کا ایسی چیز کی طرف ابھرنا جسے اپنے نفع کے موافق سمجھنا۔

۱۴۔اخلاص......اطاعت میں صرف اللہ کے تقرب و رضا کا قصد رکھنا۔

۱۵۔صدق......جس مقام کو حاصل کریں، اسے کمال تک پہنچائیں۔

۱۶۔مراقبہ......ذات پاک کا دل سے دھیان رکھنا۔

۱۷۔فکر......معلومات سابقہ کو بھلا کر غیر معلوم باتوں تک پہنچنا۔

وہ اخلاق ذمیمہ جن سے بچنا لازم ہے: درج ذیل ہیں

۱۔آفاتِ لسان......فضول تکرار، گالی کلوچ، بدگوئی، لعنت، خوشامد، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے بچنا۔

۲۔شہوت......بطن وفرج کی لذات۔

۳۔غضب......انتقام لینے کے لئے دل کا جوش میں آنا۔

۴۔حقد......دل کی گرانی جو انتقام نہ لے سکنے کی صورت میں قائم رہتی ہے۔

۵۔حسد......کسی کی اچھی حالت دیکھ کر جلنا اور اس کے زوال کا خواہاں ہونا۔

۶۔حبِ دنیا......ان دنیوی اشیاء کی خواہش، جن سے آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

۷۔بخل......شرعاً لازم مصارف میں تنگی کرنا۔

۸۔حرص......مال وغیرہ کے ساتھ دل کو لگانا۔

۹۔حب جاہ......لوگوں کے نزدیک قابل تعظیم بننے کی خواہش کرنا۔

۱۰۔ریا......شہرت اور نیک نامی کی غرض سے لوگوں کو دکھا کر اطاعت کرنا۔

۱۱۔تکبر......خود کو صفات کمال میں دوسروں سے بڑا سمجھنا۔

۱۲۔عجب......اپنے کمال کو اپنی طرف منسوب کرنا اور زوال کا خوف نہ کرنا۔

۱۳۔غرور......کسی نفسانی خیال پر طبیعت کا مائل اور قلب کا مطمئن ہونا۔

## تصوف کے مختلف سلسلے

چوتھی صدی ہجری/دسویں صدی عیسوی میں صوفیاء نے تزکیۂ نفس کے مختلف طریقے وضع کئے اور اسی دوران طریقت کے مختلف سلسلے تشکیل پائے۔ان سلسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کی آگے چل کر اور بہت سی شاخیں ہو جاتی ہیں ان میں سے ہر شاخ کا ایک بانی ہے ہر سلسلے کا منبع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔صرف ایک سلسلہ نقشبندیہ ایسا ہے جس کی ابتداء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے۔

زیادہ مشہور سلسلے یہ ہیں:۔

## سلسلۂ قادریہ

اس سلسلے کے بانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں انہوں نے اس سلسلے کی بنیاد مشہور صوفی حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر رکھی۔اس سلسلے میں درود شریف پر زیادہ زور دیا جاتا ہے یہ لوگ سماع کے خلاف ہیں ذکر جلی اور ذکر خفی دونوں جائز سمجھتے ہیں۔

## سلسلۂ نقشبندیہ

اس کے بانی حضرت خواجہ سید بہاء الدین محمد المعروف شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس کی بنیاد حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر رکھی گئی۔پاک و ہند کے مسلمان اس سلسلے سے خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے متعارف ہوئے۔ شیخ احمد سرہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے کو مزید ترقی دی یہ لوگ مراقبے پر زیادہ زور دیتے ہیں سماع سے پرہیز کرتے ہیں اوراذکار میں بھی ذکر جہری اور ذکر خفی دونوں کو جائز سمجھتے ہیں لیکن زیادہ زور ذکر خفی پر دیتے ہیں۔

## سلسلۂ چشتیہ

اس سلسلے کی بنیاد خواجہ علو دیناروی ہیں لیکن اس سلسلے کو اصل شہرت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے نصیب ہوئی پاک و ہند میں یہ سلسلہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی وجہ سے مقبول ہوا اس سلسلے میں کلمۂ شہادت پر بہت زور دیا جاتا ہے اور خاص طور پر لفظ اللہ کے ورد کی بڑی تاکید کی جاتی

ہے ان لوگوں کے نزدیک سماع جائز ہے۔

## سلسلۂ سہروردیہ

اس سلسلے کے بانی الشیخ ابونجیب سہروردی علیہ الرحمہ ہیں اس سلسلے میں سانس بند کر کے اللہ ہو کہنے کی تاکید کی جاتی ہے یہ لوگ سماع کی جگہ تلاوت کلام پاک پر زور دیتے ہیں۔ ذکر جلی اور خفی دونوں طریقوں سے کرتے ہیں۔

# ولایت

لفظ ولی کے متعدد معانی ہیں۔ یہ لفظ ولی فَعِیلٌ کے وزن پر ہے جس کے معنی فاعل کے بھی ہیں اور مفعول کے بھی جس کا مطلب یہ ہے کہ ولی اللہ کا محبّ بھی ہوتا ہے اور اللہ کا محبوب بھی۔ ان کے کاموں کا اللہ والی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ هُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْن ...... اللہ تعالیٰ صالحین کا والی ہے۔ (الاعراف:۱۹۶)

لہٰذا اللہ تعالیٰ اس بندے کو ایک لحظہ کے لیے اس کی ذات پر نہیں چھوڑ دیتے بلکہ حق سبحانہ خود اس کی نگہبانی کرتا ہے۔

استاد ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فعیل مبالغہ کا صیغہ فاعل کے معنی میں ہے یعنی وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنا اپنے ذمے لے لیتا ہے لہٰذا اس کی عبادت لگاتار چلی جاتی ہے اور درمیان میں کوئی نافرمانی حائل نہیں ہوتی۔

ولی میں ان دونوں وصفوں کا پایا جانا ضروری ہے تاکہ ولی ایسا ولی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کلی طور پر ادا کرنا پسند کرے اور ساتھ ہی اللہ اس کی خوشی اور غمی ہر دو حالت میں ہمیشہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: العلماء ورثة الانبياء (ترجمہ: علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں)

علماء سے یہاں مراد اولیاء اللہ ہیں جن کی تعریف قرآن پاک میں یوں کی گئی ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْن (یونس:۶۲)

(ترجمہ: بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے) اور یہی وہ

جماعت ہے جس کی وضاحت قرآن پاک میں اس طرح کی گئی ہے (ترجمہ: تم میں سے ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلایا کرے، بھلائی کا حکم دیا کرے اور بدی سے روکا کرے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں) اس جماعت سے مراد بھی اولیاء اللہ ہیں کہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ان سے بہتر کسی نے سرانجام نہیں دیا۔

## لفظ صوفی

قرآن و حدیث میں مؤمنین کو کئی القابات سے پکارا گیا ہے مثلاً ذاکرین، صابرین، خاشعین، قانتین، موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، عابدین، متوکلین، مقربین، ابرار، اولیاء اور عباد۔

سلف ایک دوسرے کو مخاطب کرنے کیلئے ان میں سے مختلف الفاظ وقتاً فوقتاً استعمال کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک موقع پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: **یا معشر الفقراء انکم تعرفون باللّٰہ وتکرمون اللّٰہ فانظروا کیف تکونوا مع اللّٰہ اذا خلوتم بہ**...... اے فقراء کی جماعت! بے شک تم اللہ کو پہنچانتے ہو اور اللہ کی تعظیم کرتے ہو پس دیکھو کہ جب تم خلوت میں ہو تو اللہ کے ساتھ کیسے ہو۔ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ سیرت عمر بن الخطاب میں لکھتے ہیں......

**قالت الشفاء رات فتیانا یقصدون فی المشی ویتکلمون رویدا قالت ماھولاء قالوا نساک** ......شفاء، بنت عبداللہ نے چند نوجوانوں کو دیکھا کہ ان کی رفتار اور گفتار میں آہستگی پائی جا رہی ہے۔ دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں، بتایا گیا کہ یہ عباد ہیں۔

فقراء ان لوگوں کو کہتے ہیں جن میں فقر ہو اور عباد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو عبادت گزار ہوں چونکہ یہ دونوں لفظ اپنے موصوف کی صفت کی طرف اشارہ کرتے تھے لہٰذا سلف صالحین اپنی باطنی صفات و مقامات پر نام پکارے جانے میں ریاکاری سے ڈرتے تھے طبیعت کا انشراح اور ادب کا تقاضا یہی تھا کہ عادات ظاہرہ پر نام پکارا جائے۔ ظاہراً ان حضرات میں قدر مشترک صوف کا لباس تھا جسے یہ سنت سمجھ کر پہنتے تھے دو احادیث درج ذیل ہیں

۱...... شیخ ابوزرعہ طاہر بن محمد بن طاہر نے اپنے مشائخ کی اسناد کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبس الصوف ویرکب الحمار ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اون کا لباس پہنتے اور دراز گوش (گدھا) کی سواری کرتے تھے۔

۲...... حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: علیکم یلبس الصوف تجدون حلاوۃ فی قلوبکم ...... تم اون کا لباس پہنو ایمان کی حلاوت اپنے دلوں میں پاؤ گے۔ چونکہ صوف کا لباس (پشمینہ) پہننا انبیاء علیہم السلام کی عادت اور اولیاء و اصفیاء کا شعار تھا لہٰذا انہیں ظاہری لباس کی طرف منسوب کر دیا گیا پس صوفی ایک مجمل اور عام نام ہوا جو ان کے تمام علوم، اعمال، اخلاق اور تمام شریف اور قابل ستائش احوال کی خبر دیتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص اصحاب کا قرآن مجید میں تذکرہ کیا تو انہیں ان کے ظاہری لباس کی طرف منسوب کیا" اذ قال الحواریون" (جب حواریوں نے کہا) یہ لوگ سفید لباس پہنتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی

طرف منسوب کر دیا اور جن علوم واحوال سے یہ موسوم تھے ان میں سے کسی نوع کی طرف منسوب نہیں کیا۔ میرے نزدیک صوفیہ کا بھی یہی معاملہ ہے۔

## ولی کی شرائط

ولی کی شرائط میں ایک شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے گناہ سے محفوظ رکھے۔ جس طرح نبی کی شرط ہے کہ وہ معصوم ہوتا ہے لہٰذا جس شخص میں شریعت کی رو سے اعتراض پایا جاتا ہو سمجھ لو کہ اسے شیطان نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

استاد ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ ابو یزید بسطامی ایک ایسے شخص سے ملنے کے ارادہ سے گئے جو لوگوں میں ولی مشہور تھا۔ جب آپ اس کی مسجد میں پہنچے تو اس کے نکلنے کا انتظار کرنے لگے اس شخص نے نکلتے ہی مسجد کے اندر گلا صاف کیا اور بلغم پھینک دیا یہ دیکھ کر ابو یزید اسے سلام کئے بغیر واپس چلے آئے اور فرمایا: یہ شخص تو شریعت کے آداب میں سے ایک ادب کا بھی امین نہیں تو پھر اسرار خداوندی کا یہ شخص امین کیسے ہوسکتا ہے؟۔

## ولی کے لیے اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری ہے یا نہیں

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری ہے یا نہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا چاہیے کیونکہ ولی تو اپنے آپ کو بنظر استحقار دیکھتا ہے اور اگر اسکے ہاتھوں کوئی کرامت ظاہر ہو تو اسے اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ چال نہ ہو اسی لیے اسے ہمیشہ ڈر رہتا ہے۔ اسے ڈر صرف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں وہ اپنے مرتبہ سے گر نہ جائے اور کہیں اس کا انجام اس کی حالت کے خلاف نہ ہو جائے۔ یہ لوگ ولی کی شرائط میں اس بات کو گنتے ہیں

کہ اس کا انجام ٹھیک ٹھاک ہو (مگر انجام کا علم صرف اللہ کو ہے) اس سلسلہ میں صوفیاء سے بہت سی حکایات بیان کی جاتی ہیں صوفیاء کی ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے اور اگر ہم ان کے اقوال نقل کرنے لگ جائیں تو قصہ طولانی ہو گا۔ امام ابو بکر فورک کا یہی عقیدہ تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہو انجام کا درست ہونا ولایت کی تحقیق میں شرط نہیں پھر اگر یہ بات شرط بھی ہو تو ہوسکتا ہے کہ اس ولی کو اس کرامت کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے بتلا دیا ہو کہ اس کا انجام محفوظ ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی کرامت کا جائز ہونا ایک ضروری امر ہے۔ ولی کو اگرچہ اپنے انجام کا خوف لاحق رہتا ہے پھر بھی موجوہ حالت میں جو ہیبت تعظیم اور اجلال (خدا کو بزرگ جاننا) اس کے دل میں ہے وہ اس خوف سے زیادہ کامل اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے اس لئے کہ تعظیم و ہیبت خواہ کم ہی کیوں نہ ہو پھر بھی بہت سے خوف کے مقابلہ میں دل کے لئے زیادہ سکون کا باعث ہوتی ہے۔ نیز اس لیے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ؐ کے صحابہ میں سے دس آدمی جنت میں ہوں گے لہٰذا یہ تو یقینی ہے کہ دس صحابیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور انہوں نے اپنے نیک انجام کو معلوم کر لیا مگر پھر بھی اُن کی حالت کی تبدیلی سے ان کی حالت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا نیز اس لیے بھی کہ نبوت کی صحیح معرفت کی شرط یہ ہے کہ انسان معجزہ کی تعریف جانتا ہو (کہ معجزہ کیا چیز ہے) اور اس میں کرامات کی حقیقت کو جاننا بھی شامل ہے لہٰذا جب ولی یہ دیکھے کہ اس سے کرامات ظاہر ہو رہی ہیں تو اس کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کرامات اور غیر کرامات میں امتیاز نہ کر سکے۔ چنانچہ جب اسے کچھ کرامات دکھائی دیں گی تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اس

وقت حق پر ہے پھر یہ بھی جائز ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ اس کا انجام بھی اسی حالت پر رہے گا حق تعالیٰ کا یہ بتلا دینا کہ وہ انجام کار میں حق پر رہے گا اس کے لیے کرامت ہے۔

## اولیاء کی تعریف

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقداذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصربہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلۃ التی یمشی بھا وان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ (صحیح بخاری ۱۶۴۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو شخص میرے کسی ولی (بندہ مقرب) سے عداوت رکھے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ کسی اور میری پسندیدہ چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جتنا کہ فرائض کے ذریعے (میرا قرب پاتا ہے) اور میرا بندہ نفل (زائد) عبادات کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب پاتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت فرماتا ہوں جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو اسے ضرور عطاء کرتا ہوں

اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ عطاء فرماتا ہوں۔

**تشریح** : بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ محبوبان خدا پر جب اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کا نزول ہوتا ہے اور وہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتے ہیں تو ان کی جسمانی قوتیں، سننا، دیکھنا، پکڑنا، چلنا عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ دوریاں اور فاصلے ختم ہو جاتے ہیں اور جہاں میں جہاں چاہیں دور نزدیک سے سننے دیکھنے اور امداد کرنے کے صلاحیت رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت اس کے پہنچنے سے پہلے میرے پاس لائے ؟ تو ایک جن کے بعد ایک عالم ربانی (آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ) نے کہا

**انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک** ......میں اسے آپ کی آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے لاتا ہوں۔ (سورہ نمل آیت ۴۰)

کتب تفاسیر کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت ملک شام میں تھے اور بلقیس کا تخت صنعاء یمن میں تھا تو سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی اللہ وہ بہت بڑا تخت ایک پل مارنے سے پہلے ایک ملک سے اٹھا کر دوسرے ملک میں لے آئے۔ جس سے واضح ہے کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اور انہیں مدد کے لئے پکارنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سنت ہے۔ نیز اس سے محبوبان خدا کا دور سے دیکھنا اور تصرف کرنا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں خطبہ جمعہ کے دوران عراق میں جنگ لڑنے والے سپہ سالار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو فرمانا

**یاساریة الجبل** ......یعنی اے ساریہ! پہاڑ کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور حضرت ساریہ کا آپ کی آواز سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے فتح یاب ہونا بھی محبوبان خدا کے غیر معمولی تصرفات کی دلیل ہے۔

ولایت الٰہیہ کوئی دنیاوی عہدہ نہیں کہ وفات سے ختم ہو جائے بلکہ ذات حی وقیوم کی دوستی اور اس کا قرب، وفات کے بعد بھی برقرار رہتا ہے۔لہٰذا وہ اپنی قبروں سے بھی اہل دنیا کو فیض عطا فرماتے ہیں اور امداد کرنے کی پہلے سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنگوں اور مشکلات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امداد کیلئے بعد از وصال دور دراز کے علاقوں سے پکارتے تھے۔

مفسر قرآن حافظ ابن کثیر دمشقی جنگ یمامہ کے بارے میں لکھتے ہیں

**وکان شعارھم یومئذ یامحمداہ**

ترجمہ: یعنی جنگ یمامہ میں جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے۔صحابہ کرام کا مخصوص لفظ (یعنی شناخت ونشان) یامحمداہ (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مدد فرمائیں) تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۲۲۱)

نیز احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عالم برزخ میں خصوصی امداد سے پچاس نمازوں میں تخفیف ہوئی اور نمازیں پچاس کی بجائے پانچ رہ گئیں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ہمعات میں غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے

یعنی اسی لئے بزرگان دین نے کہا کہ وہ اپنی قبر میں زندہ بزرگوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

اولیاء کی کرامات حق ہیں اور اس پر قرآن واحادیث شاہد ہیں مزید برآں اولیاء اللہ کی بہت سی حکایات سے بھی کرامات کے برحق ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ استاد ابوعلی دقاق کا یہی عقیدہ تھا کہ یہ بات جائز ہے کہ ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم بھی ہو۔

کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ادھم نے ایک شخص سے کہا کیا تو اللہ کا ولی بننا چاہتا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا پھر تجھے دنیا اور آخرت کی کسی چیز کی طرف رغبت نہیں ہونی چاہئے اور اپنے آپ کو صرف اللہ کے لیے فارغ کرلے اور ہمہ تن اس کی طرف توجہ دے تاکہ وہ بھی تمہاری طرف توجہ دے اور تجھے اپنا دوست بنائے۔

یحیٰی بن معاذ اولیاء اللہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ولایت کا لباس پہن لیا ہے اور مجاہدہ کے بعد انہوں نے راحت پالی ہے۔

ابوعثمان مغربی فرماتے ہیں کہ کبھی ولی مشہور ہوتا ہے مگر اس کی شہرت (اس کے لیے) فتنہ کا باعث نہیں بنتی۔

استاد ابوعبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں کہ میں نے نصر آبادی کو فرماتے سنا کہ ولی اپنی زبان سے سوال نہیں کرتا۔ ان کا سوال عاجزی اور انکساری ہوتا ہے۔

نیز فرمایا کہ جہاں ولایت کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے نبوت کی ابتدا ہوتی ہے سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں ولی وہ ہے جس کے افعال لگاتار سنت وشریعت کی موافقت میں ہوں یحیٰی بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولی نہ تو ریاکار ہوتا ہے اور نہ منافق ابوعلی جوزجانی فرماتے ہیں: ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فنا ہوچکا ہو اور مشاہدہ حق میں باقی ہو اس کے انتظام کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے۔

یحیٰی بن معاذ فرماتے ہیں! ولی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ریحان کا پودا ہے جسے

صدیق لوگ سونگھتے ہیں اور اسکی خوشبو اُن تک پہنچ جاتی ہے جس کی وجہ سے انہیں اپنے مولا کا اشتیاق ہوتا ہے اور وہ اپنے اخلاق کے مطابق زیادہ عبادت کرنے لگتے ہیں۔

کسی نے واسطی سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ ولی کی کس طرح تربیت کرتا ہے؟ فرمایا ابتدا میں عبادت کے ساتھ اور آخر عمر میں مہربانیوں سے ڈھانپ دینے سے۔ اس کے بعد اسے اپنی صفات ازلیہ کی طرف منتقل کر دیتا ہے پھر اسے اس کے اوقات میں اپنے ساتھ مناجات کی لذت کا مزہ چکھاتا ہے۔

## ولی کی علامات

کہتے ہیں کہ ولی کی تین نشانیاں ہیں:۔

۱...... وہ اللہ کے ساتھ عبادات اور ارادہ کے ساتھ مشغول رہے۔

۲......خواہشات اور کاموں سے بھاگ کر اللہ کی طرف جائے۔

۳......اسے اللہ ہی کا خیال دامن گیر رہے۔

ابوسعید خراز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب اللہ اپنے کسی بندے کو دوست بنانا چاہتا ہے تو اس کے لیے اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے جب وہ اللہ کے ذکر سے لذت پانے لگتا ہے تو پھر اس کے لیے اپنی قربت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اس کے بعد اسے مجلس اُنس تک پہنچا دیتا ہے (پھر جب انس بھی پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے) تو اسے توحید کی کرسی پر بٹھا دیتا ہے اس کے بعد اس سے تمام پردے ہٹا کر فردیت کے گھر میں اسے داخل کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت کے پردے اس کے سامنے کھل جاتے ہیں جب اس کی نگاہ جلال وعظمت خداوندی پر پڑتی ہے تو

وہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں اس وقت بندہ بالکل اپاہج اور فانی ہو جاتا ہے اور اللہ کی حفاظت کے اندر آ جاتا ہے اور اپنے نفسانی دعوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ولی کی تعریف یہ ہے کہ اسے کوئی خوف نہ ہو۔ اس لیے کہ خوف یہ ہے کہ آئندہ آنے والی ناپسند چیز کا انتظار ہو جو آئندہ ہاتھ سے جاتی رہے گی اور ولی تو اپنے وقت کا بندہ ہوتا ہے اسے کوئی خوف نہیں ہوتا، اور نہ ہی کسی قسم کی امید ہوتی ہے اس لیے کہ رجاء کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو کسی محبوب چیز کے حاصل ہونے کا انتظار ہو یا مکروہ چیز کے دور ہو جانے کا انتظار ہو اور یہ دونوں مستقبل کی باتیں ہیں علیٰ هذا القياس ۔ ولی کو کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ غم دل کی درشتی کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کی رضا مندی کی روشنی اور اللہ کے ساتھ موافقت کی ٹھنڈک میں ہو، اسے غم کیسے ہو سکتا ہے؟۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلاَ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْن (سورۃ یونس:٦٢)

ترجمہ: بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

(سورۃ مریم:٩٦)

یعنی بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں بہت جلد اللہ ان کو لوگوں کا محبوب بنا دے گا۔

سلف صالحین کو دیکھ لو! جنہوں نے ایمان و عمل کی معراج حاصل کر لی میں ان لوگوں کی محبت دوسرے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی

سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو فرماتا ہے میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو

وَاَحَبَّہ' اَھْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ

اس کی محبت اہل سماء اور اہل زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔ (مسلم شریف کتاب البر والصلۃ)

ایک وہ مقام آتا ہے جب اللہ اپنے بندے سے اتنا پیار کرتا ہے کہ اسے اس خاکی پتلے سے محبت ہی محبت ہوتی ہے۔ یہ مقام تب ملتا ہے جب بندہ اپنے آپ کو اللہ کی محبت میں جذب کر دیتا ہے۔ جب اللہ اس بندے سے محبت کرتا ہے تو منظر بڑا عجیب ہوتا ہے کیونکہ ولی اللہ کی محبت کا جھنڈا عرش بریں پر لہرا رہا ہوتا ہے۔ آگے حدیث کے الفاظ ہیں اِنِّی اُحِبُّ فُلَانًا۔ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ یعنی اے جبرئیل اجمیر کی دھرتی پر رہنے والے درویش مرد فقیر جو شب و روز میری رضا کے حصول میں مسلسل راتوں کو قیام و سجود، تسبیح و تہلیل اور تلاوت و ذکر میں رہتا ہے اب میں نے اسے محبوب بنالیا ہے تم بھی اس کو محبوب بنالو۔

اگر ولی اللہ کی محبت شرک ہوتی تو کیا اللہ محبت کرتا؟...... کبھی ممکن ہی نہیں اور اس محبت پر ملائکہ کے سردار کو گواہ نہ بناتا۔ جب خالق ہو کر اللہ اپنے ولی سے محبت کرتا ہے تو ہمیں مخلوق ہو کر اللہ کی سنت میں ولی اللہ سے محبت کرنا ناگزیر ہے۔ جبرئیل تو سید الملائکہ ہے اللہ فرماتے ہیں اے جبرئیل ولی کی محبت کے بغیر تیرا کوئی چارہ نہیں بلکہ یہ تیرے نصاب کا حصہ ہے امر ربی سنتے ہی جبرئیل فوراً اولیاء اللہ کا محبّ بن جاتا ہے۔ یہ شریعت میں مقام محبت ولایت ہے کہ ولی کی محبت کو پھیلانے کیلئے جبرئیل امین جیسے جلیل القدر فرشتہ کو منتخب کیا گیا۔

یہ ہم کوئی الف لیلیٰ داستان نہیں تحریر کر رہے بلکہ قرآنی آیات اور حدیث

رسول عربی کے الفاظ تحریر کر رہے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے

ثُمَّ یُوْ ضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ (متفق علیہ)

یعنی پھر زمین والوں میں اس کی محبت رکھ دی جاتی ہے۔

قارئین کرام! ذرا غور کریں کہ ہمیں غوث پاک سے کس نے متعارف کرایا۔ دنیا کے کونے کونے میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت داتا گنج بخش، حضرت سلطان العارفین اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم جیسی شخصیات کے معتقدین کیسے پیدا ہو گئے؟ کون سی قوت ہے جو محبت اولیاء کی ہمارے دلوں میں تخم ریزی کرتی ہے؟۔ یہ نظام قدرت ہے کہ رب العزت خود لوگوں کے دلوں میں اولیاء کرام کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔ ولی کی محبت ایک ایسا زینہ ہے جس کے ذریعہ سے بندہ کو اللہ کا محبوب ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

## کرامات اولیاء برحق ہیں

کلام اللہ قرآن کی دوسری سورۃ البقرہ ہے جس کے معنی گائے کے ہیں یہ کون سی گائے ہے جس کے نام کی سورت سے اللہ نے قرآن کا آغاز فرمایا ہے۔ یہ اللہ کے ایک ولی کی گائے ہے بحوالہ تفسیر روح البیان، تفسیر خازن، تفسیر مظہری، تفسیر کبیر

كَانَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنْ بَنِی اِسْرَائِیلَ

بنی اسرائیل میں ایک ولی کامل تھا جس کی ایک گائے تھی اللہ تعالیٰ کو ولی کی گائے پسند آئی لہٰذا اس گائے کے نام پر قرآن میں سورۃ نازل فرمائی۔ ولی اللہ کا ایک معصوم بیٹا تھا۔ جب ولی کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ اپنے بیٹے اور گائے کو جنگل میں لے گیا اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اے اللہ یہ میرا بیٹا جو ابھی نابالغ ہے اور

یہ گائے اس کی امانت ہے جس کو تیرے سپرد کرتا ہوں تاکہ گائے موت یا کسی شکاری کا شکار نہ بنے اور جب میرا بیٹا جوان ہو یہ گائے اس کو ملے۔ اللہ نے ولی کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔ وقت گزرتا گیا...... گائے جنگل میں پھرتی رہی اور کبھی کسی بھی شکاری کا شکار نہ بنی۔ اس کو اللہ نے اتنا شعور دیا کہ وہ گائے اپنے مالک اور غیر مالک کو پہچانتی تھی۔ کیا اولیاء کاملین مثلاً حضرت غوث اعظم، داتا گنج بخش، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ معین الدین چشتی، نظام الدین اولیاء اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اپنے متعلقین، متوسلین اور معتقدین کو نہیں پہچانیں گے؟۔

الغرض جب بچہ سن بلوغت کو پہنچا تو ماں نے اُسے بتایا کہ تیرے باپ نے تیرے لئے ایک گائے جنگل میں چھوڑی تھی جاؤ وہ گائے لے کر آؤ۔ جب بچہ جنگل گیا تو آواز دی کہ اے میری گائے ...... تو وہ گائے دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا مگر قاتل بے نقاب نہ ہوا لہٰذا لوگ آپ کے پاس آئے اور قاتل کی بابت سوال کیا تو قرآن پاک نے حضرت موسیٰ کے فرمان کو یوں بیان فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس گائے کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کو لگائیں تو یہ خود زندہ ہو کر بتائے گا کہ اس کا قاتل کون ہے؟۔ قوم نے کہا کہ ہم کو گائے کے رنگ عمر و دیگر علامات بتائی جائیں۔ لہٰذا جو علامات بتائی گئیں وہ صرف اس ولی کی گائے میں ہی تھیں۔ لہٰذا گائے ذبح کرنے کے بعد جب ولی کی گائے کی دم وغیرہ کے گوشت کا ٹکڑا مردے کو مارا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور اپنے قاتل کو ظاہر کر دیا کہ فلاں میرا قاتل ہے۔ اگر ولی کی گائے باذن اللہ مردہ کو زندہ کر سکتی ہے تو کیا حضرت معین الہند عطائے رسول خواجہ غریب نواز

نوے لاکھ انسانوں کے مردہ دل زندہ نہیں کر سکتے۔ قرآن میں ہے کہ

كَذَالِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتىٰ وَيُرِيْكُمْ اٰيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (البقرہ:۷۳)

اور اسی طرح ہم زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور دکھاتے ہیں تم کو اپنی نشانیاں تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

وہ جگہ جہاں اللہ کے پیارے مقیم ہوتے ہیں جہاں ان کے قدم لگ جاتے ہیں۔ ان کا کسی جگہ قدم رنجہ فرمانا نہایت خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے بلکہ وہ جگہ اس قدر متبرک، مستوجب حصول خیر و برکت اور مستجاب الدعوات ہو جاتی ہے کہ وہاں پر مانگی ہوئی دعائیں اللہ قبول فرمالیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام اپنے حجرہ میں تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام جو کہ آپ کے کفیل اور رشتہ میں خالو تھے اچانک اندر داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً (آل عمران:۳۷)

جب داخل ہوئے زکریا علیہ السلام مریم کے کمرے میں تو وہاں دیکھا کہ بے موسمی پھلوں کی صورت رزق آپ کے سامنے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا اَنّٰى لَكِ هٰذَا یہ تیرے پاس کہاں سے آئے؟...... تو جناب مریم علیہ السلام فرماتی ہیں هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ یہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ یہ جواب سن کر حضرت زکریا علیہ السلام نے سمجھا کہ جہاں اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہے یہ مقام یقیناً متبرک ہے لہٰذا اسی جگہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔ جسے قرآن نے یوں نقل کیا هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ اسی جگہ زکریا علیہ السلام نے پکارا، اے اللہ اگر تو مریم کو بے موسمی پھل دے سکتا ہے تو مجھے بے موسمی اولاد بھی دے سکتا

ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے آستانہ ولایت یعنی مریمؑ کے حجرے میں کھڑے ہو کر اس نیت سے دعا مانگی کہ اس جگہ ولی کا بسیرا ہے یہاں دعا قبول ہو گی۔

مندرجہ بالا آیت قرآنی سے پتہ چلا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دعا کرنا سنت انبیاء ہے۔

## شریعت کی پابندی

حضرت ابوعبداللہ الصوفی کہتے ہیں کہ جس شخص کو تو اللہ کے ساتھ ایسی حالت کا دعویٰ کرتے ہوئے دیکھے جو اسے شریعت کی حد سے نکال دے تو تجھے اس شخص کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی فرماتے ہیں کہ حضرت نوری فرماتے ہیں: گدڑیاں موتیوں پر پردے کا کام کرتی تھیں، مگر اب تو وہ مُردار پر گندگی کا کام دیتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہر روز گھر سے اپنا کھانا ساتھ لیکر نکلتے اور راستہ میں اسے خیرات کے طور پر دے دیتے اور مسجد میں جا کر ظہر تک نماز پڑھتے رہتے پھر نکل کر دکان کا دروازہ کھولتے اور روزہ رکھے رہتے گھر والوں کو یہی خیال ہوتا کہ آپ بازار جا کر کھانا کھا لیتے ہیں اور بازار والوں کو خیال ہوتا کہ گھر سے کھا کر آئے ہیں ابتداء میں بیس سال اُن کی یہی حالت رہی۔

سیر اولیاء اور خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ پہلے ہندوستان میں اسلام کا چراغ حضرت ہندالولی رحمۃ اللہ علیہ عطاء رسول نے ہی روشن کیا۔ ہزار در ہزار ہندو، حکما، فلسفی اور آتش پرست حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ توجہ سے مسلمان ہوتے گئے۔

نقل ہے کہ ایک فلسفی حکیم ضیاء الدین نامی معہ چند کسان جو اس کے متعلقین تھے ہرات کی طرف سے حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مقابلہ پر آیا۔ حضرت

کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہی قدموں پر گر گیا، اپنے مذہب سے تائب ہوا اور اپنے تمام متعلقین کے ساتھ ارادت مندوں کے گروہ میں داخل ہوا۔نقل ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو سماع اور سرود کا بہت شوق تھا۔ ہندی اور فارسی کا راگ اگرچہ آپ سن لیا کرتے تھے مگر عربی زبان کے راگ سن کر آپ پر وجد اور حال طاری ہو جایا کرتا تھا۔

## فرمودات حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

1......خلقت اور دنیا سے بھاگنا خدائے پاک کی محبت کی علامت ہے۔

2......معرفت کی علامت خاموشی ہے۔

ہر کرا اسرار کار آموختند مہر کردند و دہانش دوختند

(جسے اصل حقائق بتا دیئے گئے اس کی زبان پر تالا ڈال دیا گیا اور ہونٹ سی دیئے گئے)

3...... جب میں نے سانپ کی طرح دنیا کے حجاب کے پوست سے علیحدہ ہو کر نظر کی تو عشق، عاشق، معشوق تینوں کا ایک ہی وجود میں نے پایا۔

معشوق و عشق عاشق ہر سہ یکے است اینجا چوں وصل در نگنجد ہجراں چہ کار دارد

(اس جگہ معشوق، عشق، عاشق تینوں ایک ہیں۔اگر ملاقات نہ ہو تو پھر جدائی کا کیا کام)

4......حاجی لوگ اپنے جسم سے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔عارف لوگ عرش اعظم اور حجاب عظمت ذاتی کا طواف کرتے ہیں۔

5...... جب تک میں واصل بخدا نہیں ہوا تھا میں کعبہ شریف کا طواف کیا کرتا تھا۔

جس روز سے خدا پاک نے مجھے اپنے واصلوں اور مقربوں سے برگزیدہ کیا ہے کعبہ شریف میرے طواف کر رہا تھا۔

کعبہ را یکبار بیتی گفت یار　　گفت یا عبدی مر ہفتاد بار

دوست (اللہ تعالیٰ) نے "میرے گھر" کو کعبہ ایک بار کہا ہے مگر مجھے ستّر بار "اے میرے بندے" کہا ہے

6......مرید فقر کے قابل اس وقت ہوتا ہے کہ فنا کی قیدوں سے نکل کر عالمِ بقا کے مقام پر پہنچے۔عرض کیا گیا کہ مرید تائب حقیقی کب تک ہوتا ہے ارشاد ہوا کہ ذلت کی تحریر کرنے والا فرشتہ جس کے نامہ اعمال میں بیس (20) سال تک کوئی گناہ نہ لکھے اور اس قدر مدت میں اس کی قلم خشک رہے۔

7......اہل محبت کی علامت اطاعت ہے اور ہمیشہ ڈرتا رہے ایسا نہ ہو کہ محبوب حقیقی جل سلطانہ، اسے اپنے قرب کی محفل سے نکال دے۔اَلْفَقْرُ خَوْفُ الْفَقْرِ (فقر کا خوف ہی فقر ہے) یہ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام ہے۔

8......بد بخت شقی وہ آدمی ہے کہ گناہ کرے اور اس کو یہ احتمال ہو کہ میں مقبول درگاہ خداوندی ہو جاؤں گا۔

انگہے پندار و آں تاریک رائے　　خواند آمر زیدیش آخر خدائے

اسوقت سمجھ اور فاسد خیال کو چھوڑ　　اگر تو بخشش مانگے تو وہ سدا بخشن ہار ہے

9......قیامت کے روز فرشتے دوزخ کو کھینچ کر نکالیں گے اور وہ ایسا شعلہ مارے گی کہ قیامت کا میدان اس کے دھوئیں سے سیاہ ہو جائے گا۔فرمایا جو شخص نجات کا طالب ہو تو ایسی بہتر اطاعت کرے کہ خدائے پاک کی جناب میں منظور ہو۔عرض کیا گیا بہتر اطاعت کون سی ہے؟ فرمایا کہ بھوکے کو طعام کھلانا، برہنوں کو پارچات پہنانا، مظلوموں کو خوش کرنا اور حاجت مندوں کی حاجت روائی پر ہمت کی کمر باندھنا۔

10......جس شخص میں یہ تینوں خصلتیں پائی جائیں وہ مقبول بارگاہ ایزدی ہے۔اول دریا کی طرح سخاوت، دوسری آفتاب کی طرح شفقت اور تیسری زمین کی طرح تواضع وفروتنی۔

11......جو شخص اپنے رنج ومحنت اور دکھ ودلآزاری خلقت سے اٹھائے حقیقت میں وہ متوکل ہے۔قولہ تعالی "فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" (بھروسہ کرو، اگر ہو تم ایمان والے)۔ (المائدہ:۲۳)

12......خدائے پاک کے راستے پر وہ ٹھہرتا ہے جو اپنی عبودیت کے آداب اور حضرت رب العزت کی عظمت کو پورا پورا ادا کرے۔

13......عارف وہ ہے جو ہمیشہ غم ناک اور اندوہگین رہے۔دن اور رات میں اس کو فرق نہ ہو۔

14......فقیر وہ ہے کہ کسی چیز کا مالک اور مملوک نہ بنے۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے ہاتھ مبارک پر بہت زیادہ بت پرست، آتش پرست، چانداور سورج کو خدا ماننے والے، حیوانات، جنوں کو معبود جاننے والے، خود خدا کہلانے والے اور خدائے پاک کی جناب سے پھیلانے والے وغیرہ مسلمان ہوئے۔

چوداں (14) طریق کے اولیاء اللہ کی اس قدر قبولیت ومنظوری اور فیضان ظاہری وباطنی کی اہل سیر کے نزدیک امتیاز نہیں ہوئی۔ بلکہ نیابت حضرت رسول اللہ ﷺ کا رتبہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی کو عنایت نہیں ہوا۔ ہندوستان کے سواد اعظم میں بت خانوں کی جگہ مسجدیں اور ناقوس کفر کی جگہ اسلام کی اذانیں شراب خانوں کی جگہ معبد خانے یہ سب باتیں حضرت ہندالولی علیہ الرحمہ کی برکات اور توجہات سے ظہور میں آئیں۔

# ولی کون ہے......؟

مجھ سے پوچھتے ہو؟ ولی کیا ہے شانِ ولی کیا ہے؟
چشم سر کھولے تو خدائی دیکھے بند کرے تو خدا دیکھتا ہے

ذرے ذرے سے کائنات کے آگاہ ہو جائے گر خدا سے یاری ہو جائے
چشم سر کھولے تو دنیا دیکھے بند کرے تو عرض و سما دیکھتا ہے

توڑ کر بت خانوں میں بت جلاتا ہے معرفت کے دیئے
چشم سر بلند کرے تو رات کی تاریکی میں چشم قلب سے دیکھتا ہے

ولی کامل ہو تو علم لدنی کا ایسا عامل ہوتا ہے رؤف
چشم سر کھولے تو تدبیر دیکھے بند کرے تو تقدیر دیکھتا ہے

رونق اسی سے معرفت کے مئے خانے سجے ہوئے ہیں
مئے خانہء لا الہ سے جسے چاہے مست کرے جسے چاہے دیکھتا ہے

# سماع

لفظ سماع بالفتح یعنی س اور م پر زبر کے ساتھ پڑھا جائے۔ اس کے معنی سرود و نغمہ اور وجد و رقص کے ہوتے ہیں اور اصطلاح کے طور پر وجد اور رقص اور قوالوں کا اجتماع کہ جس میں اہل اللہ محفل سماع سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اکثر صوفیاء اس سماع کو احسن قرار دیتے ہیں لیکن علماء ظواہر (یعنی جو تقلید آئمہ کے قائل نہیں ہیں) سماع کا انکار کرتے ہیں اور بعض صوفیاء سماع کا نہ اقرار کرتے ہیں نہ انکار کرتے ہیں بعض اس کا اقرار کرتے ہیں اور بعض صریحاً انکار کرتے ہیں۔ مشائخ اور علماء عظام کے درمیان سماع ایک نزاعی امر ہے اکثر مشائخ اس کا جائز ہونا قرار دیتے ہیں اور بحوالہ حدیث سماع کو مستحسن بھی سمجھتے ہیں اس کے برعکس بعض علماء سماع کو بدعت قرار دیتے ہیں لیکن اسے سنت کی راہ میں رکاوٹ نہیں سمجھتے لیکن بعض اسے مذموم نہیں گردانتے بلکہ اس سماع کے بہت سے فوائد بھی بتاتے ہیں۔

## فوائد سماع

1......سماع سننے سے اصحاب ریاضت کا غم اور تھکان دور ہوتی ہے اور سکون میسر آتا ہے۔

2......صالحین اور ذاکرین کے قلوب میں رقّت اور گداز پیدا ہوتا ہے۔

3......سینہ کے اندر شوق اور محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

4......اس سے خیالات حقی مجتمع ہوتے ہیں، نفسانی خیالات دل سے دور ہوتے ہیں، ظلماتی حجابات ہٹتے ہیں اور مزید فتوحات میسر آتی ہیں۔

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ سماع کا سننا ہر ایک پر لازم نہیں ہے

## سماع اور احادیث

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ

وہ لوگ کھڑے ہوئے اور پہلو کے بل اللہ کا ذکر کرتے ہیں (آل عمران 191)

یعنی اگر محبت رسول میں گم ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہوئے حالت وجد و کیف اور سرور و مستی میں لیٹ کر بھی اللہ ھو کی ضربیں لگائیں اور شیخ کامل کی محبت میں وجد کریں تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ جس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہے

اِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَوْماً عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْ نَ فِی الْمَسْجِدِوَرَسُوْلُ اللّٰه یَسْتُرُنِیْ بِرَدَائِهٖ اَنْظُرُ اِلٰی لَعِبُهِمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا اس وقت حبشہ کے لوگ مسجد میں کھیل رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا تاکہ میں بھی ان کے کھیل کو دیکھ سکوں۔ حبشہ کے لوگ چھوٹے نیزوں سے کھیل رہے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ نقل کیے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَتِ الْحَبْشَةُ یَزْفِنُوْنَ بَیْنَ یَدَی رَسُوْ لُ اللّٰهِ

يَـرْقُصُوْ نَ وَيَقُوْلُوْنَ مُحَمَّد" عَبْدٌ صَالِحٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يَقُوْلُوْنَ قَالُوْا يَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ

بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ حبشی رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کر رہے تھے اور ساتھ کہتے جاتے محمد ﷺ مرد صالح ہیں۔ حبشی اک ردھم کے ساتھ رقص کرتے۔ یہ حدیث امام طبرانی نے جلد نمبر ۹ صفحہ ۱۲۱، اور امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد دوم صفحہ ۴۴۴ پر نقل کی ہے اور یہاں (يَـزْفِـنُـوْنَ) کا لفظ استعمال کیا ہے عربی میں یہ لفظ رقص کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ امام نووی شرح مسلم جلد ۶ صفحہ ۱۸۶ ا صلاۃ العیدین میں اس حدیث کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب حبشی رقص کرتے تو (وَالـصِّبْيَـانُ حَوْلَهَا) مدینہ کے بچے ان کے اردگرد رقص کرتے اور وجد میں رسول اللہ کے نعرے لگاتے۔ اب اس حدیث کی شرح مبارکہ کی طرف آتے ہیں۔ حدیث میں حبشیوں کا مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے نعرے لگانا وجد وکیف اور سرور میں رقص کرنے کا ذکر موجود ہے۔ اس حدیث کی شرح میں شارحین نے جتنے بھی احکام شریعت کے حوالے سے باتیں کہیں وہ حق پر مبنی ہیں۔

اس شرح کے حوالے سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ اگر حبشی جنگی مشقوں کے لیے آتے تھے تو کیا مدینہ میں کوئی میدان نہیں تھا مسجد نبوی کا انتخاب کیوں کیا۔ حالانکہ یہ انتظام مسجد سے باہر آسانی سے ہوسکتا تھا تا کہ اس کھیل کو ہر کوئی دیکھے مسجد نبوی تو تھوڑی سی جگہ تھی۔ اگر حضور ﷺ کو ہی دکھانا چاہتے تھے تو کیا آپ ﷺ ملاحظہ فرمانے کیلئے باہر تشریف نہ لا سکتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ مختلف مواقع پر باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بچوں کے کھیل کیلئے بھی باہر میدان میں تشریف لاتے۔ دوڑ کا مقابلہ (ٹورنامنٹ) بھی آپ ﷺ کرواتے۔ اول، دوم، سوم آنے والوں کو انعام

بھی عطا فرماتے۔ جس جگہ پر آپ ﷺ پوزیشن ہولڈر کا اعلان کرتے اس جگہ پر مسجد بنائی گئی جس کی زیارت حجاج کرام آج بھی کرتے ہیں۔ جنگی مشقیں اپنی جگہ بجا لیکن یہ دوران مسجد میں رقص کیوں؟ اور ہر سال کیوں؟ پھر مسجد نبوی کا انتخاب کیوں؟ اس کی وضاحت ابن عسقلانی نے بیان کی ہے کہ جس دن آقائے دو جہاں ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے وہ دن بارہ ۱۲ ربیع الاول تھا۔ جب آپ ﷺ قبا کے مقام پر تشریف لائے تو لوگ استقبال کے لیے موجود تھے۔ بنی نجار کی بچیوں نے دف کے ساتھ ترانہ گایا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّةِ الْوِدَاع وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع

سنن ابی داؤد جلد ۴ حدیث نمبر ۴۹۲۳ میں امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ الْمَدِیْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبْشَةُ فَرَحًا لَعِبُوْا بِحِرَابِهِمْ

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حبشیوں نے اس دن استقبال مصطفیٰ ﷺ میں وجد کے ساتھ کیف و مستی میں رقص کیا۔ پھر حبشی ہر سال اسی دن کی یاد منانے آتے اور مسجد میں حضور ﷺ کے سامنے رقص اور کھیل پیش کرتے۔ معلوم ہوا کہ از روئے شریعت وجد و کیف، سرور و مستی جشن چشتیہ ہو یا جشن فریدی ہو یا سماع ہو یا عرس ہو یا کسی مرد کامل کا استقبال ہو اس طرح کے ہر موقع پر وجد اور سرور میں جھومنا عاشقان مصطفیٰ ﷺ کی سنت ہے۔

ایک اور حدیث جو صحیح البخاری جلد ۴ پر کتاب المغازی حدیث نمبر ۳۷۶۵، امام طبرانی نے اور السنن الکبریٰ میں امام بیہقی نے بھی روایت کی ہے کہ ایک دفعہ امیر حمزہ بن عبد المطلب کی چھوٹی بیٹی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان گھوم رہی تھی۔

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے اور اس کی پرورش کرنے والا کوئی نہ تھا۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ کر خاتون جنت سیدۃ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا۔ حضرت جعفر، حضرت علی، حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں صحابہ کرام میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اس صاحبزادی کو گود لینے کے مسئلہ پر اختلاف ہو گیا۔ ہر ایک خواہش مند تھا کہ اس بچی کی پرورش کا شرف مجھے حاصل ہو۔ یہ مسئلہ جب حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا اپنا دعویٰ بیان کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ شیر خدا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اس کی پرورش پر میرا حق ہے...... حضرت جعفر نے بھی چچا کی بیٹی کہا اور میری بیوی اس کی خالہ ہے جو ماں کی جگہ ہے وہ بہتر پرورش کرے گی...... حضرت زید نے کہا یہ بچی میری بھتیجی ہے لہٰذا میں اچھی پرورش کروں گا۔ تینوں کے دعوے سن کر رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فیصلہ حضرت جعفر کے حق میں دیا اور فرمایا کہ جعفر کی بیوی اس کی خالہ ہے جو ماں کی جگہ ہے لہٰذا اس سے اچھی پرورش کوئی اور خاتون نہیں کر سکتی۔ فیصلہ کے بعد آپ نے حضرت زید کو فرمایا (اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا) تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو...... حضرت جعفر سے فرمایا (اَنْتَ اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ) تم اخلاق اور صورت میں میرے جیسے ہو...... حضرت علی کو فرمایا (اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ) تم مجھ سے ہو میں تجھ سے ہوں۔ تینوں صحابہ کو آپ نے شفقت و محبت کے جملے ارشاد فرمائے اور نوازشات کیں۔ تینوں صحابہ خوشی کے ساتھ اٹھے اور وجد و کیف میں حضور اکرم ﷺ کے اردگرد رقص و سرود کرنے لگے کہ ہم پر اللہ کے محبوب خوش ہو گئے ہیں۔ یہ منظر کمال تھا کہ غلامان مصطفیٰ اپنے آقا کی محبت میں وجد کے ساتھ جھوم رہے ہیں جو دلیل ہے کہ محفل سماع وغیرہ

میں صوفیاء جو فرحت و وجد اور سرور و لذت میں مغلوب ہو کر جھومتے اور رقص کرتے ہیں یہ عمل صحابہ کی سنت ہے۔

یہ وہ مقام ہے کہ حضرت بلھے شاہ کہتے ہیں

مینوں نچ کے یار مناون دے

اپنے ارد گرد جھوم کر وجد و کیف سے رقص کرتے صحابہ میں سے حضرت جعفر کو آپ نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو تو حضرت جعفر نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم ہجرت کر کے حبشہ گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ اپنے بادشاہ کے خوش ہونے پر یا کسی نوازش ہونے پر اپنے بادشاہ کے گرد رقص کرتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی الحاوی اللفتاوی جلد۲ صفحہ ۲۴۰ پر لکھتے ہیں:

اِنَّ صَاحِبَ الْحَالِ مَغْلُوْبٌ وَالْمُنْکِرُ مَحْرُوْمٌ صاحب حال مغلوب اور منکر محروم ہوتا ہے۔ محروم کو کیا معلوم کہ شیخ کامل کی محبت میں کتنا نشہ ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں

وَقَدْ صَحَّ الْقِیَامُ وَالرَّقْصُ فِیْ مَجَالِسِ الذِّکْرِ وَالسَّمَاعِ

تحقیق مجالس ذکر وسماع میں جانا اور کیف و مستی میں رقص کرنا صحیح ہے۔ سیوطی نے لفظ قد لکھ کر کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہنے دی۔

## سماع اور اقوالِ صوفیاء

حضرت شیخ سمنون علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ

اَلسَّمَاعُ نِدَاءٌ مِنَ الْحَقِّ لِلْاَرْوَاحِ وَالْوَجْدُ عِبَارَةٌ عَنْ اِجَابَاتِ الْاَرْوَاحِ لِذَالِکَ النِّدَاءُ وَالْغِشْی عِبَارَةٌ عَنِ الْوَصُوْلِ اِلَی الْحَقِّ وَالْبُکَاءُ

اَثَرٌ مِنْ اٰثَارِ رُوْحِ الْوُصُوْل

یعنی سماع تو حق کی جانب سے روحوں کے لئے پکار اور وجد کا نام ہے روحوں کے جواب کا اور غشی نام ہے حق کی طرف پہنچنے کا اور بکاء روحوں کے اثرات میں سے ایک اثر ہے۔

حضرت ابو علی دقاق علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں کہ

اَلسَّمَاعُ حَرَامٌ عَلَى الْعَوَامِ لِاَنَّهُمْ يَسْمَعُوْنَ بِحَيَاةِ نُفُوْسِهِمْ وَ مُبَاحٌ لِلزُّهَادِ لِاَنَّهُمْ مِنْ اَرْبَابِ الْمُجَاهَدَاتِ وَ مُسْتَحَبٌّ لِاَ صْحَابِنَا لِاَنَّهُمْ يَسْمَعُوْنَ بِحَيَاةِ قُلُوْبِهِمْ

سماع کا عوام نادان اور بے سمجھ لوگوں کے لیے سننا حرام ہے کیونکہ وہ اس کو نفس کی حیات سمجھ کر سنتے ہیں اور زاہد لوگوں کے لیے یہ سماع سننا مباح یعنی جائز ہے کیونکہ وہ مجاہدہ کرنے والوں میں سے ہیں اور ہمارے ساتھیوں کے لیے مستحب ہے کیونکہ وہ اس کو دل کی حیات کے ساتھ سنتے ہیں۔

3...... جناب شبلی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ سماع کیا چیز ہے؟ جواب میں فرمایا کہ:

ظَاهِرَةٌ فِتْنَةٌ وَ بَاطِنَةٌ عِبْرَةٌ فَمَنْ حَصَلَ لَهٗ مَعْرِفَةُ الْاِ شَارَاتِ اَصْلٌ لَهٗ سِمَاعُ الْعِبْرَةِ وَ اِلَّا فَقَدْ اِنْبٰى بِالْفِتْنَةِ

سماع ظاہری طور پر فتنہ ہے لیکن باطنی اعتبار سے باعث عبرت ہے، پس جس کو اس کے اشارے کی معرفت حاصل ہوگئی......اس کے لئے تو یہ باعث عبرت ہے ورنہ باعث فتنہ ہے۔

حضرت خواجہ جنید علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ:

اَلسَّمَاعُ فِتْنَةٌ لِّمَنْ طَلَبِه وَ تَرْوِيْحٌ لِمَنْ وَجَدَهٗ

جس نے تکلفاً سماع کو چاہا اس کے لیے یہ فتنہ ہوگا مگر جس کو خود بخود یہ چیز حاصل ہو اس کے لیے راحت ہے۔

جناب ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کے بقول

اَلسَّمَاعُ وَارِدُ حَقٍّ حَتّٰی یَنْزِعُ الْقُلُوْبَ اِلَی الْحَقِ وَ مَنْ اَصْغٰی اِلَیْہِ بِحَقٍّ تَحَقَّقَ وَ مَنْ اَصْغٰی اِلَیْہِ بِنَفْسٍ فَقَدْ تَزَنَّدَقَ

سماع وارد ہوئی ہے حق تعالیٰ کی جانب سے یہاں تک کہ دل کھنچتے چلے جائیں۔ پس جو اس سے ذات حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو وہ اس کے فوائد سے متحقق ہوگیا اور جو لذات نفس کی طرف راغب ہوگیا تو وہ باعث ملامت ہے۔

''سراج الہدایت'' میں یوں آیا ہے کہ اہل سماع کے تین طبقے ہیں:

اول: ابناء حقائق، ان حضرات کے نزدیک مقصود صرف سماع ہی ہوتا ہے۔

دوم: اہل مناجات ہوتے ہیں وہ ابیات کے مطالب و معانی پر دل سے غور وخوض کرتے ہیں اور ان میں جو اشارات ہوتے ہیں انہیں سمجھتے ہیں۔

سوم: ایسے فقراء جو مجرد یعنی تارک الدنیا ہوتے ہیں انھوں نے اپنے آپ کو دنیا اور علائقات دنیا سے الگ کر رکھا ہوتا ہے یہ خاص لوگ دل کی خوشی کے لیے سماع سنتے ہیں اور یہی طائفہ سکون اور سلامتی کے قریب تر ہوتا ہے۔

## سماع اور اقوال فقہاء

الکافی میں ہے کہ اگر غنا کو برائے کھیل تماشہ اور کھیل بازی کے لیے بجایا اور سنا جائے تو وہ حرام ہے، بصورت رقت قلوب کے لیے اسے کس طرح حرام کہا جا سکتا ہے اور پھر ممانعت سماع کیونکر ہو سکتی ہے۔ حصول رقت قلوب اور خشوع اور اپنے

شوق دیدار باری تعالیٰ کو پر ذوق بنا کر بڑھانے کے لیے، سماع جائز ہے۔

۞......فتاویٰ ابو اللیث میں دف کو شادی اور عرس کے بغیر بجانا اور سننا مکروہ کہا گیا ہے اور ایک جماعت کے نزدیک برے وقت پر بھی اس کے جائز ہونے کو مانا گیا ہے۔

۞......شرح مقدمۃ الکافی میں بیان ہے کہ اگر سماع اجتماع صلحاء اور اہل وجدان یعنی قوت وذکاوت والے اور اصحاب شوق کی محفل میں ہو تو بلا خوف حلال ہے۔

۞......صاحب تذکرۃ الحمدونیہ کہتا ہے کہ کچھ لوگوں نے سفیان ثوری اور حضرت امام اعظم سے سماع کے بارے میں سوال کیا تو اس کے جواب میں بتایا گیا کہ سماع نہ کبائر میں سے ہے اور نہ صغائر میں سے اس کے علاوہ متعدد صحیح احادیث سماع کے مباح یعنی جائز ہونے کے ضمن میں موجود ہیں۔

## سماع جائز ہے

یاد رکھیں عمدہ الحان اور پسند آنے والے نغموں کے ساتھ اشعار کا سننا جائز ہے بشرطیکہ سننے والا کسی ممنوع بات کا معتقد نہ ہو اور نہ ہی وہ کوئی ایسی بات سنتا ہو جو شرعاً مذموم ہے اور نہ وہ اپنی خواہشات کی رو میں بہہ جاتا ہو اور نہ فضول چیز کی طرف مائل ہو۔

## نبی اکرم ﷺ اشعار سنتے تھے

اس بات میں کسی قسم کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے اشعار پڑھے گئے اور آپ نے انھیں سنا اور آپ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ جب عمدہ الحان کے بغیر اشعار کا سننا جائز قرار دیا تو الحان کے ساتھ سننے سے اُس کے حکم میں کوئی

تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔

مزید برآں جو الحان سننے والے کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی پوری رغبت دلائیں اور اسے یاد دلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لیے کیا کیا درجات مہیا کر رکھے ہیں اور اسے لغزشوں سے بچنے پر مجبور کریں اور اس کے دل پر نیک و پاک واردات کا موجب بنیں وہ دین میں مستحب سمجھے جاتے ہیں اور شرع میں پسندیدہ کہلاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں ایسا کلام آیا ہے جو شعر کے قریب قریب ہے اگر چہ آپ کا یہ ارادہ نہ تھا کہ وہ شعر کی صورت اختیار کر جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ خندق کے موقع پر انصار خندق کھود رہے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے

نَحنُ الَّذِینَ بَایَعُوا مُحمّدًا　　　عَلَی الجِهَادِ مَا بَقِینَا اَبَدًا

''ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

اَللّٰهُمَّ لَا عَیشَ اِلَّا عَیشُ الآخِرَة　　　فَاَکرِمِ الاَنصَارَ وَ المُهَاجِرَه

(خدایا! آخرت کی زندگی کے سوا کوئی زندگی نہیں۔لہٰذا تو انصار اور مہاجرین کو عزت بخش)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ کسی شعری وزن پر نہیں ہیں مگر قریب قریب ضرور ہیں۔

## سلف اشعار سنتے تھے

سلف اور اکابر نے الحان کے ساتھ شعر سنے ہیں سلف میں سے جنھوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے اُن میں مالک بن انس بھی ہیں اور اہل حجاز تو سب کے سب اس نغمگی کو جائز قرار دیتے ہیں حدیٰ کے جائز ہونے پر بھی سب کا اتفاق ہے اس کے متعلق احادیث اور آثار کثرت سے آئے ہیں۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ

كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِذَا نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّ فُقَرَاءَ اُمَّتِکَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ خَمْسَ عَشَرَ مِائَةَ عَامٍ وَهُوَ نِصْفُ يَوْمًا عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ......اَیُّ فِيْكُمْ اَنْ يَّشْعُرُنَا فَقَالَ بَدَوِیٌّ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ.

یعنی ہم رسول اللہ کے پاس تھے کہ جبرئیل امین آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت کے غریب امیروں سے پانچ صد سال پہلے جنت میں جائیں گے اور وہ آدھا دن ہے اللہ کے ہاں حضور ﷺ خوشی سے اٹھے اور فرمایا تم میں سے کوئی ہے جو ہم کو شعر سنائے ایک بدوی یعنی دیہاتی نے کہا یا رسول اللہ میں سناتا ہوں آپ نے فرمایا سناؤ۔ اس نے شعر سنایا تو آپ اور صحابہ کرام پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی کیفیت یہاں تک وارد ہوئی کہ حدیث کے لفظ ہیں حَتّٰى سَقَطَ رِدَائَه' عَنْ مَنْكِبَيْهِ حضور کے کاندھے مبارک سے چادر گرگئی۔ جب اس کیفیت سے باہر آئے تو تمام صحابہ اپنی اپنی جگہ پر گئے۔

حضرت امیر معاویہ بن سفیان نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَحْسَنَ لَعِبَكُمْ آپ کا یہ کھیل بہت اچھا ہے تو آپ نے فرمایا اے معاویہ اس کو کھیل مت کہو بلکہ یہ تو وجدو

سرور کی کیفیت ہے جو ذکر حبیب سن کر وارد ہوتی ہے۔نہایت قابل غور فقرے ہیں جو آپ نے فرمائے وہ فقرے یہ ہیں (لَیْسَ بِکَرِیْمٍ لَا یَهْتَزُّ عَنْهُ ذِکْرَ الْحَبِیْبِ) فرمایا جو اپنے حبیب کا ذکر سن کر ایسی حرکت و جنبش میں نہ آئے وہ کریم بزرگ نہیں ہو سکتا۔اب اس حدیث کو جو اختصار سے ہم نے درج کی ہے اور اس کا مفہوم بیان کیا ہے مکمل حدیث بہت طویل ہے، اس کو بار بار پڑھیے غور کیجئے کہ محافل ذکر وغیرہ میں وجد و تواجد کوئی نئی اختراع نہیں بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔(بحوالہ حجۃ السالکین)

امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے

بَابُ مَا یَجُوْزُ مِنَ الشِّعْرِ وَالرِّجْزِ وَالْحَدَاءِ وَمَا یُکْرِهُ مِنْهُ اور اس باب کو آیت قرآنی سے شروع کرتے ہیں وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ شاعر تو گمان کی پیروی کرتے ہیں اور تم نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر وادی میں بھٹکے پھرتے ہیں۔سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس جن کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عبداللہ ابن عباس میری امت کا مفسر ہے ان کا قول ہے کہ (وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ) کا مطلب ہر قسم کے بے ہودہ اور لغو کلام ہے۔اس کی تشریح بخاری کی شرح کرتے ہوئے ایک غیر مقلد عالم داؤد راز نے کی ہے کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ اسلام کی سربلندی اور کفر کے جواب پر مبنی اشعار جائز ہیں۔

بخاری کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَةٌ بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے غیر مقلد مولوی داؤد شرح بخاری میں لکھتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکمت و دانش سے پر اور اسلامیات کے شعر مذموم نہیں ہیں بلکہ ان کے جواز پر یہ دلیل ہے اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شاعر لبید کے کلام کی

تعریف میں فرمایا تمام کلام جو شاعروں کے ہیں ان میں (اَصْدَقُ کَلِمَۃَ لَبِیْدٍ) یعنی لبید کی کلام سب سے اچھی ہے۔ دور جاہلیت میں بھی اس کی شاعری میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی اور حکمت ودانش پر مبنی ہوتی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ کے سامنے یہ نعتیہ اشعار پیش کئے

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ

یارسول اللہ آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا

وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

آپ جیسا حسین وجمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں

خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ

آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

آپ کو ایسے تخلیق کیا گیا جیسے آپ نے چاہا

مَا اِنْ مَّدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ وَلٰکِنْ مَّدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ میں اپنے مقالہ سے محمد ﷺ کی شان نہیں بلکہ آپ کے نام سے اپنے مقالہ جات کی شان بڑھاتا ہوں۔

## ابن جریج کا فتویٰ

ابن جریج علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ وہ سماع کو جائز قرار دیتے تھے اس پر سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن جب آپ کو لایا جائے گا اور آپ کی نیکیاں اور

برائیاں دونوں لائی جائیں گی تو آپ کا سماع کس جانب ہوگا؟ فرمایا: نہ نیکیوں میں۔ اور نہ برائیوں میں اُن کی مراد یہ تھی کہ یہ ایک مباح (جائز) امر ہے۔

## امام شافعی کا فتویٰ

امام شافعی علیہ الرحمہ سماع کو حرام قرار نہیں دیتے مگر عوام کے لیے اسے مکروہ قرار دیتے ہیں چنانچہ اگر کوئی شخص گانے کا پیشہ اختیار کر لے یا لہو ولعب کے طور پر متواتر سماع میں لگا رہے تو اس کی شہادت قبول نہ کی جائے گی۔ امام شافعی اسے ان چیزوں میں شمار کرتے ہیں جن سے مرّوت ساقط ہوجاتی ہے مگر آپ اسے محرمات میں شامل نہیں کرتے مگر یہاں تو ہماری بحث اس قسم کے سماع سے نہیں کیونکہ صوفیاء کا رتبہ اس سے بلند ہے کہ وہ کوئی لہو کی بات سنیں یا سہواً ایسے سماع کے لیے بیٹھ جائیں یا دل میں کسی لغو مضمون کا خیال ہو یا ایسے طریقے سے سنیں جو اُن کے شایان شان نہ ہو۔ حضرت ابن عمر سے کچھ آثار مروی ہیں جس میں انھوں نے سماع کو جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اسی طرح حدیٰ وغیرہ کے متعلق مروی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھے گئے مگر آپ نے ان سے منع نہیں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے شعر پڑھنے کی فرمائش کی۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں دولڑکیاں گانا گارہی تھیں اور آپ نے انھیں منع نہیں فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی کسی رشتہ

دار لڑکی کی شادی کسی انصاری سے کر دی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے فرمایا کیا کسی گانے والے کو بھی بلایا ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ انصار کے ہاں دستور ہے کہ وہ بلند آواز سے دلہن کی خوبیاں بیان کیا کرتے ہیں اگر تم کسی کو بُلوا لیتیں جو صرف اتنا ہی کہتا

" اُتِینَا کُم اُتِینَا کُم فَحَیَّا نَا وَحَیَّا کُم "

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا "حَسِّنُوا الْقُرآنَ بِاَصْوَاتِکُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحُسْنِ یَزِیْدَ الْقُرآنَ حُسنًا". قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ خوشنما بنایا کرو کیونکہ اچھی آواز سے قرآن کی خوبی بڑھتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآن پاک کا زیور عمدہ آواز ہے۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

دو آوازیں ملعون ہیں ایک وہ آواز جو مصیبت کے وقت آہ وزاری کی آواز اور دوسری آسائش کے وقت بانسری کی آواز۔

اس خطاب کے مفہوم کا تقاضا یہ ہے ان احوال کے سوا دیگر قسم کے گانے جائز ہوں ورنہ ان گانوں کے مخصوص کرنے کا کچھ معنی نہیں رہتا اس سلسلہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں اور اگر ہم اس سے زیادہ روایات ذکر کریں تو ہم اختصار کی حد سے نکل جائیں گے۔

یہ بھی روایت ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی

میں یہ اشعار پڑھے۔

اَقْبَلَتْ فَلَاحُ لَهَا  عَارِضَانِ كَالسَّبَجِ
اَدْبَرَتْ فَقُلْتُ لَهَا  وَالْفُوَادُنِيْ وَهَجِ
هَلْ عَلَيَّ وَيُحَكُمَا  اِنْ عَشِقْتُ مِنْ حَرَجِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو اس قدر غور سے نہیں سنا جس قدر وہ اپنے کلام کو سنتا ہے جبکہ کوئی بھی نبی الحان سے اُسے پڑھ رہا ہو۔

کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب زبور پڑھا کرتے تو جن وانس پرندے اور وحشی جانور آپ کی قرأت سنا کرتے اور اُن کی مجلس سے چار سو جنازے اُن لوگوں کے اٹھتے جو آپ کی قرأت سن کر جان جانِ آفریں کے سپُرد کر دیتے۔

## ایک خوش الحان غلام کا قصّہ

ابو بکر محمد بن داؤد الداینوری الرقی فرماتے تھے کہ میں جنگل میں تھا کہ ایک عرب قبیلہ کے ہاں آیا اور ان میں سے ایک شخص نے مجھے اپنے ہاں مہمان ٹھہرالیا وہاں میں نے ایک سیاہ فام غلام کو مقید دیکھا اور دیکھا کہ گھر کے صحن میں کچھ اونٹ مرے پڑے ہیں۔ غلام نے مجھ سے کہا: آپ آج رات یہاں مہمان ہیں اور میرا آقا آپ کی عزت کرتا ہے لہٰذا آپ میری سفارش کیجئے۔ کیونکہ وہ آپ کی سفارش رد نہیں کرے گا میں نے اپنے میزبان سے کہا: میں آپ کا کھانا اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک کہ آپ اس غلام کو کھول نہ دیں گے۔ میزبان نے کہا: اس غلام نے مجھے فقیر کر دیا ہے اور میرا مال تباہ کر دیا ہے میں نے پوچھا: اس نے کیا کیا ہے؟ میزبان نے

جواب دیا: اس کی آواز بہت عُمدہ ہے اور میں اونٹوں کی بار برداری پر زندگی بسر کرتا تھا اس نے ان پر بھاری بوجھ لاد دیا اور حدی گاتا رہا یہاں تک کہ ان اونٹوں نے ایک دن میں تین دن کی مسافت طے کر لی اور جب بوجھ اتارے گئے تو سب کے سب اونٹ مر گئے مگر آپ کی خاطر میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس نے اس کی بیڑیاں اتار دیں جب صبح ہوئی تو خواہش ہوئی کہ اس کی آواز سنوں۔ میزبان سے اس کی درخواست کی، میزبان نے غلام سے کہا کہ اس اونٹ کی حدیٰ خوانی کرے جو کنوئیں سے پانی نکالنے کے لیے رہٹ چلا رہا تھا جب غلام نے حدیٰ گایا تو اونٹ نے سرگرداں ہو کر رسیاں کاٹ ڈالیں۔ مجھے خیال نہیں کہ میں نے اس سے بہتر آواز سنی ہو اور میں منہ کے بل گر گیا میزبان نے غلام کو چپ ہو جانے کو کہا۔

ابو عمر الانماطی فرماتے تھے کہ کسی نے جنیدؒ سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ انسان پرسکون ہوتا ہے مگر جب سماع سنتا ہے تو بے قرار ہو جاتا ہے۔؟

جنید نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے پہلے میثاق کے وقت ذریت آدم کو مخاطب کر کے کہا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اور انھوں نے جواب میں ''بلٰی'' (کیوں نہیں) کہا تو اللہ کے کلام کی مٹھاس نے تمام ارواح کو نکال لیا اور جب انھوں نے سماع سنا تو اس کے ذکر نے انھیں حرکت دی۔

## سماع عوام کیلئے حرام ہے

اُستاد ابو علی دقاق فرماتے تھے، کہ عوام کے لیے سماع حرام ہے اس لیے کہ اُن کے نفوس اپنی حالت پر قائم رہتے ہیں...... زاہدوں کیلئے مباح (جائز ہے) کیوں کہ انھیں مجاہدات حاصل ہیں ...... اور ہمارے مریدوں کے لیے مستحب ہے تا کہ اُن

کے دل زندہ ہوں۔

## سماع کے متعلق صوفیاء کے اقوال

ا......حضرت حارث بن اسد محاسبی فرمایا کرتے تھے تین چیزیں اگر حاصل ہو جائیں تو اُن سے فائدہ ہوتا ہے مگر ہمیں نہیں ملیں

(۱) خوبصورت چہرہ جس کے ساتھ پاک دامنی بھی ہو

(۲) اچھی آواز جس کے ساتھ دینداری بھی ہو

(۳) اور اچھی دوستی جس کے ساتھ وفاداری بھی ہو۔

۲......کسی نے ذوالنون مصریؒ سے اچھی آواز کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: یہ تو مخاطبات اور اشارات ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہر طیب مرد اور ہر طیب عورت میں ودیعت کر دیتا ہے۔ایک بار ان سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک وارد ہونے والی کیفیت ہے جو دلوں کو بے چین کر کے حق تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہے چنانچہ جو حق طریقہ پر اس کی طرف کان لگاتا ہے وہ حقیقت کو پالیتا ہے اور جو اپنے نفس سے اس کی طرف کان لگاتا ہے وہ زندیق ہو جاتا ہے۔

۳......جعفر بن نصیر نے جنید سے حکایت کی انھوں نے فرمایا: فقراء پر تین موقعوں پر رحمت نازل ہوتی ہے:

(۱) سماع کے وقت اس لیے کہ وہ حق طریقہ سے سنتے ہیں اور وجد ہی میں بولتے ہیں۔(۲) کھانا کھاتے وقت کیونکہ یہ بغیر فاقہ کے نہیں کھاتے۔(۳) علمی مقابلہ کے وقت کیونکہ (وہ اللہ تعالیٰ اور رسُول کی صفات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ) صرف اولیاء اللہ کی صفات بیان کرتے ہیں۔

۴۔ حضرت جنید فرماتے ہیں جس نے تکلفاً سماع کو چاہا اس کے لیے یہ فتنہ ہوگا مگر

جسے خود بخود یہ چیز حاصل ہو اس کے لیے سماع راحت ہے۔

یہ بھی حکایت کی گئی ہے کہ جنید نے کہا کہ سماع کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ زبان، مکان اور اخوان (دوست)۔

۵......شبلی سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: ظاہر میں تو یہ فتنہ ہے اور باطن میں عبرت لہٰذا جو اس اشارہ کو پالے اس کے لیے عبرت کا سننا جائز ہے ورنہ اس نے فتنہ کو دعوت دی اور مصیبت کو مول لیا۔

۶......کہتے ہیں سماع صرف اس شخص کے لیے مناسب ہے جس کا نفس مر چکا ہو اور دل زندہ ہو لہٰذا اس کا دل تو مجاہدہ کی تلوار سے ذبح ہو چکا ہو گا اور موافقت احکام کے نور سے زندہ۔

۷......اُبو یعقوب نہر جوری سے سماع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا: یہ ایک ایسی حالت ہے جو جلن کی وجہ سے اسرار کا دل کی طرف لوٹ کر آنا ظاہر کرتی ہے۔

۸......کہا گیا ہے کہ اہل معرفت کے لیے سماع ارواح کو لطف اندوز کرتا ہے۔

۹......استاد ابو علی دقاق نے فرمایا: سماع اگر شریعت کے مطابق نہ ہو تو زنگ ہے اور اگر حق کی طرف سے نہ ہو تو بے وقوفی ہے اور اگر عبرت کی وجہ سے نہ ہو تو فتنہ ہے۔

۱۰......کہا جاتا ہے کہ سماع کی دو قسمیں ہیں: ایک قوم وہ ہے جس میں علم اور ثبات ہوش دونوں کی شرط ضروری ہے لہٰذا اس قسم کے شخص کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ حالت بشری سے فنا ہو چکا ہو اور احکام حقیقت کے ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ حظوظِ نفس کے آثار سے پاک ہو۔

۱۱......احمد بن ابی الحواری سے حکایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے ابو سلیمان سے سماع کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: کہ میں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ گانے

والے ایک کی بجائے دو ہوں۔

۱۲......ابوالحسن نوری سے پوچھا گیا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا جو سماع سنے اور اسباب (سماع) کو پسند کرے۔

۱۳......ایک دن ابوعلی رودباری سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: کاش کہ ہم اس سے کلیۃً نجات پا جاتے۔

۱۴......ابوعثمان المغربی فرماتے تھے جس نے سماع کا دعویٰ کیا اور پھر پرندوں کی آواز یا دروازے کے چر چرانے کی آواز یا ہوا چلنے کی آواز کو نہ سنا وہ فقر کا محض مدعی ہے۔ (یعنی حقیقی فقیر نہیں)

۱۵......ابونصر السراج الطّوسی نے کہا کہ جنید کے مریدوں میں سے ابن زیری ایک فاضل شیخ تھے کبھی کبھی سماع کی مجلس میں حاضر ہو جاتے اگر انھیں اچھا لگتا تو اپنی چادر بچھا کر بیٹھ جاتے اور کہتے صوفی اپنے دل کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر انھیں سماع اچھا نہ لگتا تو کہتے: سماع تو دل کے لیے ہے یہ کہہ کر گزر جاتے اور اپنا جوتا لے لیتے۔

۱۶......کسی نے حضرت رویمؒ سے سماع کے وقت صوفیاء پر وجد کے طاری ہونے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ لوگ ان کیفیات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو اوروں سے بعید اور مخفی ہوتی ہیں اور ان کو اپنی طرف آنے کی دعوت دیتی ہیں لہٰذا یہ لوگ خوشی کے مارے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں پھر حجاب اس سرور کو منقطع کر دیتا ہے تو یہ خوشی رونے میں بدل جاتی ہے چنانچہ بعض اپنے کپڑے پھاڑنے لگ جاتے ہیں، بعض چیختے ہیں، بعض روتے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے مرتبے کے مطابق اس کیفیت سے دوچار ہوتا ہے

۱۷......حضرت حصریؒ اپنے ایک وعظ میں فرما رہے تھے میں اس سماع کا کیا کروں جو

سنانے والے کا سماع منقطع کرنے پر منقطع ہو جائے تمہارا سماع تو مسلسل ہونا چاہیے جو منقطع نہ ہو۔

راوی کہتا ہے کہ حصری نے فرمایا:

دائمی پیاس اور دائمی پینا ہونا چاہیے۔ جس قدر زیادہ پیتے جاؤ گے اسی قدر پیاس بڑھتی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان " فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُوْنَ " (الروم: ۱۵) کی تفسیر میں مجاہد سے مروی ہے کہ اس سے مراد سماع ہے جو حورعین لذیذ آوازوں کے ساتھ سنائیں گی۔

نَحْنُ الْخَالِدَاتِ فَلاَ نَموتُ اَبَدًا نَحْنُ النَّاعِمَاتِ فَلَا بَنُوسُ اَبَداً

ہم ہمیشہ زندہ رہنے والیاں ہیں، ہمیں کبھی موت نہ آئے گی۔ ہم نرم و نازک ہیں ہم پر کبھی سختی نہ آئے گی۔

۱۸...... کہا جاتا ہے کہ سماع (اللہ کی طرف سے) ندا ہوتی ہے اور وجد میں (بندہ کی طرف سے) ارادۃً (اس ندا کی) اجابت ہوتی ہے میں نے محمد بن الحسین سے سنا کہ ابو عثمان المغربی فرماتے تھے، کہ اہل حق کے دل حاضر ہوتے ہیں، اور اُن کے کان کھلے ہوتے ہیں انہی کو میں نے فرماتے سنا کہ انھوں نے استاد ابو سہل صعلو کی کو فرماتے سنا کہ سماع سننے والا دو کیفیتوں کے درمیان ہوتا ہے یعنی استتار اور تجلّی کے درمیان۔ استتار یعنی پردے میں آجانے سے دل میں شعلے اُٹھتے ہیں اور تجلّی سے راحت ہوتی ہے۔ استتار سے مریدوں کی سی حرکات پیدا ہوتی ہیں اور یہ کمزوری اور عاجزی کا مقام ہے اور تجلّی سے واصلین کا سکون پیدا ہوتا ہے اور یہ استقامت اور تمکین کا مقام ہے اور بارگاہ رب العزت کی صفت ہے اور یہاں ہیبت کے تحت

مرجھانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ...... جب وہاں پہنچے تو کہا چپ رہو۔

(الاحقاف:۲۹)

## سماع کی تین قسمیں ہیں

ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سماع کی تین قسمیں ہیں ایک قسم مریدوں اور مبتدیوں کے لیے ہے وہ سماع کے ذریعہ احوال شریفہ کو دعوت دیتے ہیں۔ مگر اس میں فتنہ اور ریاکاری کا خطرہ ہوتا ہے۔

دوسری قسم صادقین کے لیے ہے وہ اس کے ذریعہ اپنے احوال میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور اس سے ایسا کلام سنتے ہیں جو اُن کے وقت کیمطابق ہو

تیسری قسم اہل استقامت عارفوں کے لیے ہے جو اُن حرکات وسکون کو جو اُنکے دلوں پر وارد ہوتے ہیں اللہ پر ترجیح نہیں دیتے۔

ابوسعید خراز فرماتے تھے جس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ سماع میں سماع کو سمجھنے کی وجہ سے اپنے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکات اس پر قابو پالیتی ہیں تو اس کی علامت یہ ہے کہ جس مجلس میں وہ وجد میں ہے وہ خوبصورت بن جائے۔ (چنانچہ سب حاضرین پر اس کے وجد کا اثر ہو)

شیخ ابوعبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے اس حکایت کا ذکر ابوعثمان مغربی سے کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ تو کمترین درجہ ہے اس کی صحیح نشانی یہ ہے کہ مجلس میں جو صاحب حق رہے اسے اس کے ساتھ انس محسوس ہو اور جو باطل پرست ہو اُس سے

اسے وحشت پیدا ہو۔

بندار بن حسین فرماتے ہیں سماع کی تین قسمیں ہیں بعض اپنی طبیعت کی مناسبت سے سنتے ہیں بعض حال اور کیفیت کی مناسبت سے سنتے ہیں اور بعض حق کی مناسبت سے سنتے ہیں۔ جو اپنی طبیعت کے موافق سنتے ہیں اس میں خاص و عام سب شریک ہیں اس لیے کہ یہ انسانی فطرت میں ہے کہ وہ اچھی آواز سے لذت حاصل کرے۔ جو حال و کیفیت کے موافق سنتا ہے وہ ان کیفیات میں جو اس پر وارد ہوتی ہیں غور کرتا ہے مثلاً عتاب کا ذکر...... خطاب...... وصل...... جدائی......قرب و بعد...... کسی ایسی چیز پر افسوس جو ہاتھ سے نکل گئی ہو یا آنے والی چیز کا اشتیاق یا عہد کو پورا کرنا...... وعدہ کی تصدیق یا عہد توڑنا یا بے قراری کا ذکر یا اشتیاق یا جدائی کا خوف یا وصال کی خوشی یا بچھڑنے کا ڈر وغیرہ وغیرہ

کسی نے خواص سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ انسان قرآن کے علاوہ اور کلام کے سننے سے حرکت میں آتا ہے مگر قرآن پاک کے سننے سے وہ کیفیت نہیں پاتا؟ جواب دیا قرآن کا سننا ایسی ٹھوکر ہے جس کے شدت غلبہ کی وجہ سے کسی کے لیے حرکت کرنا ممکن نہیں اور دوسرے اقوال کے سننے میں راحت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس میں انسان حرکت کرتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا جب کسی مرید کو دیکھو کہ اسے سماع سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ ابھی اس میں باطل کا کچھ حصہ باقی ہے اور میں نے انہی سے سنا کہ علی ابن عبداللہ البغدادی نے اُن سے کہا کہ ابوسعید الرملی نے بیان کیا کہ سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ سماع ایک ایسا علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے رکھا ہے اس کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔

احمد بن مقاتل حکایت کرتے ہیں کہ جب ذوالنون مصری بغداد آئے تو صوفیاء اکٹھے ہو کر اُن کے پاس آئے اُن کے ساتھ ایک قوال بھی تھا۔ انھوں نے ذوالنون سے کہا کہ وہ قوال کو کچھ اشعار پڑھنے کی اجازت دیں آپ نے اجازت دے دی اور اُس نے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے

صَغِیْرُ ھَوَاکَ عَذَّبَنِیْ فَکَیْفَ بِہٖ اِذَا احْتَنَکَا

وَاَنْتَ جَمَعْتَ مِنْ قَلْبِیْ ھَوًی قَدْ کَانَ مُشْتَرِکَا

اَمَا تَرْثِیْ لِمُکْتَئِبٍ اِذَا ضَحِکَ الْخَلِیُّ بَکیٰ

تمہاری معمولی سی محبت نے مجھے عذاب میں مبتلا کر دیا اگر مجھ پر غالب آ جائے تو پھر کیا کیفیت ہوگی؟

تو نے میرے دل کی محبت کو جو دوسروں کے لیے بھی مشترک تھی، اپنے لیے اکٹھا کر لیا۔

کیا تجھے اس غمناک پر رحم نہیں آتا جو روتا ہے جبکہ وہ لوگ جو عشق میں مبتلا نہیں ہیں ہنس رہے ہیں۔

احمد کہتے ہیں کہ یہ سن کر ذوالنون اُٹھ کھڑے ہوئے اور منہ کے بل گر پڑے، خون اُن کے سر سے ٹپک رہا تھا مگر زمین پر نہ گرتا تھا اس کے بعد صوفیاء میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر بناوٹ کے طور پر وجد کا اظہار کیا ذوالنون نے کہا: اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ (الشعراء:۲۱۸)...... اس خدا کو یاد رکھو جب تو کھڑا ہوتا ہے تو خدا تجھے دیکھتا ہے۔ یہ سن کر وہ شخص بیٹھ گیا۔

اس کے متعلق استاد ابو علی دقاق سے پوچھا گیا انہوں نے فرمایا کہ ذوالنونؒ اس شخص سے بلند مرتبہ تھے اور اُسے دیکھ رہے تھے چنانچہ انھوں نے اسے تنبیہ کر دی

کہ یہ اُس کا مقام نہیں اور وہ شخص بھی انصاف پسند تھا کہ اس نے اُن کی بات مان لی اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔

عبداللہ بن الصوفی بیان کرتے ہے کہ مغرب میں دو شیخ تھے۔ دونوں کے مرید اور شاگرد تھے اُن میں سے ایک کا نام جبلہ اور دوسرے کا رزیق تھا ایک بار رزیق اپنے مریدوں سمیت جبلہ کی زیارت کو آیا اور ان کے کسی مرید نے کوئی چیز پڑھی جسے سُن کر جبلہ کے ایک مُرید نے چیخ ماری اور مر گیا۔ جب صبح ہوئی تو جبلہ نے رزیق سے کہا جس شخص نے کل پڑھا تھا وہ کہاں ہے۔ اسے کچھ پڑھنا چاہیے اس نے کوئی آیت پڑھی تو جبلہ نے چیخ ماری جس سے پڑھنے والا مر گیا اس پر جبلہ نے کہا: ایک کے بدلے ایک اور ابتداء کرنے والا زیادہ ظالم ہے۔

کسی نے ابراہیم مارستانی سے سماع کے وقت حرکت کرنے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں قصہ بیان کیا تو بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اپنی قمیض پھاڑ ڈالی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہو کہ میرے لیے اپنے دل کو پھاڑو اور کپڑوں کو نہ پھاڑو۔

ابوعلی مغازلیؒ نے ابوبکر شبلیؒ سے سوال کیا کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میرے کانوں میں قرآن مجید کی کوئی آیت سنائی دیتی ہے تو اس کے اثر سے میں چیزیں چھوڑ دیتا ہوں اور دنیا سے منہ موڑ لیتا ہوں مگر پھر اپنی حالت اور لوگوں کی طرف لوٹ آتا ہوں۔

شبلی نے جواب دیا جب اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف کھینچتا ہے تو یہ اُس کی تجھ پر مہربانی اور لطف ہے اور جب تجھے تمہاری پہلی حالت کو لوٹا تا ہے تو یہ اُس کی تم پر

شفقت ہوتی ہے اس لیے کہ اللہ کی طرف توجہ کرنے میں تم صحیح طور پر اپنی قوت و طاقت سے بری نہیں ہوتے۔ میں نے ابو حاتم السجستانی سے سنا کہ ابونصر السراج نے ان سے کہا کہ احمد بن مقاتل العکی فرماتے تھے کہ رمضان میں ایک رات میں شبلیؒ کے ساتھ مسجد میں تھا کہ اور وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے میں بھی پہلو میں تھا امام نے یہ آیت پڑھی:

وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِا لَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ (الاسراء:۸۶)

اگر ہم چاہیں تو جو وحی ہم نے تم کو بھیجی ہے اسے واپس لے جائیں۔ یہ آیت سُن کر انھوں نے چیخ ماری جس سے میں نے خیال کیا کہ ان کی روح پرواز کر گئی وہ کانپ رہے تھے اور کہہ رہے تھے ......کیا احباب کو اسی طرح خطاب کیا جاتا ہے۔ یہی الفاظ بار بار لوٹا رہے تھے۔

جنید بغدادیؒ سے حکایت کی گئی ہے وہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں حضرت سری سقطیؒ کے پاس گیا تو ان کے پاس ایک شخص کو غشی کی حالت میں دیکھا میں نے اس کا مطلب پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس نے قرآن کی ایک آیت سنی ہے میں نے کہا کہ وہی آیت دوبارہ پڑھی جائے جب آیت دوبارہ پڑھی گئی تو وہ شخص ہوش میں آگیا۔ سریؒ نے مجھ سے پوچھا تمہیں یہ کیسے معلوم تھا کہ اس طرح وہ ہوش میں آجائے گا میں نے جواب دیا کہ یعقوب علیہ السلام کی بینائی یوسف علیہ السلام کی وجہ سے جاتی رہی تھی مگر پھر انہی کی قمیض کی وجہ سے لوٹ آئی۔ سریؒ کو میرا یہ جواب پسند آیا

حضرت دراجؒ نے فرمایا کہ میں اور ابن الفوطی دونوں بصرہ اور رابلہ کے درمیان دجلہ پر سے گزر رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت محل ہے اور اس کا

ایک جھروکا (کھڑکی) ہے جہاں ایک آدمی بیٹھا ہے اور سامنے ایک لڑکی گا رہی ہے اور کہہ رہی ہے

فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وُدٌ   کَانَ مِنِّی لَکَ یُبْزَلُ
کُلَّ یَوْمٍ تَتَلُوْنُ   غَیْرُ ھٰذَا بِکَ اَجْمَلُ

میری محبت اللہ کی راہ میں تمہارے لیے صرف کی جاتی ہے مگر تو ہر روز رنگ بدل رہا ہے، تو اگر کوئی اور طرز اختیار کرتا تو بہتر ہوتا۔

پھر دیکھا تو ایک نوجوان کھڑکی کے نیچے ہاتھ میں چھاگل (لوٹا) لیے اور چیتھڑے پہنے سن رہا ہے پھر کہنے لگا اری لونڈی! تجھے تمہارے آقا کی زندگی کی قسم یہ شعر دہراؤ۔

کُلَّ یَوْمٍ تَتَلُوْنَ   غَیْرُ ھٰذَا بِکَ اَجْمَل

نوجوان نے پھر کہا: پھر کہو لونڈی نے شعر دہرایا فقیر نے کہا: اللہ کی قسم میں اسی طرح اللہ کے ساتھ رنگ بدلتا ہوں اس پر اس نے ایک آہ بھری اور اُس کی روح نکل گئی۔ محل کے مالک نے لونڈی سے کہا میں تجھے اللہ کی خاطر آزاد کرتا ہوں۔ بصرہ کے لوگ نکل کر آئے اور اُس کی نماز جنازہ ادا کر کے اسے دفن کر دیا۔ محل کے مالک نے اُٹھ کر کہا: کیا تم لوگ مجھے نہیں جانتے، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو میری ملکیت ہے اللہ کی راہ میں دیتا ہوں اور میرے تمام غلام آزاد ہیں اُس کے بعد اُس نے ایک تہبند باندھا اور ایک چادر اوڑھ لی اور محل کو صدقہ دیکر چلا گیا اُس کے بعد نہ اُس کی شکل دکھائی دی اور نہ کہیں اس کا نشان ملا۔

ایک اور شخص نے یہی شعر سنا تو کہا: تو جھوٹ کہہ رہا ہے، ہر ایک نے اپنے اپنے مقام سے یہ شعر سنا۔ میں نے ابو حاتم السجستانی سے سنا کہ ابونصر السراج نے ان سے کہا کہ ابوالحسن علی بن محمد الصوفی فرماتے تھے کہ کسی نے رویم سے ان مشائخ

کے متعلق سوال کیا جن سے اُن کی ملاقات سماع میں ہوئی تو فرمایا کہ: ان کی مثال اس ریوڑ کی سی ہے جس میں بھیڑیا گھس جائے۔

ابوسعید خراز سے حکایت ہے کہا میں نے علی بن موفق کو ایک سماع میں دیکھا وہ کہہ رہے تھے کھڑا کر دو......لوگوں نے انھیں کھڑا کر دیا۔ انھوں نے اُٹھ کر وجد کا اظہار کیا پھر کہا میں پھرتیلا بوڑھا ہوں کہا جاتا ہے کہ رقی نے ایک بار ساری رات اس طرح گزاری کہ وہ شعر پڑھتے اور اٹھتے اور گر پڑتے اور لوگ کھڑے رو رہے تھے

بِاللّٰهِ فَارْدُدْ فُؤَادَ مُكْتَئِبْ لَيْسَ لَهُ مِنْ حَبِيْبِهٖ خَلَفَ

خدا کے لیے اس غمزدہ کا دل واپس کر دو جس کے لیے محبوب کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا۔ میں نے محمد بن احمد التمیمی سے سنا عبداللہ بن علی الصوفی نے ان سے کہا کہ علی بن الحسین بن محمد بن احمد بصری فرماتے تھے کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے سنا کہ میں نے کئی سال سہل بن عبداللہ کی خدمت کی مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ذکر قرآن پاک یا کسی اور چیز کے سننے سے ان میں کوئی تغیر پیدا ہو۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو کسی نے اُن کے سامنے پڑھا اَلْیَوْمَ لَایُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَۃٌ آج تم سے کسی قسم کا تاوان قبول نہ کیا جائے گا۔

تو میں نے دیکھا کہ ان میں تغیر آ گیا اور کانپنے لگ گئے اور قریب تھا کہ گر جائیں جب ہوش میں آئے تو میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا: دوست! ہم کمزور ہو گئے ہیں۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی نے فرمایا کہ میں نے ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گیا تو ایک شخص کنوئیں کی چرخی پر کنوئیں سے پانی نکال رہا تھا ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے ابوعبدالرحمٰن کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ چرخی کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے اللہ اللہ۔

عبداللہ بن سہل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رویمؒ کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں فرمایا یہ کہہ رہا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ حَقًّا حَقًّا اِنَّ الْمَوْلٰی صَمَدٌ یَبْقٰی

حضرت احمد بن علی الکرخی الوجیہی فرماتے تھے کہ صوفیاء کی ایک جماعت حسن قزاز رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں جمع تھی اور ان کے ساتھ قوال بھی تھے قوال لے سے بولتا اور وہ وجد میں آتے، ممشاد دینوری بھی وہاں آ گئے اور وہ خاموش ہو گئے۔ ممشاد نے فرمایا: اپنا کام جاری رکھو اگر دنیا بھر کے راگ بھی میرے کانوں میں جمع کر دیے جائیں تب بھی وہ میرے ارادوں کو اپنی طرف نہیں پھیر سکتے اور نہ مجھے کچھ تسکین دے سکتے ہیں۔

اسی اسناد سے وجیہی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوعلی رودباری کو فرماتے سنا: اس معاملہ میں ہم ایسی جگہ پہنچ چکے ہیں جو تلوار کی دھار کی طرح ہے اگر اس طرف جھکے تو دوزخ میں گئے۔

## امام قشیری اور سماع

امام قشیری فرماتے ہیں میں نے استاد ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار اس سماع کے سننے کے لیے اجازت کی درخواست کی آپ ہر دفعہ مجھے ٹال دیتے اور اس میں یہ اشارہ ہوتا کہ اس سے باز رہنا ہی اچھا ہے۔ پھر جب میں کافی عرصہ تک بار بار کہتا رہا تو فرمایا مشائخ فرماتے ہیں کہ وہ سماع جو تمہارے دل کو جمع کر کے اللہ کی طرف لے آئے اس کے سننے میں کوئی حرج نہیں۔ ہم سے ابوالحسن علی بن احمد الاہوازی نے کہا کہ احمد بن عبید البسری نے اس سے کہا کہ اسمعیل بن الفضل البلخی

نے ان سے یحییٰ بن یعلی الرازی نے ان سے حفص بن عمر العمری نے انسے ابوعمرو عثمان بن بدر نے اُن سے ہارون ابوحمزہ العذافر نے روایت کی انہوں نے سعید بن جیر سے سنا انہوں نے کہا ابن عباس فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں نے تجھ سے دس ہزار کان بنائے تب جا کرتو میرا کلام سن سکا اور دس ہزار زبان دی تب کہیں جا کرتو مجھے جواب دے سکا مگر تو میرا زیادہ محبوب اور مجھ سے زیادہ قریب اس وقت ہوسکتا ہے جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درُود بھیجے۔ امید ہے کہ سماع کے بارے میں کافی علم ہو گیا ہو گا۔

✿✿✿✿

# بیعت

بیعت کا مطلب ہے وعدہ کرنا اور اقرار سے ساتھ دینا لیکن عمومی طور پر اس اصطلاح کا مطلب ہے کسی مرد صالح کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور ہر طرح کے گناہوں اور نامشروع امور سے تائب ہونا القول الجمیل میں لکھا ہے کہ اس بیعت مسنون (یعنی وہ چیز جس کا کرنا شرع میں سنت ہو) کی کئی اقسام ہیں مثلاً بیعت ہجرت، بیعت جہاد، بیعت ارکان اسلام، بیعت ثبات قدمی درمعرکہ کفار یعنی کفار سے جنگ میں ثابت قدم رہنے پر بیعت سنت پر مدام قائم رہنے اور بدعات سے اجتناب و پرہیز کرنے پر بیعت وغیرہ۔

صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حریر رضی اللہ عنہ سے تمام مسلمانوں کی خیر خواہی پر بیعت حاصل کی اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوم انصار سے بھی اس شرط پر بیعت حاصل کی کہ وہ امر بالمعروف یعنی بھلائی کے کاموں کو اہمیت اور وقعت دیں گے اور برے اور لائمہ یعنی ملامت والے امور سے اجتناب کریں گے اور بلاخوف و خطر امر الٰہی کی پاسداری کریں گے اور ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے......ایک انصاری سے اس بات پر بھی بیعت لی کہ وہ نوحہ یعنی مردہ پر رونا دھونا نہیں کریں گے......اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اصحاب سے اس وعدے پر بیعت لی گئی کہ وہ کسی طرح کا بے جا سوال نہیں کریں گے۔ان کے علاوہ بیعت کی چند اور اقسام بھی ہیں

یعنی بیعت خلافت، بیعت اسلام، بیعت تقویٰ، بیعت ہجرت اور بیعت جہاد وغیرہ۔

## بیعت کی اقسام

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو درج ذیل امور میں بیعت لینے کا حکم صادر فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ الرَّحِيمٌ. (الممتحنہ:۱۲)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیک وسلم جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں اور تجھ سے بیعت کریں اس پر کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی نہ چوری کریں گی نہ زنا نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ بہتان طرازی کریں گی اور نہ تیری نافرمانی کریں گی بھلائی کے کاموں میں تو بیعت کر ان کو اور بخشش مانگ ان کے لیے اللہ سے بے شک اللہ غفور الرحیم ہے۔

## بیعت سنت مؤکدہ ہے

مولانا محمد رفیع الدین محدث دہلویؒ بیعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بیعت برگزیدہ صوفیاء میں عمل خیر کے طور پر رائج رہی ہے انہوں نے اس کی چار اقسام لکھی ہیں۔

اول...... بیعت وسیلہ

دوم...... بیعت شریعت

سوم...... بیعت طریقت

چہارم...... بیعت حقیقت

## بیعت وسیلہ

اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (المائدہ:۳۵)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

یعنی اس آیت کریمہ میں خدا کے لئے وسیلہ اور ذریعہ تلاش کرنے کی جانب اشارہ موجود ہے تاکہ دنیا اور اگلے جہان میں امداد اور نجات حاصل ہو۔

## بیعت شریعت

یہ ہے کہ بندہ خود پر غفلت کوتاہی اور بیکاری پر متنبہ اور اس منفی امر پر علاج اور تلافی کے لئے کسی صالح مرد کی جانب رجوع کرے، اور اسے اپنی باگ ڈور تھما دے، اس کی تائید وحمایت اختیار کرے اور اختیارات اسے تفویض کردے پھر اس کی متابعت کو فرض اول جانے۔

مولانا روم فرماتے ہیں

چوں گرفتی پیرہن تسلیم شو
ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو
خبردار جب پیر بنا لے سر اطاعت رکھ دے
موسیٰ کی طرح خضر کے حکم کے تحت چل

## بیعت طریقت

یہ ہے کہ طالب اپنے مجاہدہ ،رنج و مشقت ،کوشش اور ریاضات یعنی فرمانبرداریوں اورنفس کشیوں کی استعداد و استطاعت کے مطابق انوار وتجلیات حاصل کرے اوراس طرح وہ گروہ اہل تصدیق وتحقیق میں شامل ہوجاتا ہے۔

## بیعت حقیقت

روز ازل ہی سے اس میں کشش ،محبت ذاتی ،عشق جمال لازوال موجود ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے مطلب ومراد کو پہنچ کرمحبوب کا مقام حاصل کر سکے......اپنے آپ کو تجلیات الٰہی میں فنا کر دے تاکہ حجاب ظلمانی اور رکاوٹ ہمیشہ کیلئے دور ہو جائے۔
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے رسالہ الانتباہ میں فرمایا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی یہ بھی نعمت ہے کہ بیعت کا سلسلہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اگرچہ امت میں دور اول ہی سے کچھ اختلافات موجود رہے ہیں اور وہ اختلافات تعلیم وتہذیب کے حوالے سے تھے نہ کہ خرقہ و بیعت کے ضمن میں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے رسم خرقہ و بیعت جاری ہیں۔ یہ رسوم بعد والوں سے نہیں بلکہ متقدمین سے ثابت ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت حضرت عبدالرحمان بن عوف کو امیر لشکر بنایا انہیں اپنا عمامہ عطا فرمایا،صوفیائے کرام میں رسم خرقہ اسی سے ثابت ہوتا ہے۔اول خرقہ ارادت......جو بیعت کے وقت دیا جاتا ہے دوم خرقہ اجازت......جو خلافت کے وقت عطا ہوتا ہے سوم خرقۂ تبرک......یہ خرقہ محبت میں بخشا جاتا ہے تاکہ ہدایت کی طرف راہنمائی ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب عبداللہ بن

انیس رضی اللہ عنہ کو خود خرقہ عطا فرمایا جو ان کی وصیت کے مطابق ان کے ساتھ ہی قبر میں دفن کر دیا گیا تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کو تبرکاً اپنی چادر عطا فرمائی جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد جناب ابو طالب فوت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیض بطور کفن انہیں پہنا دی یہ دلیلیں کافی ہیں۔

بیعت توبہ آنحضرت صلی االلہ علیہ وآلہ وسلم نے قوم انصار سے اسلام، تقویٰ، ترک گناہ اور ادائیگی فرائض وغیرہ پر بیعت لی اس وقت سے آج تک بیعت کا طریقہ صوفیاء کرام میں سنت کے طور پر جاری ہے۔

## تکرار بیعت

اکثر بزرگان تکرار بیعت میں بے برکتی کے قائل ہیں۔ القول الجمیل کے مطابق بھی تکرار بیعت بے برکتی کا سبب ہے اور اس کو نیکی سے دور رکھنے والی بات قرار دیا گیا ہے اور اس عمل کو تہذیب و شائستگی سے انحراف گردانا گیا ہے۔ اکثر بزرگان کے بقول تکرار بیعت جائز نہیں ہے لیکن اگر شیخ انتقال کر جائے اور مرید اس پر قناعت نہ کرے تو اسے جائز ہے طریقۂ حضرات چشتیہ بہشتیہ میں یہی طریقہ ماثورہ رائج ہے اسی لئے اس عمل کو دوام حاصل ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مرج البحرین میں لکھتے ہیں کہ چاہے تصوف ہو یا فقہ، شیخ اور امام ایک ہونا چاہیے اس لئے یہ مقولہ کہ صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا غلط ہے۔ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری لکھتے ہیں بیعت وہی ہوتی ہے جو پہلے شیخ سے کی جائے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ بعض درویش ایک پیر سے

بیعت نہیں کرتے تا کہ دوسرے پیر سے خرقہ بیعت حاصل کر سکیں لیکن یہ ٹھیک نہیں اصل بیعت وہی ہے جو پہلی مرتبہ کی جائے اگر چہ مرشد شہرت یافتہ نہ ہو۔ جب حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرو مرشد خیر النساج علیہ الرحمہ سے بیعت ترک کر کے حضرت خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم حضرت خیر النساج کے مرید ہو اس لئے میں بیعت نہیں کروں گا اور ان کی ارادت رد کر دی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کے دور میں ایک قول یوں بھی ہے کہ:

اَلْاَبُ وَاحِدٌ وَالْاَعْمَامُ شَتّٰی

باپ ایک ہوتا ہے جبکہ چچا زیادہ ہوتے ہیں۔

اسی طرح پیر ایک ہوتا ہے اور پیر صحبت زیادہ ہوتے ہیں۔ بعض صوفیاء کرام کا قول ہے کہ مختلف شیوخ کی بیعت جائز نہیں چنانچہ جس طرح وجود عالم میں ایک سے زیادہ عالم نہیں ہو سکتے ...... بعینہ ایک ملت کے ایک سے زیادہ رسول بھی نہیں ہوئے ایک عورت بیک وقت ایک سے زیادہ خاوندوں کی بیوی نہیں ہو سکتی یہی خلاصہ کلام ہے۔ زیادہ مناسب اور بہتر یہی ہے کہ اپنا ہاتھ ہر ایک کے ہاتھ میں نہ دیا جائے اس ہاتھ کے لئے شیخ کا مبارک ہاتھ ہی سزاوار ہوتا ہے۔

## اوصاف شیخ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ القول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ شیخ کیلئے چند شرائط ہیں۔

اول......وہ کتاب وسنت کا حسب ضرورت عالم ہو۔

دوم......کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو، دنیا کی رنگینیوں اور آسائشوں کا طلب گار نہ ہو اور زہد اختیار کرتا ہو اور عقبیٰ پر نظر رکھتا ہو۔

سوم......اوراد واذکار ماثورہ کرنے والا ہو۔

چہارم......اس کے قلب کا حق سے تعلق خاص ہو اور اس کا حافظہ اور یادداشت قوی ہو۔

پنجم......امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر قائم ہو۔

ششم......صاحب عقل وفہم اور حلیم طبع ہو۔

ہفتم......مشائخ کا صحبت یافتہ ہو آداب طریقت سے بخوبی واقف ہو اور اپنے مشائخ سے نور باطن حاصل کر چکا ہو۔ظہور کرامت اور خرق عادت ضروری شرط نہیں۔ یہی مدعائے بیان ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رشد وہدایت دینے کی ظاہراً وباطناً بھرپور صلاحیت ہو اور صاحب دولت وفقر وقناعت اور جذب القلوب ہو۔اس کے علاوہ شیخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود کسی مرد کامل کے ہاتھ پر بیعت ہو اور رشد وہدایت کے لئے اپنے پیر سے اجازت یافتہ ہو عادات واقعات وکرامات ضروری شرط نہیں ہے، یہی مدعائے بیان ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے لیے متعدد اوصاف اور بھلائیوں کی ضرورت ہوتی ہے نتیجہ خیز علم اور عقل سلیم، کشف صحیح اور ذوق وشوق، شرف نسب یعنی خاندانی شرافت اور حسن ادب، کمال سیرت اور پر جمال حسن صورت، تحمل ظاہر اور تحمل باطن یعنی باطنی شان وشوکت اور وقار، تعلیمات

رشد و ہدایت دینے کی بھر پور صلاحیت اور جذب کی کیفیت، ناقص اور بے راہ رو لوگوں کی اصلاح و راہنمائی اور تطہیر نفس کرنے کی لیاقت ہونی چاہیے۔

یہی وہ شرائط ہیں جو متقدمین میں بھی تسلیم کی جاتی رہی ہیں لیکن زمانہ حال میں پیری اور مرشدی کے بارے میں ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ شیخ کو بہر صورت عقائد اہل سنت و جماعت پر قائم ہونا چاہیے......ضروری دینی علم سے وہ بخوبی مرصع ہو اور بحوالہ اذکار و اشغال و افکار کامل بزرگ ہو......کبائر و صغائر گناہوں سے اجتناب کرتا ہو......روزہ، نماز اور فرض و سنت اور نوافل کی پابندی کرتا ہو...... بالخصوص نوافل اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد گزار ہو......اس کے علاوہ مشائخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب عقل و حلم و شکر و قناعت اور صاحب تسلیم و رضا ہو اور اس کام کے لیے وہ خود اپنے پیر کی جانب سے اجازت یافتہ ہو۔

انیس العارفین میں مرقوم ہے کہ وہ مرشد کہ جو اپنے پیر کی اجازت کے بغیر لوگوں کو مرید بنائے گا، روز قیامت بحضور انبیاء و اولیاء اس کا چہرہ سیاہ کر کے اسے نکال باہر کیا جائے گا اور اس کے بارے میں اعلان کیا جائے گا کہ یہ وہ شخص ہے جو بغیر اجازت کے خود لوگوں کو مرید کرتا تھا۔

اسی طرح امام ابوالقاسم قشیری رسالہ قشیریہ میں بیعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ استاد ابو علی دقاق فرماتے تھے کہ انھوں نے راہ طریقت نصر آبادی سے حاصل کی......نصر آبادی نے شبلی سے......شبلی نے جنید سے......جنید نے سرّی سے...... سرّی نے معروف کرخی سے......معروف کرخی نے داؤد طائی سے......اور داؤد طائی کی ملاقات تابعین سے تھی۔

# شیخ کا ادب واحترام

قشیری علیہ الرحمہ اپنے شیخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ جب کبھی وہ اپنے شیخ نصر آبادی علیہ الرحمہ کے پاس جاتے تو پہلے غسل کرتے پھر اُن کی مجلس میں جاتے مگر قشیری اپنے شیخ سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں جب بھی میں اپنے شیخ کی مجلس میں جاتا تو اس روز روزہ رکھتا، پھر غسل کرتا، تب ابوعلی دقاق کی مجلس میں جاتا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ مدرسہ کے دروازہ تک پہنچ گیا مگر شرم وحیا کے مارے دروازے سے ہی لوٹ آتا اور اگر کبھی جرأت کر کے اندر داخل ہوجاتا اور مدرسہ کے وسط تک پہنچ چکا ہوتا کہ تمام بدن میں سنسنی ہوتی۔ ایسی حالت میں اگر مجھے سوئی بھی چبھودی جاتی تو شائد میں اسے محسوس نہ کرتا۔

پھر جب مجلس میں بیٹھ جاتا تو مجھے خود کسی قسم کا سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ ابھی بیٹھا ہی ہوتا کہ وہ ازخود میرا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیتے۔ یہ معاملہ میرے ساتھ کئی بار ہوا چنانچہ میں دل میں سوچا کرتا کہ اگر بالفرض اس وقت مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول بھیجا ہوتا تو کیا میں اس سے بڑھ کر تعظیم کر سکوں گا؟۔ میرے تصور میں یہ بات نہ آئی کہ ایسا ممکن بھی ہوسکتا ہے اور باوجود اس کے کہ اتنا طویل عرصہ ان کی خدمت میں جاتا رہا اور اُن سے میرا تقرب بھی رہا مگر کیا مجال کہ کبھی ان پر کسی قسم کا اعتراض کرنے کا خیال دل میں آیا ہو...... تا آنکہ ابوعلی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ابوعلی کی وفات کے بعد یہ ابوعبدالرحمان سُلمی کی صحبت میں رہے تا آنکہ استاد خراسان شمار ہونے لگے۔

## چند شبہات کا ازالہ

بعض شبہات جو کہ کسی ذہن میں آسکتے ہیں انہیں سوال وجواب کی صورت میں پیش کیا گیا ہے تا کہ حقیقت حال واضح ہو سکے۔

سوال ...... شیخ کو مرید پر تنقید کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے باوجود مریدوں کی محبت کیوں ملتی ہے؟

جواب ...... ڈاکٹر علاج معالجہ کیلئے اگر چہ نشتر لگاتا ہے مگر شفاء حاصل ہونے کے بعد لوگ دعائیں دیتے ہیں۔

سوال ...... پیر سے محبت رکھنے کے بارے میں شریعت کی کوئی دلیل بھی پیش کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب ...... ایک مرتبہ حضرت نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کس کو دوست رکھتا ہے؟ عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ آپ نے پوچھا کہ ''اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ؟'' عرض کیا جی ہاں اگر آپ نہ ہوتے تو ہم بت پرست ہوتے۔

سوال ...... آج کل کامل پیر کے نااہل بیٹے کو بھی پیر سمجھا جاتا ہے کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب ...... جس طرح ڈاکٹر کے بیٹے کو ڈاکٹر ماننے کیلئے کوئی تیار نہیں ہوتا جب تک وہ باقاعدہ ڈاکٹری کا علم حاصل نہ کرے۔ اسی طرح پیر کا بیٹا پیر نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسے باقاعدہ نسبت طریقت حاصل نہ ہو۔ ہاں اگر نسبت اخذ کرے اور درجہ کمال تک پہنچ جائے تو پیر کا بیٹا ''نورٌ علی نورٌ'' ہوتا ہے۔ اس سے ہی بیعت کی تجدید کرنا افضل ہے۔

سوال ...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر کامل نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، یقین پکا ہونا

چاہئے؟

جواب...... جس طرح ایک قیدی دوسرے قیدی کونہیں چھڑا سکتا یا ایک سویا ہوا دوسرے سوئے ہوئے کونہیں جگا سکتا یا ایک اندھا دوسرے اندھے کو راستہ نہیں دکھا سکتا اسی طرح ایک غافل دوسرے غافل کو ذاکر نہیں بنا سکتا۔ جب پیر ہی کامل نہیں تو مرید کیسے کامل ہوسکتا ہے۔

سوال...... جب قرآن وحدیث موجود ہیں تو پیر پکڑنے کی کیا ضرورت ہے انسان اپنی اصلاح خود کیوں نہیں کرسکتا؟

جواب...... صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قرآن مجید اترتے ہوئے دیکھا صاحب قرآن کو دیکھا نبی کے فرمان کو اپنے کانوں سے سنا مگر اپنا تزکیہ خود نہ کرسکے بلکہ نبی علیہ السلام نے ان کا تزکیہ کیا۔ قرآن کریم میں ''ویــز کیھم'' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مزکی کی ضرورت پڑتی ہے۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھلا ہم اپنی اصلاح خود کیسے کرسکتے ہیں؟ جس طرح درخت کو اپنے پھل بوجھل محسوس نہیں ہوتے اسی طرح انسان کو اپنے عیوب برے محسوس نہیں ہوتے۔ شیخ کے بغیر تزکیہ حاصل کرنے کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک آدمی کہے کہ میں بیمار تو ہوں مگر میڈیکل کی کتابیں موجود ہیں خود پڑھ کر اپنا علاج کرلوں گا کیا اسے عقل مند کہا جائے گا۔

سوال...... بعض اوقات سالکین پر عجیب کیفیات وارد ہوتی ہیں اور کبھی کچھ بھی نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب...... سالک کی مثال درخت کی سی ہوتی ہے ایک وقت آتا ہے درخت پر کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ نئے نئے پتے نکلتے ہیں پھر نئے نئے پتے نکلنا بند ہوجاتے ہیں

اس کا یہ مطلب نہیں کہ درخت کی ترقی رک گئی بلکہ اس وقت درخت اپنے تنے شاخیں مضبوط کر رہا ہوتا ہے۔ یہی معاملہ سالک کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال ...... اگر اولیاء کا فیض مرنے کے بعد بھی رہتا ہے تو دوسرے شیخ سے بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب ...... فیض تو رہتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ ناقص کو کامل کر سکے۔

سوال ...... کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کرے اور مرید کا اعتقاد سالم رہے تو بیعت قائم رہتی ہے یا نہیں؟

جواب ...... شیخ ناراض ہو جائے مگر مرید کا اعتقاد باقی و قائم رہے تو بیعت باقی رہتی ہے غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقبض ہو گئے تھے مگر ان کا اعتقاد درست رہا لہٰذا کامیابی ہوئی۔

سوال ...... اگر مرید کا اعتقاد پیر کے بارے میں جاتا رہے اور شیخ بیعت واپس نہ کرے تو بیعت رہتی ہے یا نہیں؟

جواب ...... بیعت ٹوٹ جاتی ہے حضرت عبداللہ بن جابر سے روایت ہے ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پاس رہنے کی بیعت کی مگر بخار ہوا اور وہ بغیر اجازت چلا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنے میل کو دور کرتا ہے اور اپنے اچھے کو خالص کرتا ہے۔

سوال ...... پیر کا مرید سے تعلق کیسا ہونا چاہئے؟

جواب ...... وہی ہونا چاہئے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ جواب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی تین چیزیں

پسند ہیں

۱......آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے رہنا۔

۲......آپ پر اپنا مال خرچ کرنا

۳......میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے

سوچئے ان تینوں کا مرکز ومحور ایک ہی ذات تھی۔ پس مرید کو اپنے شیخ سے ایسا ہی والہانہ تعلق ہونا چاہئے۔

سوال......سلوک میں ذکر سے فائدہ ہوتا ہے یا کسی اور چیز سے بھی؟

جواب......سالک کو ابتداء میں ذکر سے فائدہ ہوتا ہے پھر ایک وہ وقت آتا ہے کہ ذکر خواہ نفی واثبات ہی کیوں نہ ہو، مفید نہیں رہتا بلکہ فکر کام آتا ہے اس منزل پر تلاوت قرآن، کثرت نوافل، تبلیغ وتدریس اور تصنیف سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر قرب بالفرائض کا درجہ آتا ہے خواہ وہ اللہ کی طرف سے مقرر ہوں یا بندوں کی طرف سے۔ مثلاً شیخ نے کہا خانقاہ میں خدمت کرو اب یہ خدمت کرنا فائدہ زیادہ دے گا بہ نسبت ذکر وفکر کے اسے قرب بالفرائض کہتے ہیں۔

سوال......قرب بالنوافل سے کیا مراد ہے؟

جواب......سالک فنائے کامل حاصل کرنے کے بعد قرب بالنوافل سے ترقی پاتا ہے یعنی اپنی طرف سے جو چاہتا ہے عبادت کرتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس سے جو دین کا کام لینا چاہیں اس میں لگا دیتے ہیں، یہ قرب بالفرائض کہلاتا ہے کسی کو تبلیغ کا کام، کسی کو تدریس کا اور کسی کو تصنیف وتالیف کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ قرب بالفرائض والا فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہو جائے تو گرفت کی جاتی ہے جیسے داؤد علیہ السلام کی خلوت میں آدمیوں کو بھیج کر تنبیہ فرمائی۔

سوال ...... کیا قرأت قرآن سے وہ نتائج واثرات حاصل ہوتے ہے جو صوفیہ کے بتائے ہوئے اذکار سے حاصل ہوتے ہیں؟

جواب ...... ابتداء میں سالک کی زیادہ ترقی ذکر سے ہوتی ہے حتی کہ فنائے قلب اور فنائے نفس نصیب ہو جائے پھر تلاوت، نوافل اور دوسرے دینی اشغال سے زیادہ ترقی ہوتی ہے۔

سوال ...... نسبت سلب ہو جانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب ...... نسبت نام ہے اس تعلق کا جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس تعلق کو کوئی سلب نہیں کر سکتا البتہ کیفیات وواردات سلب کی جا سکتی ہیں۔

سوال ...... بعض لوگ چلتے پھرتے ہر وقت تہلیل لسانی (کلمہ کا ذکر) کرتے رہتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب ...... سو فیصد جائز بلکہ مستحسن ہے حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا ہی سوال پوچھا گیا تو فرمایا شریعت نے قریب المرگ کو کلمہ کی تلقین کرنے کا حکم دیا ہے میں ہر وقت اپنے آپ قریب المرگ سمجھتا ہوں۔ لہٰذا اپنے نفس کو کلمے کی تلقین کرتا رہتا ہوں۔

سوال ...... بزرگوں کو ختم شریف پڑھنے کی کیا اصل ہے؟

جواب ...... کوئی آیت یا عبادت جسے کسی شیخ کی زندگی اور کیفیات سے مناسبت کاملہ ان کے ایصال ثواب کیلئے پڑھنا ختم شریف کہلاتا ہے۔ بعض مشائخ خود متعین کرتے ہیں اور بعض کی وفات کے بعد متوسلین مقرر کر دیتے ہیں۔

سوال ...... سنت اور بدعت کی کیا پہچان ہے؟

جواب ...... سنت عمل آفاقی ہوتا ہے اور بدعت علاقائی ہوتی ہے یعنی سنت عمل ہر جگہ

اور ہر ملک میں یکساں ہوگا مثلاً دسویں محرم کا روزہ رکھنا سنت ہے یہ ہر جگہ ہر ملک میں رکھا جاتا ہے دسویں محرم کا منانا بدعت ہے اسی لئے ایران میں منانے کا طریقہ اور پاکستان میں اور عراق میں اور ہندوستان میں اور ہے۔

سوال ......امت کا ایک طبقہ تصوف کو اچھا نہیں سمجھتا یہ کیوں ہے؟

جواب ......بعض لوگ ڈھونگی پیروں کی باتیں سن کر متنفر ہو جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ آج تو ہر معاملے میں کھوٹا کھرے سے ملا ہوا ہے نکھارنا تو ہمارا کام ہے علماء میں بعض نفس پرست دنیا دار لوگ شامل ہو جاتے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ علم حاصل کرنا بند کر دے، تصوف پر اعتراض کرنیوالوں کی مثال حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کی سی ہے جسے آکل الاکباد کہتے ہیں مسلمان ہونے سے پہلے کتنی پکی دشمن تھی مسلمان ہونے کے بعد کہنے لگی ''یارسول اللہ'' اب آپ سے بڑھ کر کسی چیز سے محبت نہیں'' معترضین پر اس کی حقیقت کھل جائے تو ان کا یہی حال ہو۔

سوال ......تصوف میں عروج کن چیزوں سے ہوتا ہے؟

جواب ......چار چیزوں سے 1 کثرت ذکر 2 اتباع سنت، 3 تقوی، 4 رابطہ شیخ

سوال .....بعض مشائخ کی زبان سے ''انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی'' وغیرہ کے الفاظ کیوں نکلے؟

جواب ...... یہ الفاظ غلبہ حال میں نکلے اس حالت میں انسان معذور ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اگر درخت سے آواز نکل سکتی ہے۔ ''انی انا اللہ'' تو کیا عجب ہے کہ کسی انسان کی زبان سے انا الحق کے الفاظ نکلیں۔ تاہم صاحب ہوش آدمی ایسے الفاظ کہے گا تو جوتے پڑیں گے۔

سوال .....صوفیائے کرام فقط مصلے پر بیٹھ کر تسبیحات پھیرتے رہتے ہیں جہاد میں

حصہ کیوں نہیں لیتے ؟

جواب...... جہاد کا لفظ قرآن مجید میں کئی مقامات پر وارد ہوا ہے مثلاً

ا...... جہاد بالمال یعنی اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا" وجاھدوا باموالکم " اس پر دلیل ہے۔

۲...... جہاد بالنفس یعنی اپنی جانوں پر احکام شریعت نافذ کرتا فرمان الٰہی ہے: "وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم " اسی لئے حدیث پاک میں بھی وارد ہے '' المجاھدمن جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ "

۳...... جہاد بالسیف یعنی کفار کے ساتھ قتال کرنا جیسے فرمان الٰہی ہے" یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم"

صوفیائے کرام عام طور پر جہاد کی پہلی تین صورتوں میں فعال رہتے ہیں اس کی مثالیں اظہر من الشمس ہیں ۔ رہی بات جہاد بالسیف کی تو جب دین اسلام کی سربلندی کیلئے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے تو یہ حضرات کفن بردوش ہو کر میدان میں نکل آتے ہیں اور کفار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار یعنی بنیان مرصوص بن جاتے ہیں چند مثالیں ذیل ہیں

ا...... ساتوں صدی ہجری میں تاتاریوں نے جب جلال الدین خوارزم شاہ کی واحد اسلامی سلطنت اور عباسی خلافت کا چراغ گل کر دیا تو یہ ضرب المثل بن گئی تھی "اذاقیل لک ان التاتار انھزموفلا تصدق " اگر کوئی کہے کہ تاتاریوں نے شکست کھائی تو یقین نہ کرنا۔ ایسی عجیب صورت حال میں حضرت محمد در بندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے تاتاری شہزادوں کے دلوں کی کایا پلٹ دی اور تیس سال کے بعد یہی شہزادے مسلمان ہو گئے اور دنیا میں اسلام کی عظمت کا پھریرا لہرانے لگا۔ علامہ اقبال نے کہا

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ہندوستان میں جب اکبر بادشاہ کی وجہ سے دین الٰہی کی آندھی اٹھی تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے احیائے دین کا علم بلند کیا اور رقت کے بڑے بڑے فوجی جرنیلوں مثلاً شیخ فرید اور خان خانان کے دلوں پر توجہات ڈالیں حتی کہ وہ وقت آیا کہ رسومات بدعات کا قلع قمع ہوا اور دنیا میں "یحی الارض بعد موتھا" کا نقشہ پیش ہوا۔ اورنگزیب جیسا دیندار بادشاہ انہی کی محنت کا ثمر ہے۔ روس نے داغستان پر حملہ کیا تو غازی محمد شہید، حمزہ بے اور شیخ شامل رحمۃ اللہ علیہم جیسے مشائخ طریقت نے 1813 سے 1859 تک 46 سال جنگ لڑی اور کمیونسٹوں کے ساتھ قتال کیا۔ طرابلس کی جنگ میں شیخ احمد الشریف سنوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کو اطالویوں کے سامنے صف آراء کیا اور انہیں پندرہ سال ناکوں چنے چبوائے۔ صحرائے اعظم افریقہ کی سنوسی خانقاہ آج تک مشہور ہے انیسویں صدی عیسوی میں الجزائر میں امیر عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرانسیسیوں سے 1832 سے لیکر 1847 تک 15 سال جنگ کی یہ تمام ہستیاں شیخ طریقت ہی تھے۔

چشتی نے جس زمیں پر پیغام حق سنایا
تاتاریوں نے اس کو اپنا وطن بنایا

❁❁❁❁

# چلہ

صوفیاء کی اصطلاح میں اس سے مراد حجرہ کی 40 دنوں کی حجرہ نشینی ہے یعنی مخلوق خدا سے علیحدگی اور تنہائی۔ صوفیا کرام نے اس کو چلہ کشی کا نام دیا۔ لفظ چلہ چالیس سے بنا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قبل از دعوت اسلام شوق الٰہی کے غلبہ میں گاہے بگاہے تنہائی اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اس مقصد کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں تشریف لیجایا کرتے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی نزول وحی غار حرا ہی میں ہوئی تھی۔ اس حدیث کا ذکر باب خلوت و تنہائی میں موجود ہے اور اسی سے صوفیہ کرام نے چالیس دن کے چلے کا تقرر کیا ہے۔ اس حدیث سے وہ چالیس روزہ خلوت و تنہائی کے لئے سند حاصل کرتے ہیں حدیث شریف سے ثابت ہے کہ:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَھَرَ یَنَابِیْعَ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ

جو شخص لوگوں سے جدا ہو کر چالیس دن کیلئے خدا کے واسطے بیٹھے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتیں گزارنے کا حکم دیا تھا۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّ اَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖ

اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (الاعراف:۱۴۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی اپنی قوم سے تیس راتوں کا عہد کیا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے چالیس راتیں مقرر ہوئیں۔اس مدت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طعام وآب یعنی کھانے پینے کو چھوڑ کر عبادت و ذکر الٰہی میں اپنے آپ کو مصروف ومشغول رکھا۔

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم

وَاذْکُرِاسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً (المزمل:۸)

اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو، کے مطابق خلوت نشینی اختیار کی اور ذکر وفکر میں وقت گزارا۔چلہ کشی کے ذیل میں اور ابتدائی نزول وحی کے اعتبار سے دلائل اور شواہد بڑے روشن اور واضح ہیں اور اس طرح انہوں نے چلہ کشی کو مستحب لازم اور شریعت کے حوالے سے چالیس روز تک بیٹھ کر عبادت کرنے کا ضروری اور لابدی عمل قرار دیا ہے۔

''عوارف'' میں ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا اور اسے مناسب طور پر عالم ناسوت دنیا اور عالم اجسام میں لانے کی خاطر چالیس روز تک اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھوں سے خاک آدم کو گوندھا۔گویا اس طرح تعالیٰ نے تخلیق آدم کیلئے کل جہانوں کی مٹی جمع کی اور پھر آدم کا پتلا بنایا اسے اپنے سامنے رکھ کر دیکھا تو وہ بھلا بہت معلوم ہوا اور پھر وہی آدم تعمیر آدمیت کی بنیاد بنا۔پس بحوالہ حدیث:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَهَرَ یَنَابِیْعَ الْحِکْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ

جو شخص لوگوں سے جدا ہو کر چالیس دن کیلئے خدا کے واسطے بیٹھے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر ظاہر ہوتے ہیں۔

اس عمل میں خاص حکمت ہے اسی سے چلے کی شرط لازم ہوئی ہے۔

پہلا چلہ باعث ارتفاع یعنی حجاب کے اٹھنے اور باعث حصول قرب غیب کا ہے۔ جب درویش پورے اخلاص و محبت کے ساتھ محنت کرتا ہے تو اس کے چالیس حجاب ظلماتی دور ہوتے ہیں اور وہ وطن قلب سے نزدیک ہوتا ہے جس سے جمال حق کے دیدار کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور اس کی زبان حکمت سے پر ہو جاتی ہے۔

اِنَّمَا الْحَکِیْمُ ھُوَ الزَّاھِدُ فِی الدُّنْیَا

بیشک عقلمند وہ ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو۔

فاضل الاولیاء حضرت گنج شکر مسعود اجودھنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ

مِنْ اَعْقَلِ النَّاسِ تَارِکُ الذَّنْبِ

لوگوں میں سب سے عقلمند وہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

جو سالک پورے خلوص نیت کے ساتھ دنیا سے منہ پھیر کر عقبیٰ میں آزادی اور آسودگی حاصل کر لے تو وہ خلوت میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں ذرا آگے بڑھا کر یہ پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

شروع اللہ کے اسم پاک سے اور اس سے کہ ہر طرح کی حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے اور صلوۃ و سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اے میرے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے۔

پھر دو رکعت نماز نفل ادا کی جائے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ پڑھا جائے

رَبَّنَا عَلَیۡکَ تَوَکَّلۡنَا وَاِلَیۡکَ اَنَبۡنَا وَاِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ

اے ہمارے رب ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہمارا پیدا ہونا تیری طرف سے ہے اور تیری طرف ہی ہمیں لوٹنا ہے۔

اس نماز کے بعد قبلہ رو دوزانوں بیٹھ کر ماسوا اللہ سے نظر ہٹا کر دل میں اللہ تعالیٰ کا تصور اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر اور ناظر جان کر اپنے گناہوں پر توبہ کرے تا کہ فلاح پا سکے۔

رسالہ ''قدوسیہ'' میں مرقوم ہے کہ ہر سال میں تین چلے کرنے ضروری ہیں پہلے چلے میں ہر روز چار مرتبہ ''نفی واثبات'' یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے اور ذکر اثبات تین سو مرتبہ اور ذکر اسم اللہ گیارہ ہزار مرتبہ کرنا چاہیے۔ اگر ہو سکے تو پہلے چلے میں حبس دم کے ساتھ ذکر ''بھونگم'' کرنا بہتر ہے دوسرے چلہ میں ہر روز ذکر میں ایک ایک کا اضافہ کر کے حسب سابق پڑھا جائے اور حبس دم کے ساتھ ذکر قلبی کیا جائے اور وہ جو اس انداز سے ذکر وفکر کرے حسب ضرورت خوراک وغذا میں گھی لازمی طور پر کھائے۔ تیسرے چلے کے دوران میں پہلے اور دوسرے چلے کے اذکار کو حبس دم کے ساتھ تین گنا کر دینا چاہیے۔

تینوں چلوں میں اگر یہ مراقبات بھی کیے جائیں تو بہت بہتر ہیں، چلہ اول میں مراقبہ صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصورت پیر ومرشد کیا جانا چاہیے...... دوسرے میں حق بصورت مرشد میں مشغول ہو...... جبکہ تیسرے چلے میں مراقبہ ھو یا مراقبہ انا جلیس من ذکر نی کیا جانا چاہیے...... آخری منازل میں مراقبہ معراج

العرفان اشتغال لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔

ان مراقبات میں تعلیم و تلقین کے ساتھ ساتھ مرشد کے ساتھ عقیدت و احترام اور التجاء و منت کا رویہ اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔

## چلے کے اذکار

بتایا جاتا ہے کہ پہلے اور دوسرے چلے میں پانچ طرح کے اذکار ہیں:

1......ذکر معیت

2......ذکر انانیت

3......ذکر محو الجہات

4......ذکر ملکوتی

5......ذکر کل اکل

اس کے بعد جو حضرات مشائخین بتاتے ہیں کی اجازت لے کر مریدی قبول کی جائے اور تلقین کی درخواست۔ یہ تلقین گویا ایک طرح کی مذہبی تعلیم ہے جس میں ہدایات ہوتی ہیں۔ احوال اولیاء میں ہے کہ اولیاء، اللہ کے قریبی دوست اور رفیق خاص ہوتے ہیں اس اعتبار سے تمام مومن بھی فرقہ وزمرہ اولیاء میں شامل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخرِ جُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرہ:۲۵۷)

اللہ ولی ہے ایمان والوں کا جو انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے

گویا اللہ جل شانہ جن لوگوں کا دوست ہوتا ہے انہیں ظلمات سے نکال کر نور اور روشنی کی طرف لاتا ہے اور انہیں کفر و شرک سے بچا کر انوار ایمان میں داخل

کرتا اور انہیں یقین حق بخشا ہے۔

## ولایت کی مختلف قسمیں

اول ......اولیاء بالا تباع یعنی وہ اولیاء تبعیت اور پیروی کے سلسلے میں نبیوں اور رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں اور یہ مرتبہ انہیں انبیاء اور رسول ہی عطا کرتے ہیں۔

دوم ......وہ اولیاء ہوتے ہیں جو انبیاء سے وابستہ ہوتے ہیں۔وہ اولیاء نبوت و ولایت کے زور پر کہ ولایت جزو نبوت ہے کے مصداق ہوتے ہیں قبل از نبوت یہ ولایت پوشیدہ کردی گئی تھی۔

اولیاء بالا تباع بھی دو قسم کے ہیں ایک قسم اولیاء بالا یمان ہیں اور تمام مومنین اور صالحین اس زمرہ اولیاء میں شامل ہیں۔دوسرے اولیاء بالا حسان ہیں کہ وہ صاحب شہود و مراقبہ و مشاہدہ ہیں اور انہیں صاحب کشف بھی کہا جاتا ہے، انہوں نے بزور محبت و کشف خاص قرابت اور معیت حاصل کی ہوتی ہے۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ اولیاء بالا حسان کے دو گروہ ہیں اول ولی بالشہود کا فرقہ ہے وہ مشاہد حق کی تصدیق و توثیق کرتا ہے اس کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت و مشاہدہ ہوتا ہے۔اس گروہ میں محبت و عشق ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے اور اس حقیقت ازلی کو جان لینا چاہیے کہ ان حضرات کو جو مشاہدہ ہوتا ہے وہ صرف اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پیروی اور محبت نبوی میں کوئی خلل اور خرابی پیدا ہو جائے تو یہ مشاہدہ ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرے فرقہ میں ولی بالمشاہدۃ والا یمان یعنی ولی مشاہدہ اور ایمان کے درمیان ہوتا ہے اس میں رؤیت بھی ہے اور ایمان و یقین کامل بھی۔اس منصب پر

مشاہدہ اور ایمان دونوں موجود اور جمع ہوتے ہیں اور مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدہ کی اقوال نبوی سے تائید وتوثیق ہوتی ہے لیکن جماعت اولیاء میں یہ بہت تھوڑے لوگ ہوتے ہیں۔ جان لینا چاہیے یہ اولیاء اکمل ہوتے ہیں۔

اور بعض عارفین مستور اور چھپے ہوئے ہوتے ہیں فرمان الٰہی بزبان نبویؐ یوں موجود ہے کہ

اَوْلِيَائِىْ تَحْتَ قَبَائِىْ لَايَعْرِفُهُمْ غَيْرِىْ وَقِيْلَ قَدْ يَكُوْنُ مَشْهُوْرًا

میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں انہیں میرے سوا کوئی اور نہیں جانتا اور کہا گیا ہے کہ وہ کبھی کبھی مشہور ہو جاتے ہیں۔

اس کی شہادت میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین اور آسمان کے فرشتوں اور انسانوں میں یہ اعلان فرماتے ہیں کہ اولیاء سے محبت کرو اور اس طرح زمین وآسمان کے جو ساکنان اس اعلان کو دل وجان سے قبول کرتے ہیں وہ ممتاز ومعروف ومعتبر ہو جاتے ہیں۔

فتوحات مکیہ میں ہے کہ اولیاء کی سہو ولغزش باعث غلطی وگناہ نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس ان کے مقام ومرتبہ اور منصب میں تنزلی ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں وہ بزرگ توبہ وآہ وزاری اور حضور حق دعا کر کے دوبارہ اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں اور اس سے ان کی قضا ٹل جاتی ہے اور ان کی دعا شرف قبولیت حاصل کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اولیاء کی دعا سے قضا کا ورود بھی رک جاتا ہے۔

اس ضمن میں فرمان نبوی موجود ہے کہ

وَلَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاء

قضا کو دعا کے علاوہ اور کوئی چیز رد نہیں کر سکتی۔

❁❁❁❁

# شرک کیا ہے؟

حضرت مولانا عمرالدین گڑھ شنکری نے اپنی کتاب شجر طیبہ میں شرک کے متعلق تحریر کیا ہے کہ درویش کے عقائد کو شرع شریف کے مطابق ہونا چاہیے۔ حضرات فقہاء، محدثین اور مفسرین نے جو عقائد اسلامیہ کی بابت تحریر کیا ہے۔اس پر کار بند ہونا لائق ہے مگر بعض متنازعہ مسائل میں نزاع سے قطع نظر کر کے حضرات صوفیہ کرام کی پیروی کرنی ضروری ہے۔

**اوّل**...... ختم درود اور ایصال ثواب موتہ خواہ مالی خواہ بدنی ہو، اس کے بھیجنے اور ثواب کے پہنچنے میں شک نہ کرے۔

**دوسرا**...... نذر نیاز اور منت حضرات اولیاء کرام کے مزارات عالیہ پر پہنچانا خیر اور برکت کا باعث ہے اس کا کھانا حلال بلکہ ثواب کیونکہ جو حضرات اہل اللہ کے مزارات پر فتوح کے طور پر بھیجا جاتا ہے وہ اکثر فی سبیل اللہ ہوتا ہے، رضامندی اور خوشنودی اہل اللہ کے لئے ان کی ارواح طیبہ کو ثواب بھیجنا مستحسن اور محمود ہے۔

**تیسرا**...... مزارات متبرکہ، مقامات متمینہ اور صالحین کے ہاتھ اور پاؤں پر بوسہ دینا، عینی شرح بخاری میں بروایت شیخ زین العابدین کے مستحسن اور ثواب لکھا ہے قَوْلُہٗ تَعَالیٰ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَامِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (الحج:۳۲) اور جو تعظیم کرتا ہے اللہ کی نشانیوں کی سو یقیناً یہ (تعظیم کرنا) دل کا تقویٰ ہے۔

**چوتھا**...... شرک کے معاملہ میں جو اکثر علمائے عظام میں بہت طرح کے بکھیڑے

پڑے ہوئے ہیں، وہ شرک کے پھندے میں خود گرفتار ہوکر اوروں کو بھی شرک کی طرف لگا رہے ہیں۔اس کام کی طرف راغب ہونا درویش کیلئے بلا ہے۔جب پیران عظام کی جناب سے توحید کلی وجودی کی تلوار مرحمت ہو چکی ہے تو حضرت باری عزاسمہ کی محبت کے آثار درویش پر نمایاں ہیں اور زبان وقلب سے ذاکر ہے۔اس کو شرک میں گرفتار ہونا اور شرک کی کلام سے بیکار ہونے کی ضرورت کیا ہے۔

باشرک دوئی چہ کار دارد — آنکس کہ خیال یار دارد
دوئی کو شرک سے کیا کام ہے — خیال یار ہی کا بس نام ہے

✡

دوسری کلام......درویش کے لباس اور خورش کی بابت بیان ہوتی ہے۔درویش کے لئے خورش لذیذ اور مرغن قسوت قلب کا باعث ہے۔نفس کی غذا ہے اور درویش کے لئے بلا ہے۔اکثر حضرات اہل اللہ سے بعضوں نے روزہ برگ ترہ اور گھاس پلاس سے افطار کیا ہے اور بعض حضرات نے افطار کے وقت دولقموں پر اکتفا فرمایا کیونکہ اَل اَجُوعُ طَعَامُ الصِّدِّیقِین (ترجمہ: بھوک مخلص اور سچے لوگوں کی غذا ہے) بھوک پیاس مردان خدا کی غذا ہے۔لطیف اور لذیذ غذا کھانے والے کو درویشی کی نعمت عطا نہیں کرتے۔

اہل دنیا را چو دشوار آیدش — لقمہ ہائے چرب و شریں بایدش
دنیا والوں پر جو بھی مشکل آتی ہے — لذیذ اور مرغن نوالے کھانے سے آتی ہے

درویش کے لباس درشت اور چرکین اختیار چاہیے۔فخریہ اور ریاکاری کا لباس لینا درویشی کے جسم کو خون کرتا ہے۔حضرت خواجہ سلطان المحبوبین فرماتے ہیں کہ جو درویش لذیذ کھانے اور خوش لباس پہننے کا مشتاق ہو، وہ منکر فقر اور بیکار ہے

اوراس کو درویش کہلانا ممنوع اور حرام ہے۔

اکثر اہل اللہ نے حضرات صحابہ کی بابت خورش اور لباس کی پیروی کی ہے۔ اکثر درشت اور سخت، میلا و پرانا لباس استعمال کیا ہے۔ بعض حضرات نے گندی اور ناپاک جگہ سے پرانا اور ناپاک چیتھڑے اٹھا کر ان کو پاک اور صاف کیا اور اس سے اپنی پوشش کا خرقہ بنایا۔ بعض فقراء نے بحکم اَلْمَوْجُوْدُ شِفَآءٌ (موجود شفا ہے) جیسا پارچہ پرانا یا نیا کسی نے ان کو دیا ہے اسی پر اکتفا کیا، اپنی نفسانی خواہش سے کوئی خاص لباس اپنے واسطے مقرر نہیں کیا۔ بعض بزرگان دین نے سرما اور گرما کے موسم میں ایک ہی پارچہ پر اکتفا کیا ہے۔

اگر مرد درویش اس نیت سے غذا کھائے کہ میں اس کی طاقت کو خدا کے راستہ میں خرچ کروں گا، تو اس نیت سے غذا کا کھانا حلال اور ثواب ہے۔ لباس پہنتے کے وقت یہ سوچے کہ میں مرگ کا کفن پہنتا ہوں تو قیامت کے دن ایسے لباس کا اس سے حساب نہ لیا جائے گا۔ درویش ہر وقت اپنے آپ کو مردہ سمجھے اور فوت شدہ کی طرح ہر کلام اور حرام سے، گفتار اور کردار سے اپنے آپ کو ہر دم اخیر کا دم تصور کرے

غم خوار خویش باش غم روزگار چیست  پیوند عمر بستہ بموئیست ہوشدار

اپنا ہمدرد ہو جا کمائی کا غم کوئی چیز نہیں  عمر کا سلسلہ بال کی طرح نازک ہے

تیسری کلام……خرقہ درویش کا لباس ہے اس کا رنگ اور صورت ایسی ہونی چاہیے کہ دنیا داروں کو اس کے پہننے سے رغبت نہ ہو۔ خرق کے معنی پھٹنے کے ہیں یعنی وہ کپڑا جو چاکدار ہو یا پارچہ پرانا جو پھٹا ہوا ہو اور پھر اس کو پیوند لگائے جائیں اس کا نام خرقہ ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی قمیض ہمیشہ پرانی اور تین پیوند

لگے ہوتے تھے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی چادر خرقہ کوتیں پیوند لگے ہوتے تھے آنحضرت شفیع المذنبین ﷺ کے کرتا کو پرانا ہونے کے سبب جہاں وہ گھس کر وجود دکھائی دینے لگتا تھا اس کے نیچے اندر کی طرف پیوند لگایا جاتا تھا یہاں تک کہ پیوندوں کے سبب ان کے پارچات پوشیدہ کا بوجھ گراں ہو جاتا تھا۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ پرانے لباس کونئی پوشش پر فضیلت فرماتے تھے، حضرات اہل اللہ نے ایسی پوشش پر اکتفا کیا اور اس کا نام خرقہ درویشی رکھا گیا۔

بعض حضرات نے خرقہ کو خرق عادات سے لیا ہے یعنی جس مرد خدا میں خرق عادت کی تعریف پائی جائے وہ خرقہ بھرنے کے قابل شمار کیا جاتا ہے۔ خرق عادت کے معنی چندوجہ پر بیان کئے جاتے ہیں۔ خرق عادات کے لغوی معنی پھاڑنا اور عادت کا رد کرنا ہے جیسا کہ غفلت کی فنا کے بعد ذکر خدا کی محبت کی بقا تک پہنچے...... یا بشریت یا حس طبعی کی عادات کو نفی کر کے صفات ملکوتی کی بقا حاصل کر چکا ہو...... یا خلا سے ملا تک اور بقا سے لقا تک فائز ہو...... یا صفات اور افعال ملکی اور انسانی کو نفی کر کے بقا حقی اور الٰہی میں اس کا مقام ہو...... یا مرد خدا صاحب تصرفات و کشف ہو اور موجودات میں تصرف کرے کہ دریا کو خشکی بنا دے یا خشک زمین میں چشمہ جاری کر دے...... دریا کے غرق کرنے کی عادت کو بدل دے...... یا آگ میں پڑے اور آگ کے جلانے کی عادت اس مرد خدا کے روبرو سرد ہو جائے...... یا بھنگ اور شراب کو دودھ اور شہد بنا کر دکھا دے...... اس قسم کے اہل اللہ کو خرقہ درویشی بھرنا حلال اور درست ہے۔

## خرقہ درویشی کے آداب

مرد خدا درویشی کا خرقہ بھر کر اس کا بہت ادب کرے...... اس پر پاؤں نہ

رکھے...... بے وضواور طہارت بدن کے سوااس کو نہ بھرے......کوئی کلام مخالف امر شرع، ریا کاری غروراور خودی کی اس کے منہ سے نہ نکلے......ناپاک جگہ سے پرہیز کرے اور دنیاداروں کے ملنے سے کنارہ کش رہے......کوئی امر مخالف جو جسم اور قلب کوناپاک کرے وہ اُس سے سرزدنہ ہو۔

بہ نزدیک من شب روئے راہزن　　بہ از فاسق پارسا بہ پیرہن

میری رائے میں سیاہ چہرہ والا ڈاکوخرقہ درویشی پہننے والے بدکار سے بہتر ہے

مردخداخرقہ بھرکراہل دنیا کے مکانوں اور گھروں میں نہ جائے۔جس مردخدا کی ایسی عادت ہو،اس سے درویشی کا خرقہ اتارکرآگ میں جلا دیا جائے۔اگر باامر ضرورت اور دعوت کے طور پر کسی مکان اہل دنیا میں جانے کی ضرورت ہو،تو اول تو یہی بہتر ہے کہ جانے سے انکار کرے۔ورنہ درویشی کا خرقہ اتار کر دوسرالباس پہن کراہل دنیا کے مکان پر جائے۔خرقہ بھرکر دوسرے مکانوں میں جانااول تو ریا کاری ہے،دوسرا عظمت اور منزلت خرقہ میں نقصان آتا ہے۔تعلیم القرآن ہے (اور مت مانو بات اس کی غافل کر دیا ہے ہم نے جس کے دل جو پانے ذکر سے) الکہف: ۲۸ یارسول اللہ ﷺ ان لوگوں کی فرمانبرداری اور متابعت نہ کروکہ جس کے دل کو میں نے اپنے ذکر سے غافل کیا ہے۔یہ خرقہ درویشی شیر مردوں کا لباس ہے جن کے روبرو سگ نفس پامال اور نیم بسمل ہو چکا ہے جیسا کہ کتے کوشیر کے روبرو جانے کی مجال نہیں ہوتی ویسا ہی سگ نفس خرقہ پوش پرغلبہ نہ کرے اوراس کے روبرومرغوب اور عاجز ہو جائے اس کو درویشی کا خرقہ بھرنا حلال ہے

باشیر مرد سگ ابلیس خوار کرد
اے بے خرد بمیرکہ از روباہ کمتری

تو شیر آدمی تھا تجھے شیطان نے ذلیل کیا اے سرداری والے بے عقل تو لومڑی سے کمتر نکلا۔

## خرقہ کی عظمت

درویشی لباس کی قدر و منزلت اور قبولیت حضرات اہل اللہ سے بھی زیادہ ہے کیونکہ حضرات عظام ماضیہ میں جب کسی مرد خدا کو کوئی مشکل عارض حال ہوا کرتی تھی تو وہ مرد خدا گریہ زار ہو کر خرقہ کی آستین اٹھا کر التجا کیا کرتا تھا...... یا الٰہی اس خرقہ درویشی کی برکت اور یمن سے جو حضرات اہل اللہ کا لباس ہے اور تیری ذات پاک اس لباس کو قبول کر چکی ہے، میرے فلانے کام کا انجام بخیر اور میری فلانی مشکلات کو اپنے فضل و کرم سے آسان کر......تو اس وقت اس خرقہ درویشی کے طفیل ان کی دعا و التجا فی الفور قبول ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ میرے روبرو ایک مرد خدا کمبل پوش اکثر خاموش ہو کر بیٹھا رہا کرتا تھا بعض اوقات وہ مرد خدا گریہ زار ہو کر کمبل کی آستین اٹھا کر التجا کیا کرتا تھا

یا خدا دھو دے میری گودڑی، عیب بھری میری گودڑی، میرے تن اور من کی گودڑی۔ اپنے فضل و کرم سے پاک اور صاف کر۔

یارب تیرا عاجز طالب رو رو کرے دعائیں رے
من کی گودڑی عیب بھری کو دھو دے میرے سائیں رے

✲

چوتھی کلام ......حضرات اہل اللہ کا فرمان ہے جیسا کہ درویش کا باطن پاک دنیاداروں کے باطن کے خس و خاشاک سے علیحدہ ہو چکا ہے ویسا ہی ظاہر افعال اور

لباس میں بھی فرق اور تمیز ضروری ہے......تو درویش نفاق الزام سے مبرا ہو جائے اور اس کا ظاہر باطن کے ہمرنگ کہلائے (اور وہی ظاہر بھی ہے اور باطن بھی) (الحدید:۳) کا حکم اس پر درست آئے ،اسی واسطے اکثر مشائخین کرام نے رنگین پوشش کو سفید لباس پر ترجیح دی ہے۔دوسرا اس میں تردد واسراف کا احتمال کم ہے۔ بعض حضرات عظام نے اپنے طالبوں کو جو اہل قبض اور کشود ہیں لطائف باطن کی رنگت کے مطابق لباس کا حکم دیا۔اہل تمکین کو جو صاحب مقام ہیں ان کی مرضی کے مطابق لباس بھرنے کا حکم فرمایا مگر ہر حال میں لباس درشت، کم قیمت اور پرانا جس میں فخر اور تکبر کا احتمال نہیں اکثر ایسا لباس اختیار کیا......ان اللہ لا یحب من کان مختال فخور (بے شک اللہ نہیں پسند کرتا ہر اس شخص کو جو خود پسند اور فخر کرنے والا ہو)۔(لقمان ۱۸)

تحقیق اللہ ناز اور فخر سے چلنے والوں اور مغروروں کو پسند نہیں فرماتا اور زمانہ حال میں اکثر میرے جیسے نا اہل آدمی جن کا باطن خراب ہے ہوس اور شہوات نفسانی کی محبت میں بیتاب ہیں، وہ درویشانہ پوشش سے اپنے آپ کو اہل اللہ کا ہمرنگ کر دکھلاتے ہیں۔اگرچہ یہ عمل درست نہیں مگر بحکم حدیث جو شخص کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے گا اسی قوم سے قیامت کے دن شمار کیا جائے گا۔اگرچہ وہ لائق نہیں مگر صالحین سے رنگ اور لباس میں مشابہت پیدا کرنی بھی فائدے سے خالی نہیں ہے تو ایسے لوگوں پر بھی انکار اور اکراہ سے پیش آنا درست نہیں

ہر کہ جامہ پارسا بینی          پارسا دان و نیک مرد انگار

(جسے بھی بزرگوں کے لباس میں دیکھ          اسے اپنے خیال میں بزرگ اور نیک انسان سمجھ)

مسلمانوں کو ہر ایک پر نیک خیال کرنا اور اس کے احوال پر معترض نہ ہونا، اسلام کی نشانی اور خیر و برکت کا باعث ہے اس میں دو صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص دھوکے، فریب اور ریاکاری سے اہل اللہ کا لباس پہنتا ہے اور لوگوں کو فریب دیتا ہے تو اس سے بڑھ کر شریر اور بدتر دوسرا آدمی کوئی نہیں۔ اگر کسی آدمی کا یہ خیال ہے کہ میں صالحین کا مشابہ بن کر ان میں سے بن جاؤں، یا ان کے ہمرنگ ہونے کی برکت میں نجات پاؤں یہ خیال مستحسن اور محمود ہے۔

## ابیات

حرف درویشاں بدزد و مرد دون  تا بخواند بر سلیم آن فسون

کمینہ آدمی بزرگوں کے کلمات چرالیتا ہے  تاکہ کسی بھولے بھالے پر دو منتر پڑھے

یا بجز آں حرف زاں روزی نبود  یا بآخر رحمت آمد در کشود

یا اس کو اس حرف کے سوا روزی نہیں ملے گی  یا آخر اللہ تعالیٰ کی رحمت بے بہا آئے گی

### حکایت

فرعون کے نقال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس اور کلام کی نقل کر کے فرعون کو خوش کیا کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر گھبرایا کرتے تھے۔ ان کیلئے سزا اور ہلاکت کی جناب باری تعالیٰ سے ہمیشہ کوہ طور پر حاضر ہو کر درخواست کیا کرتے تھے اور حضرت کو مرضی کے مطابق جواب نہیں ملا کرتا تھا۔ آخر الامر یہ حکم ہوا کہ جب میں ان کو تیرے لباس اور کلام کا ہمرنگ پاتا ہوں تو ہماری نیت اس امر کی

اجازت نہیں دیتی کہ ان کو سزا دی جائے، گو کیسا ہی ہو، دوست کے ہم رنگ اور ہم شکل کو بھی دوست ہی خیال کیا جاتا ہے اس واسطے سزا سے نجات ملتی ہے فرمان قرآن کریم ہے (المائدہ:۵۱) (اور جو کوئی دوستی رکھے گا ان سے، تم میں سے تو وہ انہی میں سے ہیں) ''جو شخص تم میں سے ان کی محبت کرے گا آخر اُن میں سے گِنا جائے گا''۔ لشکر میں سے شیر (بہادر) ایک دو ہوتے ہیں باقی سب لشکری اہل یا نا اہل ان کے طفیلی گنے جاتے ہیں۔ چنانچہ اولیاء اللہ کی کرامات کو شرک نہیں کہا جا سکتا۔

# اصل شرک کیا ہے؟

محرمات میں سب سے بڑا احرام کام اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اَلاَ اُنَبِّئُکُمْ بِاَ کْبَرِ الْکَبَائِرِ (ثَلاثًا) قَالُوا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ) ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ صحابہؓ کہتے ہیں: ہم نے کہا کیوں نہیں ضرور بتایئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔''

اور شرک وہ گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا، اس لئے مرنے سے پہلے پہلے اس کیلئے مخصوص توبہ کی ضرورت ہے، ارشاد ربانی ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

(النساء:۴۸)

''یقیناً اللہ کبھی نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا بخش دے گا'' اور شرک وہ چیز ہے جو آدمی کو ملت اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔

## اللہ کی حرام کردہ کو حلال یا حلال کردہ کو حرام ٹھہرانا

شرک اکبر کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت اللہ کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرانا اور اللہ کے حرام کردہ کو حلال ٹھہرانا بھی ہے۔ بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے سمجھ لیتے ہیں کہ فلاں بزرگ، ولی اور پیر کو بھی حلال وحرام کا حق حاصل ہے حالانکہ ولی تو شریعت اسلامیہ پر چلتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے تابع ہیں ارشاد ربانی ہے:

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۃ توبہ ۳۱)

عیسائیوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے مقابلے میں رب بنالیا۔

جب حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم اپنے راہبوں کی پوجا تو نہیں کرتے تھے...... تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن مجھے یہ بتاؤ جب تمہارے راہب اللہ کی حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام ٹھہراتے تھے تو تم ان کی بات مانتے تھے کہ نہیں؟ تو عدی نے کہا ہاں مانتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا پس یہی ان کی عبادت کرنا اور انہیں رب بنانا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے مشرکوں کا وصف بیان کیا ہے:

لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه' وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ (التوبہ:۲۹)

کہ (مشرک) اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں مانتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے......

نیز ارشاد ربانی ہے کہ

قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (یونس:۵۹)

''کہہ دو جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا ہے اور تم اس میں سے (اپنی

مرضی سے ) حلال اور حرام ٹھہراتے ہو کہہ دو کیا اللہ نے تم کو یہ حق دیا ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟

## جادو

اللہ تعالیٰ نے جادو سیکھنے کے متعلق ارشاد فرمایا

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (البقرہ:۱۰۲)

پس وہ ایسی چیز (جادو) سیکھتے جو ان کو نقصان پہنچاتی تھی اور نفع نہیں دیتی تھی۔

اور ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى (سورہ طٰہٰ:۶۹)

اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا جہاں سے بھی آئے۔

جادو کرنے والا کافر ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے ترجمہ ”اور سلیمان علیہ السلام نے کفر (جادو) نہیں کیا لیکن شیطان نے کفر (جادو) کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور وہ جادو سکھاتے جو (بطور آزمائش) دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا حالانکہ وہ دونوں فرشتے کسی کو جادو نہ سکھاتے حتیٰ کہ پہلے اسے کہتے کہ ہم آزمائش ہیں پس تو (جادو سیکھ کر) کفر نہ کر......“

لہٰذا کاہن اور نجومی دونوں مشرک ہیں جب وہ علم غیب کا دعویٰ کریں کیونکہ اللہ کے سوا کوئی غیب جاننے والا نہیں اور اکثر نجومی اور کاہن سادہ لوگوں کو بے وقوف بنا کر مال بٹورتے ہیں اور کئی وسائل استعمال کرتے ہیں مثلاً ریت میں لکیریں کھینچنا، کوڑیاں مارنا، ہاتھ پڑھنا، پلیٹیں پڑھنا، شیشے کی گولیاں اور آئینے وغیرہ۔ اگر وہ ایک بار سچ بولیں تو سو بار جھوٹ بولتے ہیں، لیکن بے وقوف لوگ ان کے جھوٹ بھول جاتے ہیں اور سو میں سے جو ایک بات سچ نکلتی ہے اسے یاد رکھتے اور مشہور کر دیتے

ہیں اور مستقبل پہچاننے اور شادی بیاہ اور کاروبار میں کامیابی یا ناکامی معلوم کرنے کے لئے ان جھوٹوں کے پاس آتے ہیں اور اسی طرح گمشدہ چیزیں معلوم کرنے کے لئے ان فراڈیوں کے پاس جاتے ہیں۔ پس جو شخص ان کے پاس آئے اور ان کی بات کی تصدیق کر دے پس وہ بھی شرک میں ان کے ساتھی ہیں۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ اَتٰی کَاهِنًا اَوْ عَرَافًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی پس اس نے محمد ﷺ پر اتارے گئے دین کا کفر کیا'' یعنی انکار کیا۔

اور وہ آدمی جو کاہن اور نجومی کے پاس جاتا تو ہے لیکن اس کی تصدیق نہیں کرتا کہ وہ غیب کا علم رکھتا ہے بلکہ صرف تجربہ کیلئے جاتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا لیکن اتنا بڑا مجرم ہوگا کہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوگی اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے۔ ترجمہ ''جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا اور اس سے کوئی سوال کیا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی''

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی۔ رات بھر بارش ہوتی رہی تھی۔ آپ نے نماز سے فارغ ہوتے ہی فرمایا، کیا جانتے ہو تمہارے ربّ نے کیا کہا ہے؟ صحابہ نے کہا'' اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ كَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنُ بِیْ وَكَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ ،وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنُوْرِ كَذَا وَكَذَا كَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ

اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح کی ہے، اس حال میں کہ وہ میری ذات پر ایمان بھی رکھنے والے ہیں اور انکار والا بھی ہیں۔ پس جس نے یہ کہا کہ ہمیں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش دی گئی وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کی پرستش کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے کہا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش دی گئی پس وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے"۔

## نحوست

نحوست پکڑنا اور شگون لینا کافر قوموں کا شیوہ ہے ارشاد ربانی ہے:

فَاِذَا جَآءَ تْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ (سورہ اعراف:۱۳۱)

"پس جب ان (فرعونیوں) کو بھلائی پہنچتی تو کہتے کہ یہ ہماری وجہ سے ہے اور جب انہیں برائی اور پریشانی پہنچتی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے نحوست پکڑتے"

یعنی یہ کہتے کہ معاذ اللہ موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی نحوست سے ہمیں یہ مصیبتیں پڑ رہی ہیں۔ اسی طرح عربوں کا طریقہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی سفر وغیرہ کا ارادہ کرتا تو ایک پرندہ پکڑ کر چھوڑ دیتا۔ اگر پرندہ دائیں جانب اڑتا تو نیک شگون لیتا اور سفر وغیرہ کر لیتا اور اگر پرندہ بائیں طرف اڑتا تو بدشگون لیتا اور اپنا ارادہ ختم کر دیتا اور نبی کریم ﷺ نے اس عمل کے بارے میں فرمایا (اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ) بد شگونی لینا شرک ہے۔ حالانکہ اگر صدقہ دیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہے۔

اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ بعض مہینے منحوس ہیں مثلاً صفر میں نکاح کو برا جاننا، اور بعض دنوں کو منحوس ٹھہرانا، مثلاً ہر مہینے کے آخری بدھ کو زبردست منحوس گردانا اور

بعض عددوں کو منحوس سمجھنا مثلاً ۱۳ کا عدد منحوس قرار دینا اور اسی طرح بعض ناموں کو اور بعض عیب اور آفت والے افراد کو منحوس سمجھنا مثلاً صبح دوکان پر جاتے وقت راستے میں کوئی بھینگا آدمی دیکھ لیا تو اس سے نحوست پکڑی اور واپس لوٹ آیا۔ الغرض اس قسم کے سارے معاملات وافعال شرک میں سے ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں سے برأت کا اعلان فرمایا ہے۔ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ وَلَا تُطُیِّرَلَهٗ وَلَا تَکَهَّنَ وَلَا تُکُهِّنَ لَه‘ (وَاَظُنُّه‘ قَالَ)اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِّرَلَه‘)

وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے نحوست پکڑی یا جس کے لئے نحوست پکڑی گئی اور جس نے کہانت کی یا جس کے لیے کہانت کی گئی۔

آپ نے یہ فرمایا: ''اور جس نے جادو کیا یا جس کے لئے جادو کیا گیا'' اور جو شخص اس میں واقع ہو جائے وہ ہم میں سے نہیں۔ اس کا کفارہ اس حدیث میں ہے جو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مَنْ رَدَّتْهُ الطِّیَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ اَشْرَکَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ للّٰہِ ! مَا کَفَّارَةُ ذٰلِکَ قَالَ اَنْ یَّقُوْلَ اَحَدُهُمْ :اَللّٰهُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ

''جس کو بدشگونی کسی کام سے روک دے تو تحقیق اس نے شرک کیا، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (کفارہ یہ ہے) کہ آدمی یہ کلمات کہے یا اللہ کوئی خیر نہیں سوائے اس خیر کے جو تیری طرف سے ہو اور کوئی شگون نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''۔

استدعا ہے کہ یا الٰہی اپنے محبوں اور عاشقوں کے طفیل مجھ جیسے کج رفتار، بدکردار کو شیطان کے حملہ سے بچا کر دنیا میں سلامت اور عاقبت کو نجات مرحمت فرما اور اپنے

محبوبوں کے قدموں کی خاک پاؤں اور غلاموں میں محل اور مقام بخش دے

بِمنّہ و کرمہ وبحق رسولک وبنبیّک واله واصحابه اجمعین

ترجمہ: اپنے فضل وکرم سے اور اپنے رسول نبی اکرم، حبیب اور شفیع سے اوران کی آل وصحابہ کے واسطے سے۔ آمین

## زیارتِ قبور

بعض لوگ قلت علم کی بناء پر یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کا قبروں پر جانا جائز نہیں اس پر ایک حدیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ (مشکوٰۃ الرقم:۱۶۷۶)

ترجمہ: قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔

یہ حدیث دراصل منسوخ ہے اور اس کے منسوخ ہونے کی پہلی دلیل وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا (صحیح مسلم، مشکوٰۃ الرقم:۱۶۶۸)

ترجمہ: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو

آپ ﷺ نے زیارت قبور کی حکمت یوں بیان فرمائی:

فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِی الدُّنْیَا وَ تُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ الرقم:۱۶۷۵)

ترجمہ: کیونکہ یہ عمل (زیارت قبور) دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاددلانے کا سبب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا: کَیْفَ اَقُوْلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَعْنِیْ فِیْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ زیارت قبور کے سلسلہ میں میری راہنمائی فرمائیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم زیارت قبر کے وقت یہ کلمات کہو

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہِ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنِ

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ الرقم:۱۶۷۳)

ترجمہ: اے بستی کے مومن اور مسلمان رہنے والو! خداوندا ہم میں سے پیشروؤں اور پیچھے رہنے والوں کی مغفرت فرما اور بیشک اگر اللہ نے چاہا تو ہم عنقریب تم سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے نہ صرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زیارت قبور اجازت عطا فرمائی بلکہ بوقت زیارت دعا بھی تلقین فرمائی۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے:

کُنْتُ اَدْخُلُ بَیْتِی الَّذِیْ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اِنِّیْ وَاضِعُ ثَوْبِیْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا ھُوَ زَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَھُمْ فَوَاللّٰہِ مَادَخَلْتُہٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَۃٌ عَلَیَّ ثِیَابِیْ حَیَآءً مِّنْ عُمَر (احمد، مشکوٰۃ الرقم:۱۶۷۷)

ترجمہ: جب میں اپنے حجرہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں آتی تو اپنی اوڑھنی اتار کر رکھ دیتی تھی اور یہ کہتی کہ یہاں میرے شوہر اور میرے والد آرام فرما ہیں لیکن جب وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کیے گئے تو خدا کی قسم میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر چادر سے خوب ڈھک کر حضرت عمر سے حیا کرتے ہوئے حجرہ میں آتی ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے ثابت ہے کہ عورتوں کا زیارت قبور کے لئے جانا سنت ہے۔

✿✿✿✿✿

# دُعا

بعض علماء کرام نماز کے بعد بھی دعا نہیں کرتے۔ میں نے خود ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھی تو امام صاحب نے جمعہ کے بعد بغیر دعا کرائے سنتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ میں نے سوچا اس پر بھی تحقیق ہونی چاہیے کہ یہ دُعا کیوں نہیں مانگتے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (الاعراف:۵۵)

اپنے رب کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو۔

نیز فرمایا: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ...... تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ (غافر:٦٠) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ دعا عبادت کا مغز ہے

استاد ابوعلی دقاق فرماتے ہیں: دعا قضاء حاجات کی چابی ہے اور فاقہ مستوں کے لیے راحت کا سبب ہے۔ مجبوروں کے لیے جائے پناہ ہے اور حاجت مندوں کے لیے آرام کرنے کا سبب ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو دُعا نہیں کرتے چنانچہ فرمایا: وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ...... وہ اپنے ہاتھوں کو سکیڑ لیتے ہیں۔ (التوبہ:٦٧) کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے۔

حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے کہا مجھ سے باتیں کرو...... اگر یہ نہ کر سکو تو میری طرف دیکھو...... اگر یہ بھی نہ کر سکو تو میرے

پاس اپنی ضرورتوں کو لاؤ۔ میں نے استاد ابوعلی دقاق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سہل بن عبداللہ فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ مقبولیت کے قریب وہ دُعا ہے جو صاحب حال بندے کی ہو اور دعائے حال وہ دُعا ہے کہ بندہ اس قدر مجبور ہو کہ جو کچھ مانگ رہا ہے اس کے سواسے چارہ نہ ہو۔ ہم سے حمزہ بن یوسف السہمی نے کہا کہ ابو عبداللہ المکانسی فرماتے تھے کہ ایک بار میں جنید کے پاس تھا کہ ایک عورت نے آکر عرض کی کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے آپ دُعا فرمائیں آپ نے فرمایا؛ جاؤ صبر کرو۔ وہ چلی گئی اور پھر آئی اور اپنے مطلب کو دوبارہ بیان کیا جنید نے پھر وہی فرمایا کہ جاؤ صبر کرو۔ عورت چلی گئی مگر پھر واپس آگئی اس طرح اس نے کئی بار ایسا کیا اور جنید اس سے یہی کہتے جاتے کہ صبر کرو...... پھر اس نے کہا: اب میرے صبر کا پیمانہ چھلک چکا ہے اور مزید صبر کی طاقت نہیں ہے لہٰذا میرے لیے دُعا فرمائیں۔ جنید نے فرمایا اگر ایسا معاملہ ہے تو جاؤ تمہارا بیٹا واپس آچکا ہے۔ وہ چلی گئی اور شکریہ ادا کرنے کے لیے لوٹ آئی تو حضرت جنید سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا؟...... فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ (النمل:٦٢)

بے چین آدمی کی اللہ کے سوا کون سنتا، اور اس کی تکلیف کون دُور کرتا ہے؟۔

## دُعا افضل ہے یا سکوت و رضاء

صوفیاء اس میں اختلاف ہے کہ آیا دُعا افضل ہے یا سکوت و رضاء۔ بعض کہتے ہیں کہ دُعا تو دراصل عبادت ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دُعا عبادت کا مغز ہے۔ لہٰذا جو بات عبادت اور اس کا ذکر کرنا اس کے ترک کر دینے سے افضل ہے مزید برآں یہ حق سبحانہ کا حق ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دُعا کو قبول نہ کرے اور بندے کی آرزو پوری نہ بھی ہو تو بھی بندے نے اپنے رب کا حق

ادا کر دیا کیونکہ دُعا عبودیت کے احتیاج کا اظہار ہے۔ابو حازم فرماتے ہیں: اگر میں دُعا سے محروم کر دیا جاؤں تو یہ میرے لیے زیادہ ناگوار ہوگا بہ نسبت اس کے کہ میں مقبولیت سے محروم کر دیا جاؤں۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ خاموش رہنا اور اللہ کے حکم کے تحت عاجزی کرنا اصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے جو کچھ پہلے سے اختیار کر رکھا ہے اس پر راضی رہنا بہتر ہے اسی لیے واسطیؒ فرماتے ہیں کہ احکام ازل سے جاری ہو چکے ہیں کہ ان پر راضی رہنا وقت کا مقابلہ کرنے سے بہتر ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ذکر میں مشغولیت کے سبب مجھ سے کچھ نہیں مانگتا میں اسے سوال کرنے والے سے بہتر چیز دوں گا۔

ایک اور گروہ کہتا ہے کہ بندے کو زبان سے دعا کرنی چاہیے اور دل میں رضا ہونی چاہیے تا کہ اس کا عمل دونوں پر ہو۔ چنانچہ بعض حالات میں دعا سکوت سے افضل ہے اور یہی صحیح ادب ہے اور مگر یہ بات تو اسی خاص حالت میں معلوم کی جا سکتی ہے کیونکہ کسی خاص وقت کا علم اسی وقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے لہٰذا جب دل میں دعا کی طرف اشارہ پایا جائے تو دعا بہتر ہے اور جب سکوت کی طرف اشارہ ہو تو سکوت افضل ہے۔یوں بھی کہنا درست ہے کہ دعا کے وقت بندہ کو اپنے رب کے مشاہدہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے پھر اسے اپنی حالت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

ایک حدیث میں مروی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو پسند فرماتا ہے اور جبرائیل کو حکم دیتا ہے کہ اس کی دعا کی مقبولیت میں دیر کر دو کیونکہ میں اسکی آواز سننا پسند کرتا ہوں۔اور ایک بندہ دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتا ہے تو جبرائیل کو حکم دیتا ہے کہ اس کی حاجت پوری کر دو کیونکہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا۔

حکایت ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو عرض کیا یا الٰہی میں کب تک تجھے پکارتا رہوں گا اور تو میری پکار سنے گا؟...... جواب ملا اے یحییٰ! یہ اس لیے ہے کہ مجھے تمہاری آواز پسند ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہونے کی وجہ سے اس سے منہ موڑ لیتا ہے وہ پھر پکارتا ہے اللہ تعالیٰ پھر منہ موڑ لیتا ہے وہ پھر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہتا ہے میرے بندے نے میرے سوا کسی اور کو پکارنے سے انکار کر دیا ہے لہٰذا میں نے اس کی دعا منظور کر لی۔

ہم سے ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران بغدادی نے کہا کہ ابوعمرو عثمان بن احمد المعروف ابن السماک نے ان سے کہا کہ محمد بن عبدربہ الحضرمی نے کہا کہ بشر بن عبدالمالک نے بتایا کہ موسیٰ بن الحجاج نے کہا کہ مالک بن دینار نے الحسن سے روایت کی کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں شام سے مدینہ تجارت کے لیے آیا کرتا تھا اور پھر مدینہ سے شام جاتا مگر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے وہ قافلہ والوں کے ساتھ نہ جاتا۔ ایک بار جب وہ شام سے مدینہ آ رہا تھا تو ایک ڈاکو ملا جو گھوڑے پر سوار تھا اس نے سوداگر کو پکار کر کہا ٹھہر جاؤ۔ سوداگر ٹھہر گیا اور کہا یہ مال لے لے اور مجھے چھوڑ دے۔ ڈاکو نے کہا کہ مال تو اب میرا ہی ہے میں تو تیری جان لینا چاہتا ہوں۔ سوداگر نے کہا میری جان سے تجھے کیا غرض؟ مال لے لے اور مجھے چھوڑ دے۔ ڈاکو نے پھر وہی جواب دیا اس پر سوداگر نے کہا! مجھے اتنی مہلت دو کہ میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں اور اپنے رب کو پکار لوں۔ ڈاکو نے کہا جو تمہارا جی چاہے کر۔ انس فرماتے ہیں! سوداگر نے اُٹھ کر وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:

یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاذَالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ یَا مُبْدِیءُ یَا مُعِیْدُ یَا فَعَّالٌ

لِمَایُرِیْدُ اَسْئَلُکَ بِنُوْرِ وَ جْهِکَ الَّذِیْ مَلَأَ اَرْکَانَ عَرْشِکَ وَ اَسْئَلُکَ بِقُدْرَتِکَ الَّتِیْ قَدَّرْتَ بِهَا عَلٰی خَلْقِکَ وَبِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلِّ شَیْءٍ وَّ لَا اِلٰهَ اَنْتَ یَامُغِیْثُ اَغِثْنِیْ اور یہ دعا اس نے تین بار پڑھی۔

جب دعا سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص سفید گھوڑے پر سوار سبز رنگ کے کپڑے پہنے نور کا حربہ ہاتھ میں لیے ہوئے آموجود ہوا۔ جب ڈاکو نے سوار کو دیکھا تو سوداگر کو چھوڑ کر سوار کی طرف لپکا۔ جب اس کے قریب پہنچا تو سوار نے ڈاکو پر حملہ کر دیا اور ایسا نیزہ مارا کہ اسے گھوڑے سے نیچے گرادیا پھر سوداگر کے پاس آکر کہا اُٹھو اور اسے قتل کر دو۔ سوداگر نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا اور میرا دل تو نہیں چاہتا کہ اُسے قتل کر دوں۔ انس فرماتے ہیں کہ سوار ڈاکو کی طرف لوٹ گیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا پھر سوداگر کے پاس آکر کہا کہ میں آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب تو نے پہلی بار دعا کی تو ہم نے تیسرے آسمان کے کڑکڑ کرنے کی آواز سنی تو سمجھا کہ کوئی حادثہ یا واقعہ ہوا ہے...... پھر تو نے دوسری بار دعا کی تو آسمان سے دروازے کھل گئے اور وہ منظر آگ کے شعلوں کی طرح تھا...... پھر تو نے تیسری بار دعا کی تو آسمان سے جبرئیل اتر کر ہمارے پاس آئے اور وہ اس مصیبت زدہ کے لیے پکار رہے تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یہ کام میرے سپرد کر دیں۔ اے اللہ کے بندے! یاد رکھو جو شخص کسی مصیبت یا سختی کے وقت یہ دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل حل کر دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ انس فرماتے ہیں کہ سوداگر صحیح سلامت چلا آیا یہاں تک کہ مدینہ پہنچا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا اور اپنی دعا کا بھی ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے وہ اسماء حسنیٰ تلقین کئے ہیں کہ جب ان کے ذریعے سے دُعا کی جائے اللہ قبول کرتا ہے اور ان کے ذریعہ سے کوئی چیز مانگی جائے تو اللہ اُسے دے دیتا ہے۔

## آدابِ دُعا

دُعا کے آداب میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان حضور قلب کے ساتھ دُعا کرے اور وہ غافل ہو کر دُعا نہ کرے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی دُعا قبول نہیں فرماتا جو غافل دل سے دُعا کر رہا ہو۔

## شرائط دعا

دعا کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال کی کمائی سے ہو چنانچہ آنحضرت ﷺ نے سعد کو فرمایا! اپنی کمائی پاک رکھو تمہاری دعا قبول ہو گی۔

کہا گیا ہے کہ دُعا حاجت کی کنجی ہے، جس کے دندانے حلال کے لقمے ہیں۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں: اے اللہ! میں تجھے کیسے پکاروں جبکہ میں نافرمان ہوں اور تمہیں کیونکر نہ پکاروں جبکہ تو کریم ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص کے پاس سے گزرے جو دُعا کرتا تھا اور گڑگڑاتا تھا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا الٰہی اگر میرے پاس اس کی حاجت ہوتی تو میں پوری کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اے موسیٰ! میں تم سے زیادہ اس پر رحم کرنے والا ہوں مگر وہ مجھے پکارتا ہے تو اس کا دل اسکی بکریوں کے پاس ہے اور میں کسی ایسے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل میرے سوا کسی اور کے پاس ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اس شخص سے کہہ دی پھر اس نے خالص اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دل سے دعا کی تو اُس کی دعا قبول ہو گئی۔

کسی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں مگر ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ ...... فرمایا: اس لیے کہ تم ایسے خدا کو

پکارتے ہو جسے تم پہچانتے ہی نہیں ہو۔استاد ابوعلی دقاق نے فرمایا کہ یعقوب بن لیث کو ایک ایسی بیماری لگ گئی جس کا علاج کرنے سے تمام طبیب عاجز آ گئے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تمہاری سلطنت کے اندر ایک نیک آدمی ہے جس کا نام سہل بن عبداللہ ہے اگر وہ تمہارے لیے دعا کرے تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا قبول فرمائے۔اس نے سہل کو بُلا بھیجا اور کہا کہ میرے لیے اللہ سے دُعا کریں سہل نے کہا اے اللہ جس طرح تو نے معصیت کاری کی ذلت دکھا دی ہے اسی طرح اسے اطاعت گزاری کی عزت بھی دکھا دے اور اس کی تکلیف دور کر دے اللہ نے اسے شفا دے دی تو اس نے سہل کو مال دینا چاہا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے کہا اگر آپ قبول کر لیتے اور فقراء کو دے دیتے (تو بہتر ہوتا)۔آپ نے جنگل کی کنکریوں کی طرف نگاہ کی تو وہ سب جواہر بن گئیں اور اپنے اصحاب سے کہا وہ خدا جو اس قدر دیتا ہے کیا اسے یعقوب بن لیث کے مال کی حاجت ہے؟۔

کہتے ہیں کہ شیخ صالح مری اکثر کہا کرتے جو شخص متواتر ایک در پر دستک دیتا رہتا ہے عنقریب وہ دروازہ اس کے لیے کھول دیا جائے گا۔یہ سن کر رابعہ نے اس سے کہا تو کب تک یہ بات کہے جائے گا۔وہ دروازہ بند ہی کب ہوا ہے کہ کھلوانے کی ضرورت ہو؟ یہ جواب سُن کر صالح نے کہا ایک بوڑھا (یعنی خود صالح) بے خبر ہے اور ایک عورت باخبر ہے۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا کہ میں معروف کرخیؒ کی مجلس میں گیا ایک شخص نے اُٹھ کر درخواست کی کہ اے ابومحفوظ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری تھیلی مجھے لوٹا دے، یہ تھیلی کسی نے چُرالی ہے اور اس میں ایک ہزار دینار تھے......مگر آپ خاموش رہے۔اس شخص نے پھر وہی بات دہرائی آپ پھر خاموش رہے......اس نے پھر کہا تو معروف نے کہا میں کیا کہوں؟ کیا یہ کہوں کہ جو چیز تو نے اپنے انبیاء اور اصفیاء کو نہیں

دی وہ اسے لوٹا دے۔اس نے یہ سن کر کہا پھر میرے لیے دعا کیجئے تو آپ نے کہا اے اللہ! جو چیز اس شخص کے لیے بہتر ہو اسے اس شخص کے لیے منتخب کرلو۔

لیث سے حکایت ہے کہ میں نے ابن نافع کو نابینا دیکھا پھر اسکے بعد دیکھا تو وہ بینا تھے۔میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بینائی کیونکر تمہیں لوٹا دی انہوں نے فرمایا خواب میں کوئی میرے پاس آیا تو اس نے مجھے کہا کہ یوں دعا کر

یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبُ یَا سَمِیْعُ الدُّ عَاءِ یَا لَطِیْفاً لِّمَا یَشَا ءُ رَدِّ عَلَیَّ بَصَرِیْ چنانچہ میں نے یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے میری بینائی مجھے لوٹا دی۔

استاد ابو علی دقاق نے فرمایا کہ جب میں ابتداء میں مرو سے نیشا پور لوٹ کر آیا تو میری آنکھ میں تکلیف تھی چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے میں کئی دن تک سو نہ سکا۔ ایک صبح میری آنکھ لگ گئی تو میں نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا...... کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ جب بیدار ہوا تو تکلیف غائب تھی اور سارا درد اسی وقت جاتا رہا اس کے بعد مجھے کبھی آنکھ میں درد نہیں ہوا۔

محمد بن خزیمہ سے حکایت ہے وہ فرماتے تھے کہ جب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو میں اسکندریہ میں تھا۔ مجھے اُن کی وفات کا غم ہوا تو خواب میں احمد بن حنبل دکھائی دیئے وہ مٹک مٹک کر چل رہے تھے۔میں نے کہا اے احمد بن حنبل! یہ کیسی چال ہے؟ فرمایا جنت میں خادموں کی چال ہے میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا......فرمایا مجھے معاف کر دیا مجھے تاج پہنایا اور سونے کے جوتے کا جوڑا پہنایا اور کہا اے احمد! یہ اس بات کی جزا ہے کہ تم نے کہا تھا قرآن اللہ کا کلام ہے......پھر فرمایا اے احمد! مجھے ان دعاؤں کے ذریعہ سے پکارو جو میں نے سفیان ثوری کے ذریعہ سے تم تک پہنچائی تھیں اور تم دنیا میں ان دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے۔میں نے عرض کی اے ہر چیز کے خالق! ہر چیز پر تمہاری قدرت کی قسم

میرے تمام گناہ معاف کر دے اور مجھے کسی بات کے متعلق نہ پوچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احمد! یہ جنت ہے اس میں داخل ہو جاؤ اور میں اس میں داخل ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ ایک نوجوان نے کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر کہا خدایا! تمہارا کوئی شریک نہیں کہ ہم اس سے آس رکھیں اور نہ کوئی وزیر ہے جسے ہم رشوت دے سکیں اگر میں تمہاری عبادت کروں تو یہ تمہاری عنایت ہوگی جس کے لیے شکر گزار ہوں اور اگر نافرمانی کروں تو ایسا میری جہالت کی وجہ سے ہوگا اور تمہاری حجت مجھ پر قائم ہوگی اس حجت کی قسم جو تمہارے ہاں میری طرف سے منقطع ہو چکی ہے تو مجھے بخش دے۔ اس پر اس نے ہاتف کو کہتے سنا یہ نوجوان دوزخ سے آزاد ہے۔ کہتے ہیں کہ دعا کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ کے سامنے اپنی حاجت کا اظہار کیا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عوام کی دعا اقوال و الفاظ میں ہوتی ہے اور زاہدوں کی دُعا افعال سے اور عارفین کی احوال سے نیز کہا گیا ہے کہ بہترین دعا وہ ہے جسے غموں کے ہجوم سے مجبور ہو کر کیا جائے ...... کسی صوفی کا قول ہے کہ جب تو اللہ سے کوئی حاجت مانگے اور اللہ اسے آسان کر دے تو اللہ سے جنت مانگ، ہو سکتا ہے یہ تمہاری اجابت کا دن ہو۔

کہا جاتا ہے کہ مبتدیوں کی زبانیں دعا کے ساتھ چلتی ہیں مگر محققین کی زبانیں دعا کرنے سے گونگی ہو جاتی ہیں۔ واسطی سے کسی نے دعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا مجھے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں دعا کروں تو مجھے یوں جواب ملے کہ اگر تم نے ہم سے وہ چیز مانگی جو تمہاری ہمارے پاس ہے تو تم نے ہم پر تہمت لگادی (اس خیال سے کہ شاید ہم تمہیں نہ دیں گے) اور اگر ایسی چیز مانگتا ہے جو تمہارے لیے ہمارے پاس نہیں ہے تو تم نے ہماری بڑی تعریف کی اور اگر تم راضی برضا رہو تو ہم تیرے لیے وہ باتیں جاری کر دینگے کہ ایک عرصہ تک تمہاری حاجتیں پوری ہوتی رہیں۔

عبداللہ بن منازل سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے پچاس سال سے دُعا نہیں کی اور نہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی میرے لیے دُعا کرے۔ کہتے ہیں کہ دعا ایک قوم کی باہمی پیغام رسانی ہے اور جب تک مراسلت قائم رہے معاملہ ٹھیک ٹھاک رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گنہگاروں کی دعا ان کی زبان ہوتی ہے میں نے استاد ابو علی دقاق کو فرماتے سنا کہ جب گنہگار روتا ہے تو یوں سمجھو کہ اس نے اللہ کو اپنا پیغام پہنچا دیا اس سلسلہ میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے

دُمُوْعُ الفُتٰی عَمَّا یُجَنُّ تُتَرْجُمُ　　　وَ اَنْفَاسُه' یُبْدِیْنَ مَاالْقَلْبُ یَکْتُمُ

انسان کے آنسو اسکے دل کی ترجمانی کرتے ہیں اور اسکے سانس دل کے راز ظاہر کر دیتے ہیں۔

کسی کا قول ہے دعا گناہوں کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ دعا محبوب کی طرف اشتیاق کی ترجمانی ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ دعا کرنیکی اجازت دینا مقصود کو عطا کرنے سے بہتر ہے۔

کتانی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ عذر خواہی کے لیے جب مومن کی زبان کھول دیتا ہے تو صرف اس لیے کہ اس کے لیے مغفرت کا دروازہ کھول دیا جائے۔ کہتے ہیں کہ دعا بندہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے در پر حاضر ہونے کا سبب بنتی ہے اور عطا اس در سے واپس جانے کا اور اللہ کے دروازے پر کھڑا رہنا جزا حاصل کر کے واپس چلے جانے سے افضل ہے۔ کہتے ہیں کہ حیا کی زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے آنے کا نام دعا ہے۔ کہتے ہیں کہ دعا کی شرط یہ ہے کہ انسان (دعا کے بعد) اس فیصلہ پر جو اللہ تعالیٰ کرے راضی رہے نیز کہا گیا ہے کہ تو اپنی دعا کی مقبولیت کا انتظار کیسے کر رہا ہے حالانکہ گناہوں سے تو نے اس کا راستہ بند کر رکھا ہے۔

کسی نے ایک درویش کو کہا کہ میرے لیے دُعا کرو تو کہا جو بیگانگی تیرے اور

اللہ کے درمیان ہے اس کے لیے صرف وسیلہ پیدا کر لینا ہی کافی ہے (اور وہ وسیلہ عجز وانکساری ہے) عبدالرحمٰن بن احمد نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے سنا کہ ایک عورت تقی بن مخلد کے پاس آئی اور کہا کہ میرے بیٹے کو رومیوں نے قید کرلیا ہے اور میرے پاس صرف ایک چھوٹا سا گھر ہے جسے بیچ نہیں سکتی (کہ اس کا فدیہ ادا کر سکوں) اگر آپ چاہیں تو کسی کو حکم دیں کہ اس کا فدیہ ادا کردے کیونکہ میرے لیے نہ دن ہے نہ رات اور نہ نیند ہے نہ قرار آپ نے فرمایا کہ اس وقت چلی جاؤ تاکہ میں اس معاملہ میں غور کرسکوں۔ شیخ تقی بن مخلد نے سر نیچا کر کے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی اور ہم دیر تک منتظر رہے۔ پھر ایک دن وہی عورت اپنے بیٹے کو لیے آئی اور انہیں دعائیں دینے لگی اور کہا یہ صحیح وسلامت آ گیا ہے اور اپنا قصہ خود سنائے گا۔ اس پر نوجوان نے بتلایا کہ میں قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ رومی بادشاہ کے قبضہ میں تھا اور ایک آدمی ہماری خدمت پر مامور تھا جو ہر روز ہمیں خدمت کے لیے جنگل میں لے جاتا اور پھر ہمیں واپس لے آتا۔ بیڑیاں اسی طرح ہمارے پاؤں میں پڑی ہوتی تھیں ایک دن مغرب کے بعد ہم کام کر کے اس خادم کے ساتھ جو ہماری حفاظت کیا کرتا تھا واپس آرہے تھے کہ بیڑی میری ٹانگوں سے کھل کر زمین پر گر پڑی اور اس نے وہ دن اور وقت جس میں یہ واقعہ پیش آیا تھا ذکر کیا۔ یہ وہی وقت تھا جب وہ عورت شیخ تقی بن مخلد کے پاس آئی تھیں اور شیخ نے دعا کی تھی۔ محافظ اٹھ کر میری طرف آیا اور کہا تو نے بیڑی توڑ ڈالی ہے؟ میں نے کہا! میں نے تو نہیں توڑی بلکہ خود بخود گر گئی ہے نوجوان کہتا ہے کہ محافظ کو حیرت ہوئی اور اس نے اپنے مالک سے اس کا ذکر کیا انہوں نے لوہار کو بلا کر پھر مجھے بیڑیوں میں جکڑ دیا۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ بیڑیاں پھر پاؤں سے گر گئیں انہیں اس سے بہت حیرت ہوئی اور اپنے راہبوں کو بلایا۔ راہبوں نے مجھے کہا کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا

اس کی دعا قبول ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے رہا کیا ہے لہٰذا اب ہمارے لیے تمہیں قید میں رکھنا ممکن نہیں۔ پھر انہوں نے مجھے زادراہ دے کر اور ایک آدمی کے ساتھ کر دیا جو مجھے مسلمانوں کے علاقہ تک پہنچا گیا۔

ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۶۴ پر امام ترمذی روایت درج کرتے ہیں۔

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ الدُّعَآءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یُتَقَبَّلُ مِنْهُ شَیْئٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ.

دعا زمین وآسمان کے درمیان معلق یعنی موقوف رہتی ہے اور درجہ قبولیت نہیں پاسکتی جب تک نبی کریم ﷺ پر درود پاک نہ پڑھا جائے۔ پنجابی شعر ہے

میری رحمت دا دریا وگدا دریا وی بے بہا وگدا
میں نہ دیواں رحمان نئیں، توں نہ منگیں انسان نئیں

آخر میں یہی کہتا ہوں کہ

ایں سخن را نیست ہر گر اختتام
ختم کن واللہ اعلم بالسلام

ترجمہ: یہ باتیں ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی بس سب ختم ہی کردے کہ اللہ بہتر جانتا ہے

✿✿✿✿✿

# ارباب علم ودانش کی آراء

## پروفیسر داؤد الحسن صاحب

پرنسپل گورنمنٹ کالج آف کامرس نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

زیر نظر کتاب ''جبہ مبارک'' عزت مآب جناب عبدالرؤف چشتی صاحب (ڈی ایس پی پنجاب پولیس) کی تحریر بلا شبہ ایک تحقیقی کاوش ہے۔ خوش قسمت ہے وہ فرد جو حیوانات کی روح فرسا فضاؤں میں کمال تحریر سے حسن بندگی اور انسان نوازی کی نور پاشیاں کرتا ہے۔ لوح وقلم کا رشتہ قابل فخر بھی ہے اور باعث رشک بھی۔ جسے یہ رشتہ اپنی سلک میں پرو لیتا ہے وہ فرد بکھرنے نہیں پاتا بلکہ سنورنے لگتا ہے۔ بیشک یہ رشتہ تخلیق ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ اس سے شاہکار ربوبیت کے جوہر اور کمال کو آب وتاب دے کر اسے نیابت الٰہی کے تاج سے سرفراز کیا جا سکے۔ یہ رشتہ جب عملی صورت اختیار کرتا ہے تو فطرت اپنی تمام تر مہربانیوں سے بہرہ مند کرتے ہوئے جادہ استقامت کو فرش راہ کر دیتی ہے

''جبہ مبارک'' کے فاضل مصنف محترم جناب عبدالرؤف چشتی ڈی ایس پی کوتوالی گوجرانوالہ کی کتاب جبہ مبارک کا مسودہ پڑھا ہے جنہوں نے اپنے منصب سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے لوح وقلم یا قرطاس وقلم کے رشتے کو بھی خوب نبھا رہے

ہیں۔ مجھے یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ ایک حاضر سروس پولیس آفیسر نے اتنے لطیف و نازک اور دقیق و دقیع موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے کسی اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا جس پر ان کی شگفتہ تحریر شاہد عدل ہے۔ دراصل منزل شوق کی جادہ پیمائی انہیں ورثہ میں ملی ہے۔ اسی لیے ان کا قلم کسی لمحے بھی قرطاس ادب کے احاطے سے باہر نہیں گیا۔

فاضل موصوف نے بعنوان ''جبہ مبارک'' منزل آشنائی کے ایسے ہی پر شوق راستے پر دعوت سفر دی ہے یقیناً یہ سفر خوش رفتاری کے ساتھ احتیاط کا متقاضی ہے اور مجھ جیسے عاجز کے لیے ایک کٹھن امتحان بھی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

کتاب ''جبہ مبارک'' کو موصوف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ کتاب کے عنوان سے لگتا ہے کہ صرف جبہ مبارک سے متعلق تحقیقی معلومات کا ذخیرہ فراہم کیا گیا ہوگا مگر اس میں جبہ مبارک حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضانی ترتیب کو پیش نظر رکھ کر اولیاء چشت اہل بہشت کا جاں نواز و دل نشین تذکرہ نہایت احسن اسلوب میں کیا گیا ہے جس سے یہ کتاب جبہ مبارک کے تعارف کے ساتھ ساتھ پاسبانان جبہ مبارک کے تذکار فیوض و برکات کا حسین و جمیل مرقع بن گئی ہے۔

پہلے حصہ میں حمد و نعت اور تعارف جبہ مبارک کے بعد انسان کی تخلیق، ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام، آقائے نامدار حضور رسالت مآب ﷺ کے احوال کریمانہ، آل رسول ﷺ، شجرہ مقدسہ پھر ترتیب نزولی کے حساب اور مراتب زمانی کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لیکر پیر عبدالعزیز چشتی تک جلیل القدر اولیاء و مشائخ عظام کے حالات و واقعات زندگی اور کرامات و تعلیمات کا نہایت اثر آفریں انداز میں بیان کیا ہے۔

موصوف نے حالات و واقعات لکھنے میں سادہ اور عام فہم زبان استعمال کی ہے جو اپنی ایک تاثیر رکھتی ہے۔ دل کشاں سوئے محبوب حقیقی کھچا چلا جاتا ہے گویا انسانی عظمتوں کے فلک بوس نظارے ہیں کہ چشم پر آب سیراب ہی نہیں ہوتی بلکہ جستجو اور تڑپ میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ معبود و عبد کا تعلق اپنی تمام تر نزاکتوں کے ساتھ نظر آتا ہے زبان کی صفائی سے خلوص دل کا پتا چلتا ہے۔ سلیس و رواں اسلوب بیان جذبے کی فراوانی اور سچائی کی دلیل ہے اور برجستہ تحریر اطمینان قلب کی نشاندہی کرتی ہے۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں تصوف اور مذہب، خودی اور نفی خودی اور اسلامی تصوف کے مختلف سلاسل ولایت وشرائط ولایت، علامات ولایت وکرامات، سماع اور اقسام سماع کے حوالے سے سیر حاصل بحث اور مدلل انداز حمایت بہت جاذب نظر ہے۔ بیعت واقسام بیعت، شیخ کا ادب، خرقہ درویشی کے آداب اور خرقہ کے عظمت کو خوبصورتی سے لکھا ہے۔ شرک، چلہ، جادو، فال کا ذکر اور آخر پر دعا و آداب دعا کا مفصل بیان ہے۔ فاضل موصوف نے دوسرے حصہ میں خوب داد تحقیق دی ہے۔ اغیار کے فہم نارسا نے تصوف کے مفہوم کو قدرے مبہم کر دیا تھا۔ آپ نے صوفیاء کرام کے بہترین طبقہ کے منتخب روزگار ہستیوں کے زرپاروں کی ضیاء پاشیوں سے تصوف کے تصور کو روشن تر کر کے ابدی سچائیوں سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔

ولی کے محفوظ عن الخطا اور نبی کے معصوم عن الخطا ہونے کا تصور موصوف کے رسوخ وحسن عقیدہ کی بہار جانفزا کا نتیجہ ہے۔ مصطلحات تصوف کی وضاحت بھی ایک انفرادی خصوصیت ہے۔ ولی کی پہچان کے سلسلے میں قابل قدر معلومات دی ہیں۔ سماع ایک اختلافی مسئلہ ہے مگر آپ نے اس کی توضیح وتصریح میں حق تحقیق ادا

کرتے ہوئے کمال علمیت کے ساتھ حل کیا ہے، کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو جائے گی۔

اقوال صوفیاء کے علاوہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث مبارکہ کے حوالے سے سماع کے جواز واستحسان کا بیان بڑی عمدگی سے کیا ہے۔صوفیاء کرام کے ساتھ ساتھ فقہاء امت کے فرامین کو بھی استدلال کے لیے استعمال کیا ہے جس سے آپ کے ظاہری علم کا اظہار بھی ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی کچھ حدود وقیود کا ذکر کر کے بے اعتدالی کا راستہ مسدود کر دیا ہے۔ بیعت واقسام بیعت کے حوالے سے قرآن وحدیث اور مستند صوفیاء کے اقوال سے اپنی تحریر کو مزین کیا ہے تاکہ معترضین کیلئے اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔اسی طرح چلہ کی اہمیت وافادیت کو وزنی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

فاضل موصوف نے اتحاد بین المسلمین کے جذبے سے سرشار ہو کر بڑے ہی پیارے اور میٹھے انداز میں مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں انتہا پسندی کا مظاہرہ نہ کیا کریں۔سواد اعظم اہل السنّت والجماعت کا ساتھ باعث نجات ہے۔اس سلسلے میں آپ نے مفہوم وحقیقت شرک کو خاص طور پر پُر اثر طریقے سے واضح کیا ہے۔آخر پر دعا کے موضوع پر پُر مغز اور مدلل بحث کی ہے جس میں آداب وشرائط دعا کو حُسنِ استدلال سے بیان کیا ہے۔

الغرض کتاب ’’جبہ مبارک‘‘ میں متعلقات جبہ مبارک کا جس انداز، محبت، ارادت، عقیدت، ریاضت ومحنت، جستجو، تفحص وتفقد، لگن اور شوق، تحقیق وتدقیق، تفصیل وتصریح سے بیان ہے مصنف کے خون جگر کی کشید ہے۔

# پروفیسر نرگس جاوید صاحبہ

## پرنسپل سٹی کالج برائے خواتین گوجرانوالہ

میں نے کتاب عنوان ''جبہ مبارک'' کے مسودہ کو غور سے پڑھا ہے۔ زیر نظر کتاب ''جبہ مبارک''، محکمہ پولیس کے ایک آفیسر جناب عبدالرؤف چشتی صاحب (ڈی ایس پی پنجاب پولیس) کی تحریر بلاشبہ ایک معیاری کاوش ہے۔ مصنف نے تحقیق وتحریر کیلئے بہت محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے جس سے ایک قاری نادر معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے حالات زندگی، معجزات اور اولیاء اللہ کے متعلق بڑی مفید معلومات شامل کی گئی ہیں۔ ان برگزیدہ بندوں کی زندگی کے ایمان افروز واقعات وکرامات تو پڑھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ ان ہستیوں کی محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی وجہ سے ان کی زندگیوں کا انقلاب انہیں محبت الٰہی نصیب کرتا ہے اور واقعی اس مقام پر پہنچ کر انسان بندگی کی حلاوت محسوس کرسکتا ہے۔ یہ کتاب جہاں طالب علم کیلئے ایک مفید معلومات ہے وہاں عام قاری کیلئے خزینہ علم وحکمت ہے۔ واقعات کو جس دلچسپ اور دل پذیر انداز میں لکھا گیا ہے پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

نرگس جاوید
پرنسپل سٹی کالج فار ویمن گوجرانوالہ

# پروفیسر عصمت اللہ نوشاہی

کفر و طاغوت کی آلہ کار ذہنی فکری طاقتوں نے جس قدر بدعقیدگی کا طوفان بر پا کر رکھا ہے، اس کا سد باب جس قدر اب ضروری ہے شاید پہلے کبھی نہ تھا۔

زیر نظر کتاب میں محترم عبدالرؤف چشتی صاحب کی کتاب جبہ مبارک کا مسودہ پڑھا جس میں انہوں نے کتاب وسنت اور علماء متقدمین ومتاخرین اور صوفیائے کرام کے اقوال کی روشنی میں محفل سماع کی اباحت و جواز کے حوالہ سے بدعقیدگی کا رخ تبدیل کرنے کے لیے نہایت مثبت اور مؤثر کوشش کی ہے۔ بکھرتے ہوئے امت مسلمہ کے شیرازہ کو اولیائے کرام کے قدموں میں منظّم اور متحد کرنے کے لئے مخلصانہ کردار ادا فرمایا ہے جو یقیناً لائق صد تحریم ہے۔ آپ نے دیگر چند مسائل کا بنظر عمیق تجزیہ بیان فرماتے ہوئے اپنی انفرادی حیثیت نمایاں کی ہے۔ ناقابل تردید حقائق پر مبنی یہ کتاب انشاء اللہ ہر طبقہ کے افراد کیلئے یکساں مفید ہے۔ میرا عقیدہ و عقیدت اور یقین ہے کہ اللہ اگر روز قیامت مجھ سے حساب مانگے گا تو برملا عرض کروں گا اور کچھ نہیں البتہ یہ ایک عمل میرے پاس ہے کہ میں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں معاونت کی ہے۔ اس ایک عمل کے صدقہ سے میری نجات یقینی ہے (انشاء اللہ)۔ اللہ میری اس سعادت مندی کا صدقہ کامیابی سے ہمکنار فرمائے اور قارئین ومعاونین کو اس سے منفعت کے حصول کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔ محترم چشتی صاحب کا ممنون ہوں کہ ان کی وساطت سے مجھ ناچیز کو اس عمل خیر سے مستفید ہونا نصیب ہوا۔

والسلام

پروفیسر عصمت اللہ نوشاہی آف نوشہرہ ورکاں

### ممتاز کالم نگار

## علامہ پیر محمد اشرف شاکر

زیرِ نظر کتاب (جبہ مبارک) کا مسودہ پڑھا جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اولیائے کرام کے اعلیٰ وارفع مقام کو حقیقی معنوں میں بیان کیا گیا ہے تاکہ بزرگان دین کی بے پناہ دینی خدمات وصفات اور کرامات بالخصوص بزرگان چشت اہل بہشت کے روحانی نقوش جو لوگوں کے دلوں میں انمٹ حیثیت اختیار کر جائیں جس سے مزید نورِ معرفت اور یقین پیدا ہو جائے۔

یہ اٹل حقیقت ہے کہ برصغیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیآء اللہ نے ہی کفر وشرک کے ظلمت کدہ میں توحید کی شمع روشن کی ہے جس کی وجہ سے ہم کو دین وایمان کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ پاک وہند کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ چوتھی یا پانچویں پشت کسی ہندو راجپوت یا پھر بھجن گانے والے برہمن سے جا ملتی ہے۔ لہٰذا ہمیں ماننا پڑے گا کہ دین اسلام کا جو پرچم بلند ہوا ان اولیآء کرام کی نگاہ کرم کا ہی فیض ہے۔ ان بزرگان دین کے حالات زندگی پر علمائے کرام اور دیگر اہل علم ودانش حضرات نے بے شمار کتب تحریر کی ہیں لیکن زیرِ نظر کتاب چمنستان علم وادب میں ایک گوہر نایاب کی حیثیت کی حامل ثابت ہوئی ہے۔ اس علم وادب اور دین سے گہری قلبی وابستگی رکھنے والے حلیم الطبع اور دردِ دِل سے مالا مال شخصیت محترم عبدالرؤف چشتی حفظہ اللہ نے بہت زیادہ تحقیق وتخریج اور عرق ریزی کی ہے۔ کتاب ہذا میں

بزرگان چشت اہل بہشت کے تفصیلی شجرہ مبارکہ سے فیض و برکات اور کرامات کے ایمان افروز واقعات بحوالہ تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب خاص و عام طلباء طالبات کیلئے تاریخی اعتبار سے بہت بڑا اثاثہ ثابت ہوگی اس میں مستند کتب سیر وتواریخ کے معتبر حوالوں سے اولیاء اللہ کے مقام ومرتبہ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ علمائے کرام اور خطبائے عظام کے لیے انمول تحفہ ہے۔

خاکسار کو قلبی افسوس ہے کہ اپنی گوناگوں مصروفیات کی بناء پر اس علمی تحقیقی فن پارے کا کما حقہ مطالعہ نہ کر سکا۔ البتہ اپنے فہم وادراک کے مطابق اس کے مطالعہ کا شرف حاصل ہے۔

ماشاء اللہ کتاب کے مندرجات اور انداز تحریر و ترتیب قابل صد تحسین و توصیف ہے۔ محترم چشتی صاحب نے شائستہ الفاظ اور عمدہ انداز اپنایا جو کہ ان کا طرہ امتیاز ہے۔

دعا ہے کہ رب ذوالعطاء اپنے حبیب علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے محترم چشتی صاحب کے جذبہ صدق اور خلوص قلب سے کی گئی محنت شاقہ کو شرف قبولیت سے ہمکنار فرمائے اور اس کتاب کا مطالعہ ہم سب کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

# حکیم ایم نسیم صادق

## (صدر حصول امن پاکستان و کالم نگار)

میں نے اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا۔ اس سے پہلے بھی میں لاتعداد اسلامی کتب کا مطالعہ کر چکا ہوں مگر مجھے حیرانگی اور خوشی اس بات کی ہے کہ پولیس کے محکمے میں ہوتے ہوئے اس طرح کی معلوماتی کتاب لکھنا بہت بڑی بات ہے۔ روحانیت وتصوف کا ذکر، اولیاء کرام کا تذکرہ، انسانی تخلیق سے لے کر اب تک کی تمام روحانی شخصیات کی زندگی پر روشنی اس کتاب ''جبہ مبارک'' میں قارئین کو پڑھنے کو مل سکتی ہے جبہ مبارک کے مصنف محترم عبدالرؤف چشتی صاحب کی شخصیت بہت متاثر کن ہے اور پولیس کے محکمے میں رہ کر اس طرح کی علوم روحانیت پر مبنی کتاب تحریر کرنا بہت بڑی کامیابی ہے۔ لوح وقلم کا رشتہ قابل فخر اور باعث رشک ہے انسان اپنے الفاظ کے موتیوں سے ہی ایسی لڑی بناتا ہے جو کسی خزانے سے کم نہیں۔ مزید برآں اگر کوئی مصنف سے ملاقات کرے تو موصوف نہایت نفیس، شگفتہ مزاج، عاشق رسول ، نازک طبع شخصیت ہیں۔ جبہ مبارک تخلیقی معلومات کا خزانہ ہے اور حقیقی معنوں میں قابل تعریف تحریر ہے۔ کتاب کے پہلے حصے میں حمد ونعت اور تعارف، جبہ مبارک کے بعد انسان کی تخلیق، ذکر حضرت ابراہیم، آقائے نامدار حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کریمانہ، شجرہ مقدسہ، تابعین، تبع تابعین ومزید لاتعداد معلومات ہیں اور اس طرح کے نیک نیت عمل کے متعلق میں مصنف کو سلام پیش کرتا ہوں۔

# حضرت فریدالدین گنج شکرؒ

حضرت نصیرالدین فاروقی ۔ حضرت شہاب الدین ۔ حضرت بدرالدین ۔ حضرت نظام الدین ۔ حضرت شاہ عبداللہ فاروقی ۔ حضرت صدرالدین یعقوب

(حضرت بدرالدین)

حضرت محمد فاروقی ۔ حضرت علاؤالدین موج دریا ۔ حضرت تاج الدین سرور ۔ حضرت محمود احمد فاروقی ۔ حضرت مجدالدین ۔ حضرت محمد احمد فاروقی

(حضرت تاج الدین سرور)

شاہ احمد فاروقی ۔ شاہ حسین فاروقی ۔ شاہ حسن فاروقی ۔ شاہ محفوظ فاروقی ۔ شاہ عبدالحفیظ فاروقی ۔ شاہ سعدالدین فاروقی

(شاہ حسن فاروقی)

شاہ خیرالدین فاروقی چشتی

شاہ نصیرالدین فاروقی چشتی

شاہ علی فاروقی چشتی

شاہ مبارک فاروقی چشتی

حضرت بھاگ شاہ فاروقی (شیخ بھاگوؒ)

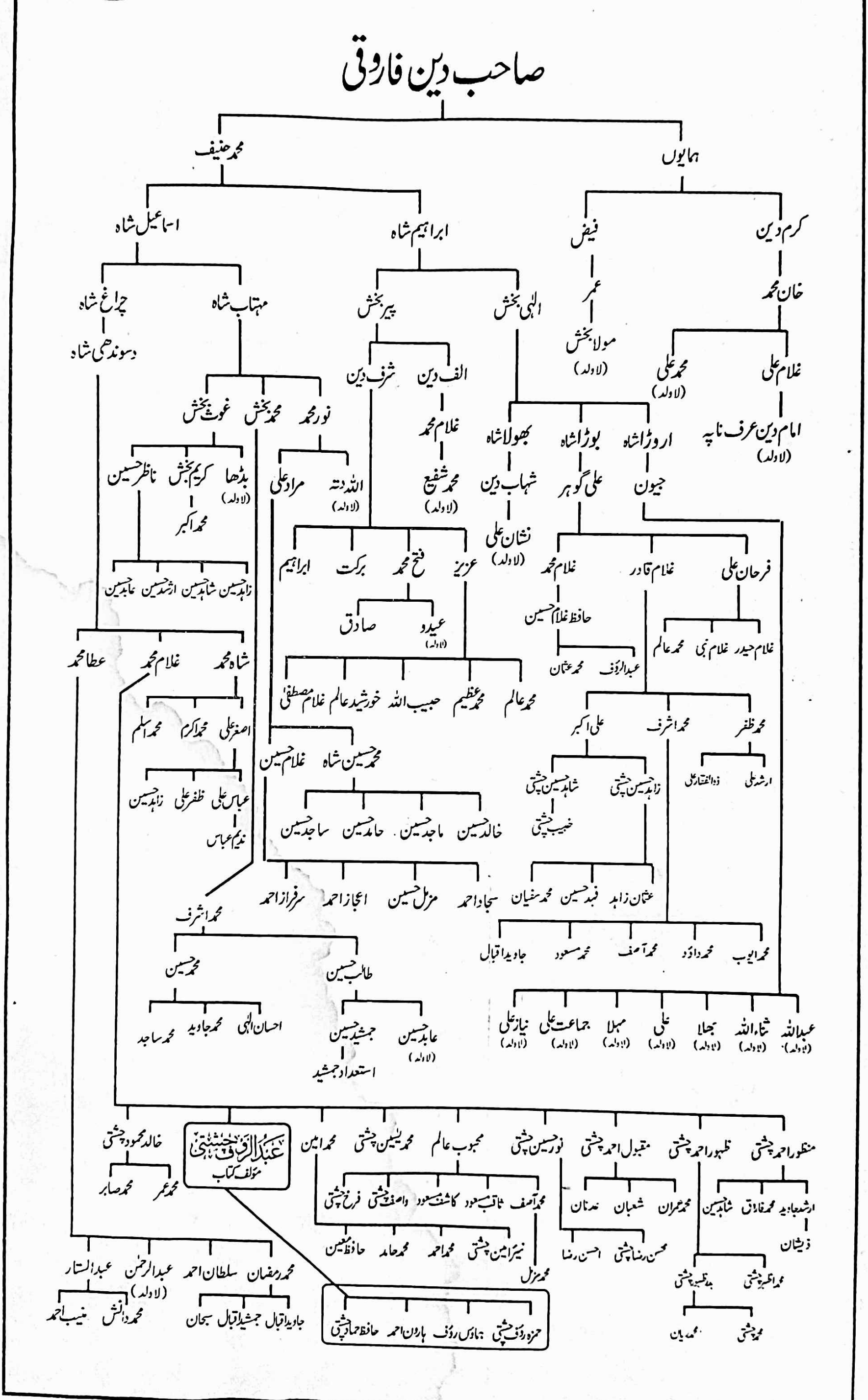
حضرت کمال الدین فاروقی چشتی (مدفونہ قصور)

شاہ شکرالدین فاروقی

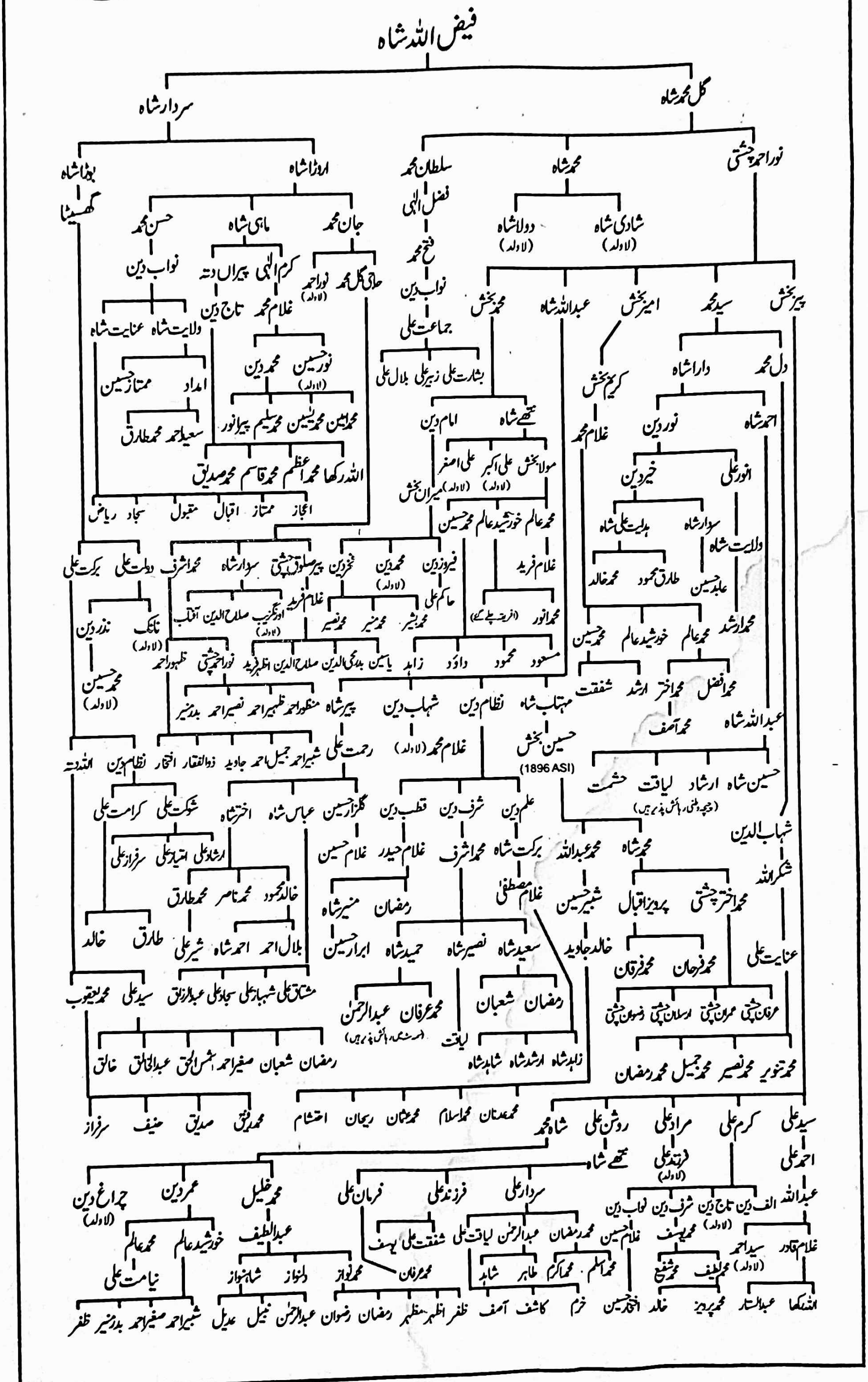
شاہ نصیرالدین فاروقی

پیر منور شاہ فاروقی چشتی (ان کے چھ بیٹوں کی اولاد کمالپور چشتیاں میں آباد ہے)

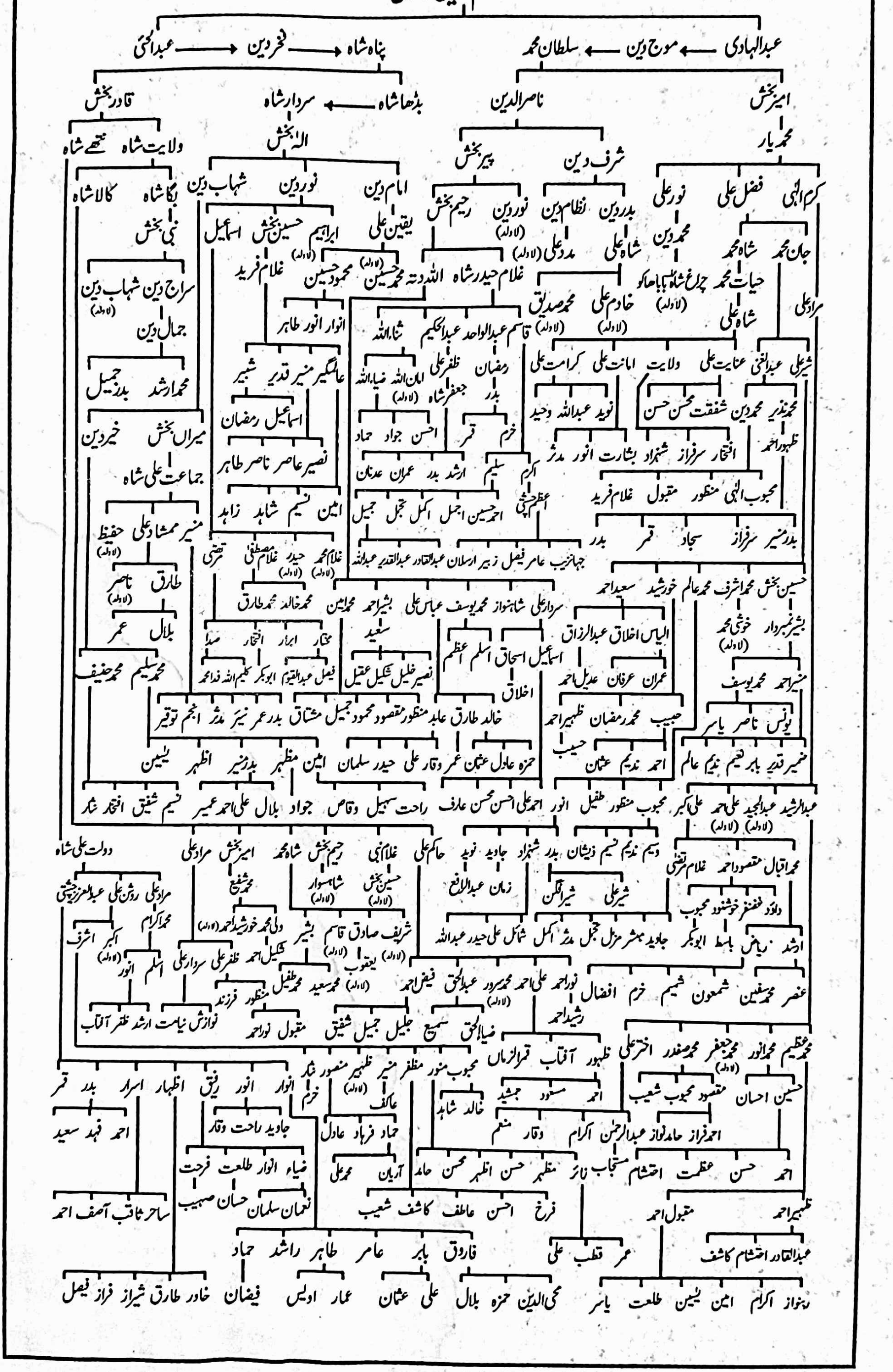
| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| صاحب دین فاروقی | فیض اللہ فاروقی | نظام الدین فاروقی | فتح محمد فاروقی | ہیرا شاہ فاروقی | صالح محمد فاروقی |
| صفحہ نمبر II | صفحہ نمبر III | صفحہ نمبر IV | صفحہ نمبر V | صفحہ نمبر VI | صفحہ نمبر VII |



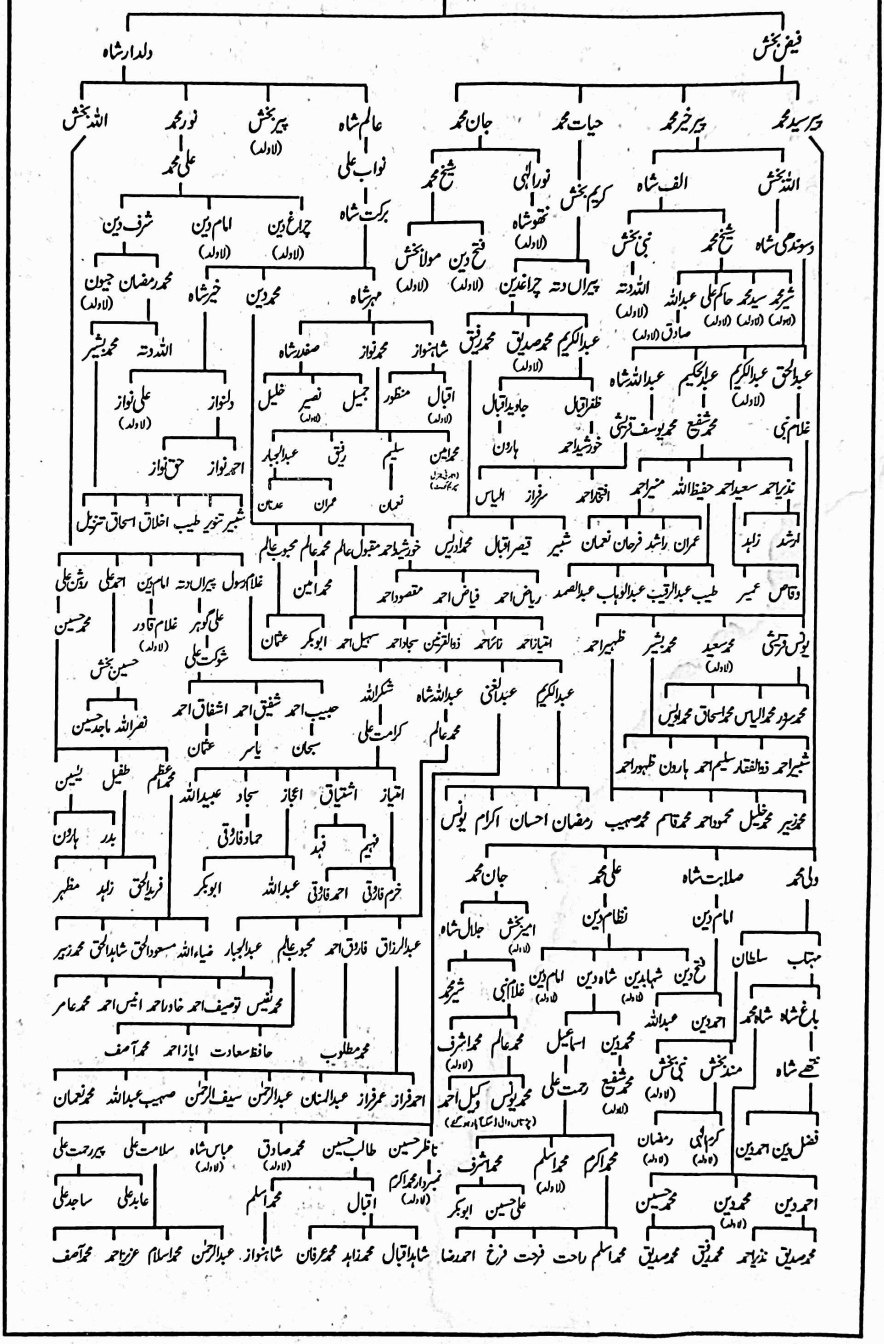
صاحب دین فاروقی
ہمایوں
محمد حنیف
کرم دین
فیض
ابراہیم شاہ
اسماعیل شاہ
خان محمد
عمر
مولا بخش
(لاولد)
الٰہی بخش
پیر بخش
مہتاب شاہ
چراغ شاہ
دسوندھی شاہ
غلام علی
محمد علی
(لاولد)
امام دین عرف ناپہ
(لاولد)
اروڑا شاہ
بوڑا شاہ
بھولا شاہ
جیون
علی گوہر
شہاب دین
نشان علی
(لاولد)
الف دین
شرف دین
غلام محمد
محمد شفیع
(لاولد)
نور محمد
محمد بخش
غوث بخش
اللہ دتہ
(لاولد)
مراد علی
بڈھا
(لاولد)
کریم بخش
ناظر حسین
محمد اکبر
زاہد حسین
شاہد حسین
ارشد حسین
عابد حسین
فرحان علی
غلام قادر
غلام محمد
حافظ غلام حسین
عبدالروف
محمد عثمان
غلام حیدر
غلام نبی
محمد عالم
عزیز
فتح محمد
برکت
ابراہیم
عیدو
(لاولد)
صادق
محمد عالم
محمد عظیم
حبیب اللہ
خورشید عالم
غلام مصطفیٰ
شاہ محمد
غلام محمد
عطا محمد
اصغر علی
محمد اکرم
محمد اسلم
عباس علی
ظفر علی
زاہد حسین
ندیم عباس
محمد حسین شاہ
غلام حسین
خالد حسین
ماجد حسین
حامد حسین
ساجد حسین
محمد ظفر
محمد اشرف
علی اکبر
ارشد علی
ذوالفقار علی
زاہد حسین چشتی
شاہد حسین چشتی
خبیب چشتی
عثمان زاہد
فہد حسین
محمد سفیان
سجاد احمد
مزمل حسین
اعجاز احمد
سرفراز احمد
محمد اشرف
طالب حسین
محمد حسین
محمد ایوب
محمد داؤد
محمد آصف
محمد مسعود
جاوید اقبال
احسان الٰہی
محمد جاوید
محمد ساجد
عابد حسین
(لاولد)
جمشید حسین
استعداد جمشید
عبداللہ
(لاولد)
ثناء اللہ
(لاولد)
جما
(لاولد)
علی
(لاولد)
مہلا
(لاولد)
جماعت علی
(لاولد)
نیاز علی
(لاولد)
منظور احمد چشتی
ظہور احمد چشتی
مقبول احمد چشتی
نور حسین چشتی
محبوب عالم
محمد یٰسین چشتی
محمد امین
عبدالرؤف چشتی
مؤلف کتاب
خالد محمود چشتی
محمد عمر
محمد صابر
ارشد جاوید
محمد فاروق
شاہد حسین
ذیشان
محمد عمران
شعبان
عدنان
محسن رضا چشتی
احسن رضا
محمد آصف
ثاقب مسعود
کاشف مسعود
واصف چشتی
فرخ چشتی
نیر امین چشتی
محمد احمد
محمد حامد
حافظ معین
محمد مزمل
محمد طیب چشتی
محمد طیب چشتی
محمد چشتی
محمد یان
محمد رمضان
سلطان احمد
عبدالرحمٰن
(لاولد)
عبدالستار
جاوید اقبال
جمشید اقبال
سجان
محمد دانش
منیب احمد
حمزہ رؤف چشتی
تاؤس رؤف
ہارون احمد
حافظ حماد چشتی

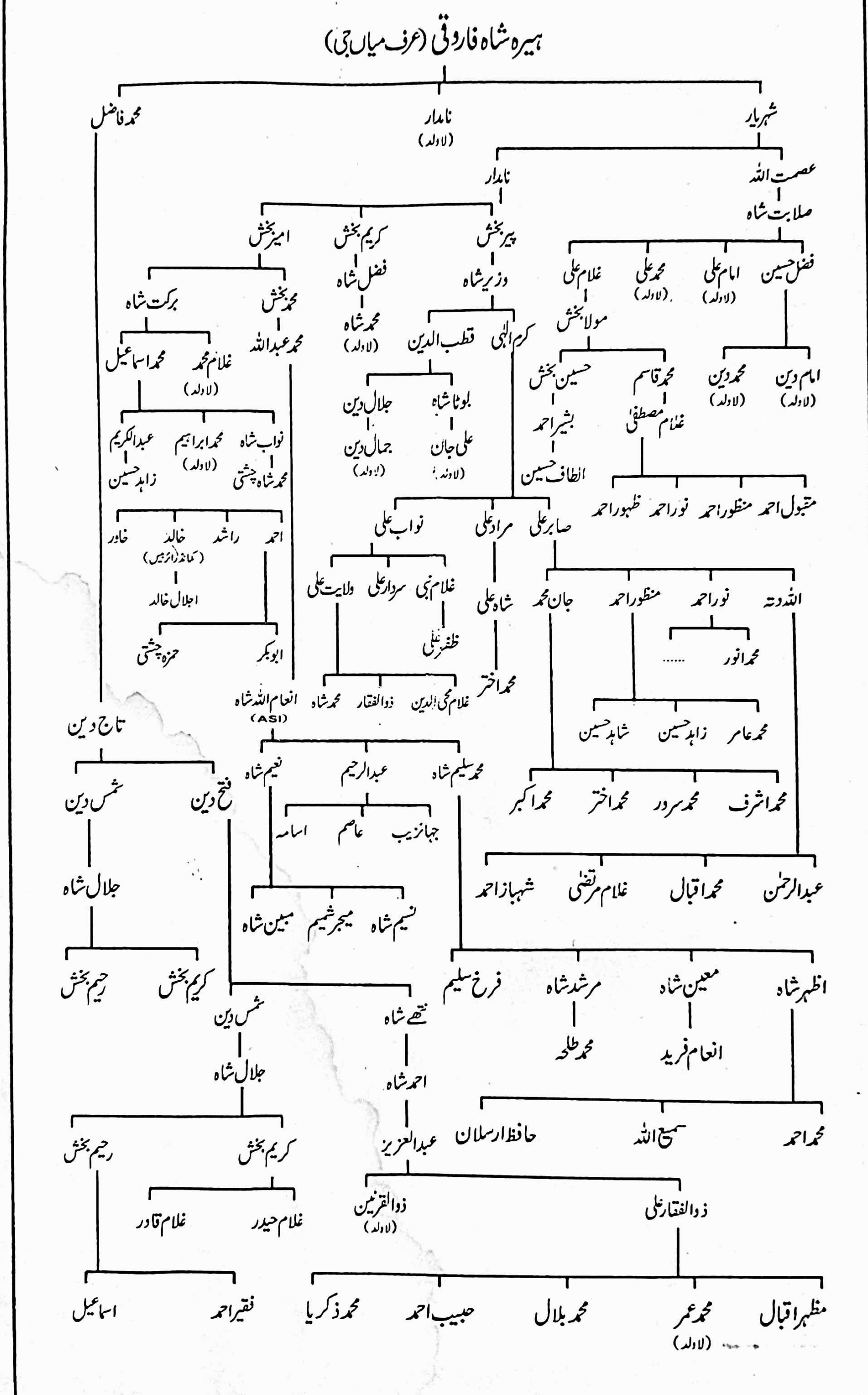

فیض اللہ شاہ
گل محمد شاہ
سردار شاہ
نور احمد چشتی
محمد شاہ
سلطان محمد
اروڑا شاہ
بوٹا شاہ
کھسیٹا
فضل الٰہی
فتح محمد
نواب دین
جماعت علی
بشارت علی زبیر علی بلال علی
شادی شاہ (لاولد)
دولا شاہ (لاولد)
جان محمد
ماہی شاہ
حسن محمد
حاجی گل محمد
نور احمد (لاولد)
کرم الٰہی پیراں دتہ
غلام محمد تاج دین
نواب دین
ولایت شاہ عنایت شاہ
امداد ممتاز حسین
سعید احمد محمد طارق
نور حسین (لاولد) محمد دین
محمد امین محمد یٰسین محمد سلیم پیرا نور
اللہ رکھا محمد اعظم محمد قاسم محمد صدیق
اعجاز ممتاز اقبال مقبول سجاد ریاض
پیر بخش
سید محمد
امیر بخش
عبداللہ شاہ
محمد بخش
دل محمد
دارا شاہ
کریم بخش
احمد شاہ
نور دین
غلام محمد
انور علی
خیر دین
سوار شاہ
ہدایت علی شاہ
ولایت شاہ
عابد حسین
طارق محمود محمد خالد
محمد ارشد
محمد عالم
خورشید عالم
محمد حسین
محمد افضل
محمد اختر
ارشد
شفقت
محمد آصف
عبداللہ شاہ
حسین شاہ ارشاد لیاقت حشمت
(چھوٹی عمر میں فوت ہوگئے)
شہاب الدین
شکر اللہ
عنایت علی
بچھے شاہ
امام دین
مولا بخش علی اکبر (لاولد) علی اصغر (لاولد)
میراں بخش
محمد عالم خورشید عالم محمد حسین
غلام فرید
محمد انور (افریقہ چلے گئے)
مسعود محمود داؤد زاہد
فیروز دین
محمد دین (لاولد)
فخر دین
پیر صلوق چشتی
سوار شاہ
محمد اشرف
دولت علی
برکت علی
حاکم علی
محمد بشیر محمد منیر محمد نصیر
غلام فرید
اورنگزیب (لاولد) صلاح الدین آفتاب
یاسین بدیع الدین صلاح الدین اطہر فرید
نور احمد چشتی ظہور احمد
منظور احمد ظہیر احمد نصیر احمد بدر منیر
نانک (لاولد)
نذر دین
محمد حسین (لاولد)
مہتاب شاہ
نظام دین
شہاب دین
پیر شاہ
حسین بخش (1896 ASI)
غلام محمد (لاولد)
رحمت علی
شبیر احمد جمیل احمد جاوید ذوالفقار افتخار
نظام دین
اللہ دتہ
محمد شاہ
محمد عبداللہ
برکت شاہ
محمد اشرف
علم دین
شرف دین
قطب دین
گلزار حسین
عباس شاہ
اختر شاہ
شوکت علی
کرامت علی
محمد اختر چشتی
پرویز اقبال
شبیر حسین
غلام مصطفیٰ
غلام حیدر
غلام حسین
ارشاد علی امتیاز علی سرفراز علی
خالد محمود محمد ناصر محمد طارق
رمضان منیر شاہ
خالد جاوید
سعید شاہ نصیر شاہ حمید شاہ ابرار حسین
بلال احمد احمد شاہ شیر علی
طارق خالد
محمد فرحان محمد فرقان
عرفان چشتی عمران چشتی ارسلان چشتی ذیشان چشتی
رمضان شعبان
محمد عرفان عبدالرحمٰن
(سب سعودی عرب میں رہائش پذیر ہیں)
لیاقت
مشتاق علی شہباز علی سجاد علی عبدالرزاق
سید علی محمد یعقوب
زاہد شاہ ارشد شاہ شاہد شاہ
محمد تنویر محمد نصیر محمد جمیل محمد رمضان
رمضان شعبان صغیر احمد شمس الحق عبدالحق خالق
سید علی کرم علی مراد علی روشن علی شاہ محمد
محمد عدنان محمد اسلام محمد عثمان ریحان احتشام
محمد رفیق صدیق حنیف سرفراز
احمد علی
فرزند علی (لاولد)
بچھے شاہ
عبداللہ الف دین تاج دین (لاولد) شرف دین نواب دین
سردار علی
فرزند علی
فرمان علی
محمد خلیل
عمر دین
چراغ دین (لاولد)
غلام قادر
سید احمد (لاولد)
محمد یوسف
غلام حسین
محمد رمضان عبدالرحمٰن لیاقت علی شفقت علی یوسف
عبداللطیف
خورشید عالم محمد عالم
محمد شفیع محمد لطیف
محمد اسلم محمد اکرم طاہر شاہد
محمد عرفان
محمد نواز دلنواز شاہنواز
نیامت علی
اللہ رکھا عبدالستار محمد پرویز خالد افتخار حسین خرم کاشف آصف ظفر اظہر مظہر رمضان رضوان عبدالرحمٰن نبیل عدیل شبیر احمد صغیر احمد بدر منیر ظفر

# نظام دین فاروقی



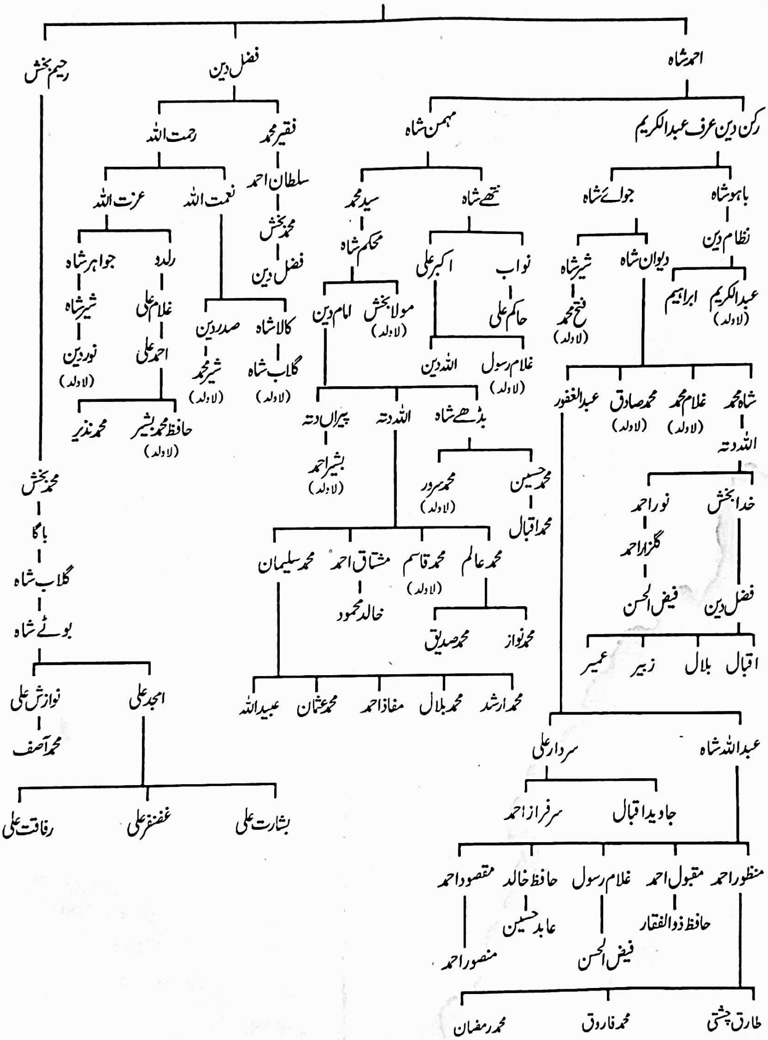
# فتح محمد فاروقی





ہیرہ شاہ فاروقی (عرف میاں جی)
شہریار
نامدار
(لاولد)
محمد فاضل
عصمت اللہ
صلابت شاہ
نامدار
پیر بخش
کریم بخش
امیر بخش
فضل حسین
امام علی
(لاولد)
محمد علی
(لاولد)
غلام علی
مولا بخش
امام دین
(لاولد)
محمد دین
(لاولد)
محمد قاسم
غلام مصطفیٰ
حسین بخش
بشیر احمد
الطاف حسین
مقبول احمد
منظور احمد
نور احمد
ظہور احمد
وزیر شاہ
کرم الٰہی
قطب الدین
بوٹا شاہ
علی جان
(لاولد)
جلال دین
جمال دین
(لاولد)
فضل شاہ
محمد شاہ
(لاولد)
محمد بخش
محمد عبداللہ
برکت شاہ
غلام محمد
(لاولد)
محمد اسماعیل
نواب شاہ
محمد شاہ چشتی
محمد ابراہیم
(لاولد)
عبدالکریم
زاہد حسین
احمد
راشد
خالد
(کمانڈو زائرہیں)
اجلال خالد
خاور
ابوبکر
حمزہ چشتی
صابر علی
مراد علی
نواب علی
غلام نبی
ظفر علی
سردار علی
ولایت علی
غلام محی الدین
ذوالفقار
محمد شاہ
شاہ علی
محمد اختر
اللہ دتہ
نور احمد
محمد انور
......
منظور احمد
محمد عامر
زاہد حسین
شاہد حسین
جان محمد
محمد اشرف
محمد سرور
محمد اختر
محمد اکبر
عبدالرحمٰن
محمد اقبال
غلام مرتضیٰ
شہباز احمد
انعام اللہ شاہ
(ASI)
محمد سلیم شاہ
عبدالرحیم
نعیم شاہ
جہانزیب
عاصم
اسامہ
نسیم شاہ
میجر شمیم
مبین شاہ
اظہر شاہ
معین شاہ
مرشد شاہ
فرخ سلیم
انعام فرید
محمد طلحہ
محمد احمد
سمیع اللہ
حافظ ارسلان
تاج دین
فتح دین
شمس دین
جلال شاہ
کریم بخش
رحیم بخش
ننھے شاہ
احمد شاہ
عبدالعزیز
ذوالفقار علی
ذوالقرنین
(لاولد)
مظہر اقبال
محمد عمر
(لاولد)
محمد بلال
حبیب احمد
محمد ذکریا
شمس دین
جلال شاہ
کریم بخش
غلام حیدر
غلام قادر
رحیم بخش
فقیر احمد
اسماعیل

# صالح محمد فاروقی

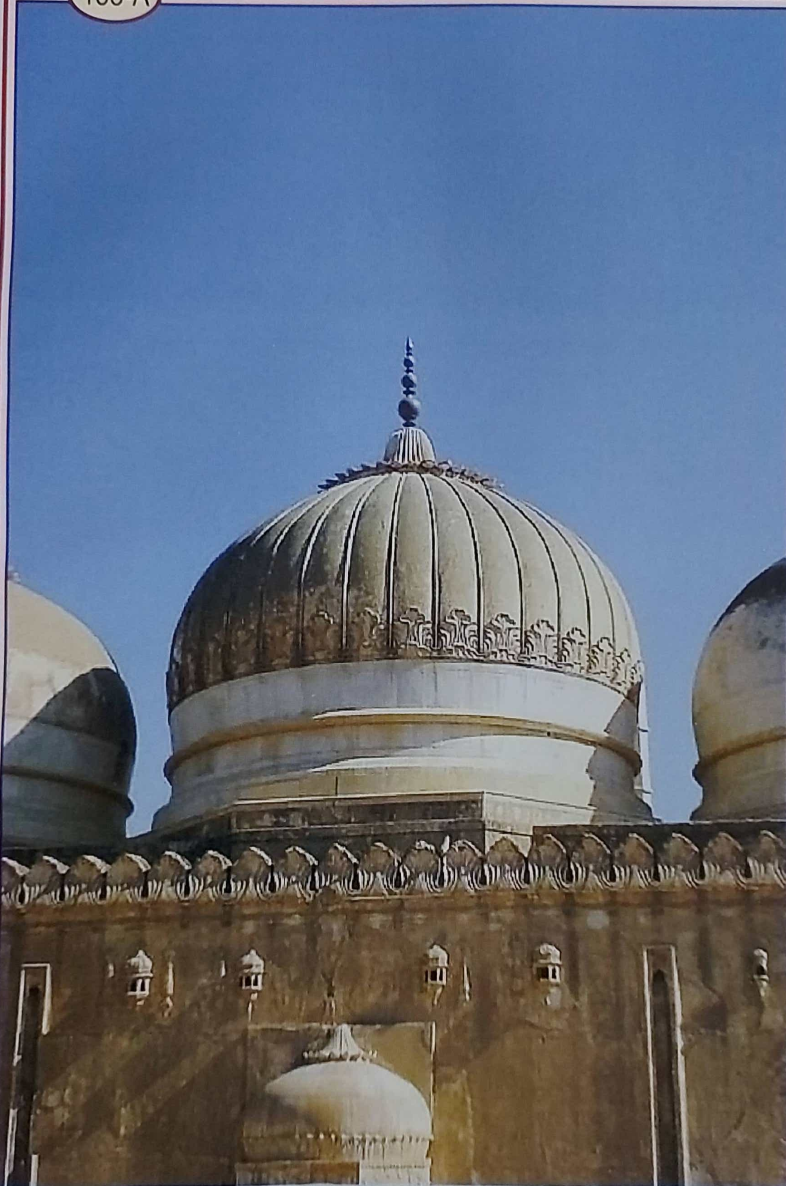


122-A



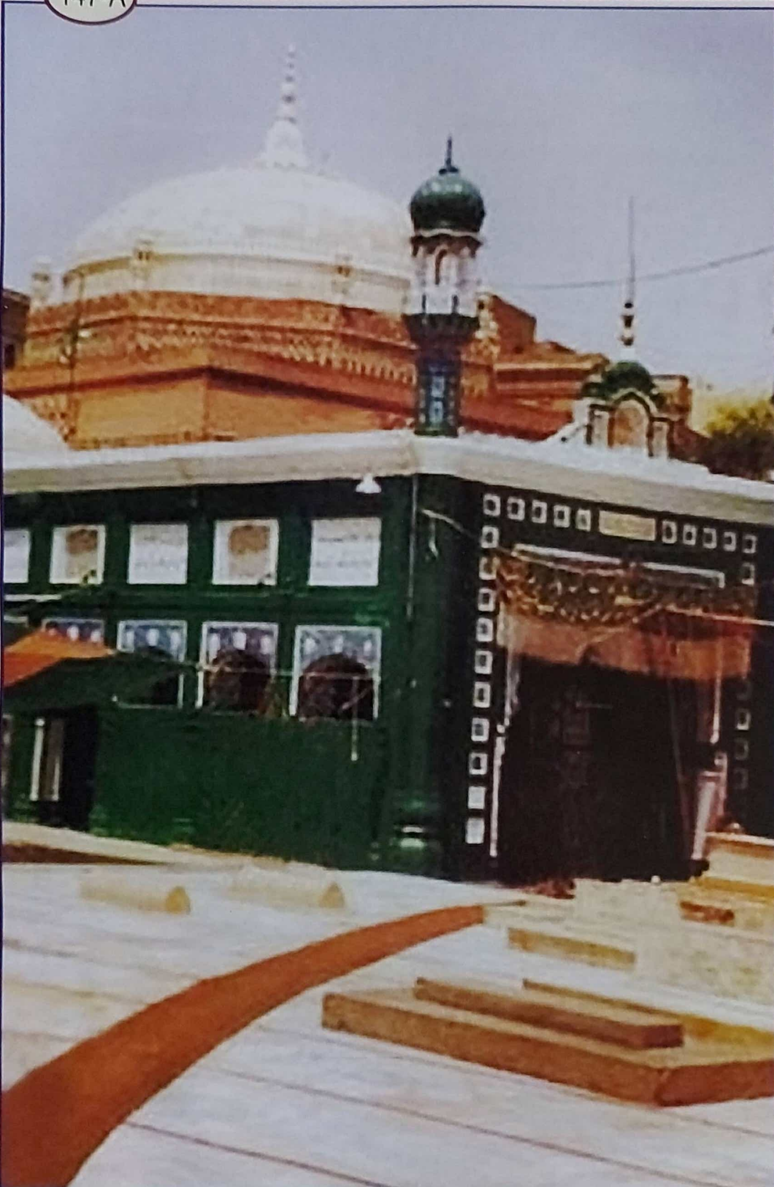
**مزار اقدس** حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمتہ اللہ علیہ

اجمیر شریف انڈیا



مزار اقدس حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ

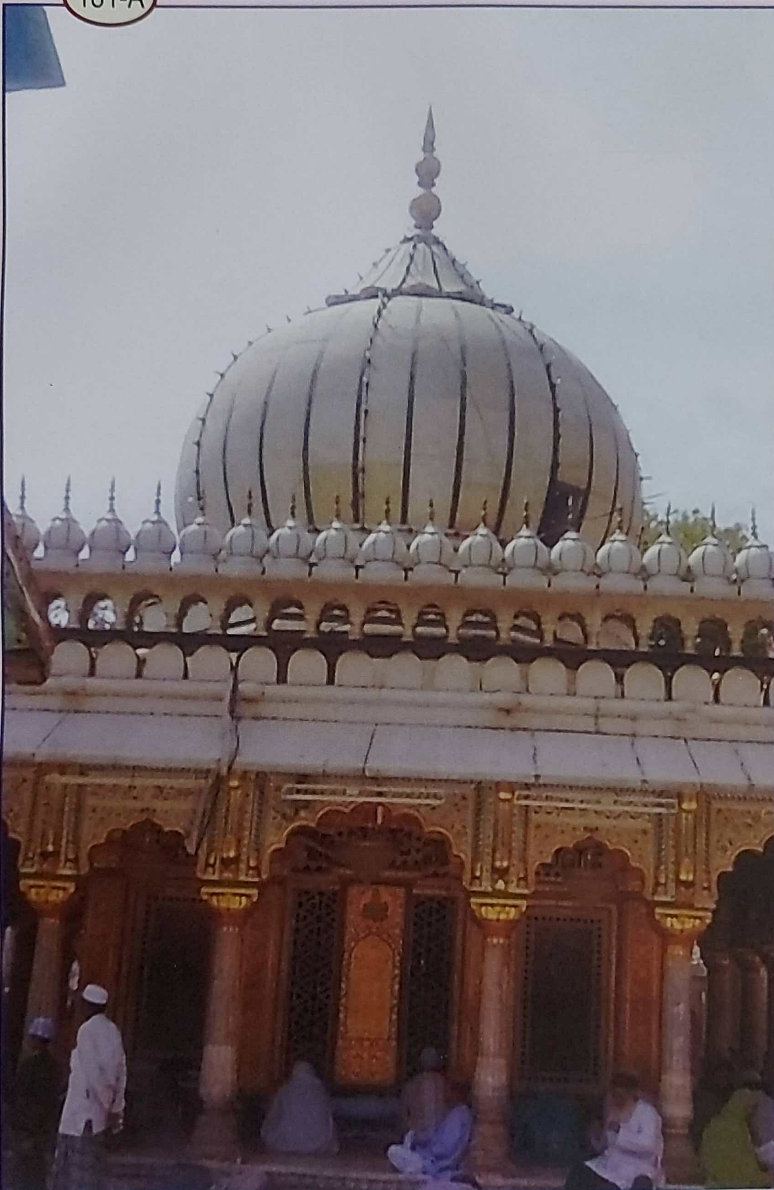
دہلی شریف انڈیا



مزار اقدس

حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

پاکپتن شریف پاکستان

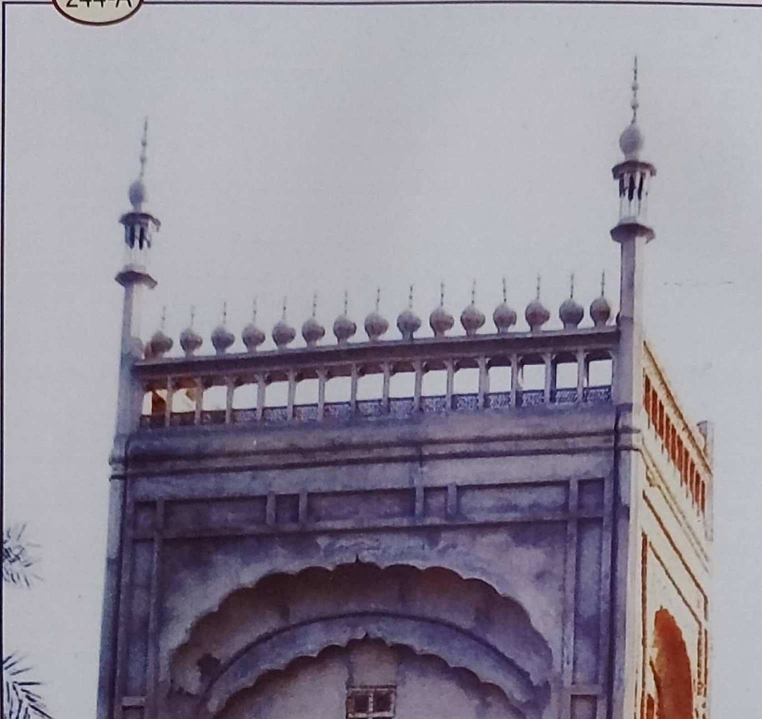


مزار اقدس

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ

دہلی شریف انڈیا

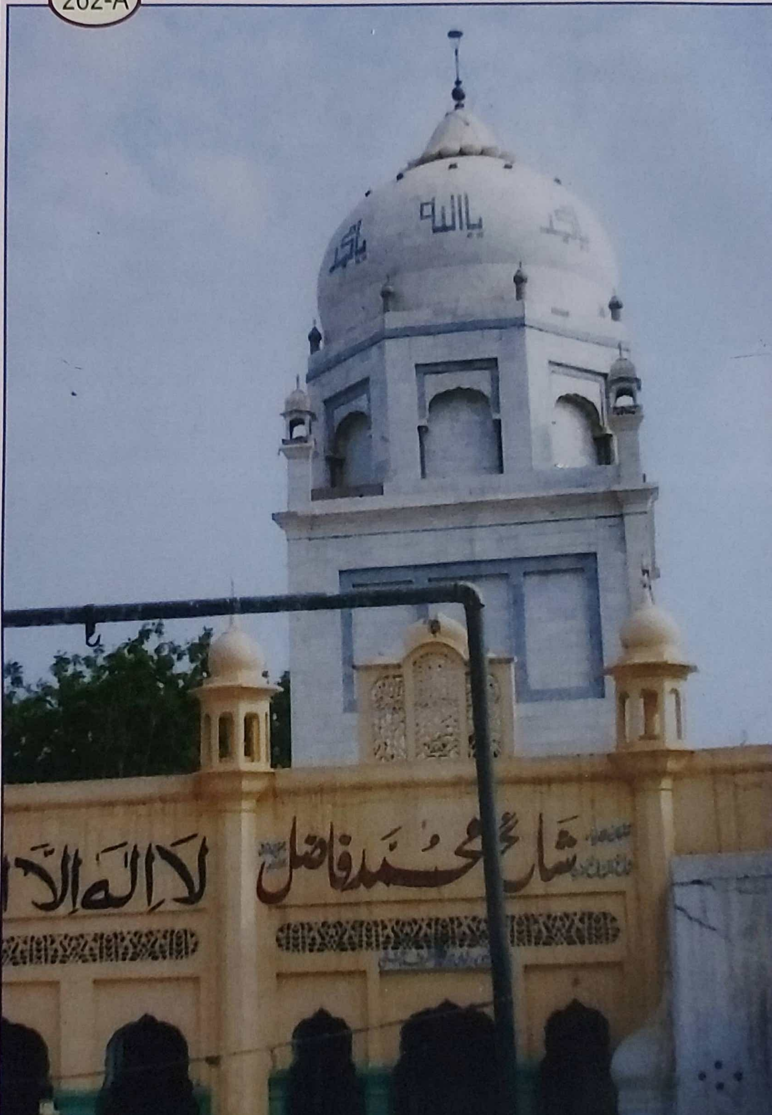
244-A



مزار اقدس

حضرت بابا تاج الدین سرور شہید چشتی رحمتہ اللہ علیہ

چشتیاں شریف پاکستان




مزار اقدس

حضرت خواجہ شائخ محمد فاضل چشتی فاروقی رحمتہ اللہ علیہ

چک پیر فاضل چشتیاں شریف پاکستان




حضرت خواجہ کمال الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

قصور پاکستان

277-A



مزار اقدس

حضرت خواجہ پیر عبدالعزیز چشتی رحمتہ اللہ علیہ

عارف والا پاکستان